جاء الحق وزہق الباطل ان الباطل کان زہوقا

حنفی مذہب و صوفی مشرب کے صحیح عقائد کی کتابوں کا سلسلہ نمبر ۴

نداءِ یا رسول اللہ حصہ چہارم

یعنی

الاستمداد والتوسل

اس میں امداد و توسل کے معرکۃ الآراء مسئلہ پر چار اصولوں سے شرح و بسط کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے (۱) قرآن مجید (۲) احادیث صحیحہ (۳) قیاس (۴) اجماع امت۔ علاوہ اس کے منکرین کے مشہور و معروف اعتراضوں کے جواب بھی عقلی و نقلی دلائل دیئے گئے ہیں۔ اگر منکر عقلِ سلیم سے اس کتاب کا مطالعہ کرے گا۔ تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے تمام شکوک شبہات جاتے رہیں گے

سنہ ۱۳۷۶ھ
۱۹۵۷ء

مصنفہ ابوالبشیر محمد صالح علوی بن حضرت مولانا مست علی مجددی قادری متنزانوالی ضلع سیالکوٹ (مغربی پاکستان)

بار اوّل
قیمت چار روپے

پیشکش

اس دربار رسالت میں جہاں صدیقین و مقربین اپنے صدق و تقرب کی بضاعتِ ثمینہ بطور پیشکش لئے کھڑے ہیں ۔ جہاں اقطاب و ابدال اپنے عرفان و یقین کا متاع گراں مایہ بطریقِ نذرانہ لائے ہیں ۔ جہاں شہداء و صالحین اپنی صلاح و سعادت کا سرمایہ فراواں نثار کر رہے ہیں اور زہاد و عباد اپنے تقوے و طاعت کی دولتِ بے پایاں لٹا رہے ہیں اور وہ سرکار نبوت جہاں روئے زمین کے آئمۂ علوم کا علم و فضل خاک ضراعت پر جھک رہا ہے ۔ جہاں ربع مسکوں کے شعراء و ادبا کی بلاغت و زباں آوری آستانہ ادب کو چوم رہی ہے ۔ جہاں ہفت اقلیم کے سلاطین کی سطوت و جبروت صفِ نعال میں یونہی ہے ۔ ایک فقیر بے نوا اور گدائے تہی دست کونسا ہدیہ درخورِ حضرت پیش کر سکتا ہے ۔ سوائے اس کے کہ چند اوراق کو عجز و نیاز کے رشتے میں منسلک کر کے اور خجلت و ندامت کے غلاف میں رکھ کر نذر گزراننے کی جرأت کرے اور یوں عرض پیرا ہو ۔

ز مہجوری برآمد جانِ عالم	ترحم یا نبی اللہ ترحم
نہ آخر رحمۃً للعالمینی !	ز محروماں چرا فارغ نشینی
تو ابرِ رحمتی آں بہ کہ گاہے	کنی بر حالِ لب خشکاں نگاہے
چو حولِ روزِ رستاخیز خیزد	با آتش آبروئے ما نہ ریزد
کند با ایں ہمہ گمراہئ ما	ترا اذنِ شفاعت خواہئ ما
بحسنِ اہتمامت کارِ جامی	طفیلِ دیگراں یابد تمامی

ابو البشیر محمد صالح علوی مجددی

ابن حضرت مولانا مست علی مجددی بن مولانا شیخ احمد نادر قادری

میترانوالی ۔ براستہ گکھڑ ۔ ومغربی پاکستان

(حجازی پریس لاہور باہتمام حافظ محمد اسمٰعیل پرنٹر سے چھپوا کر محمد صالح مجددی قادری نے میترانوالی ضلع سیالکوٹ

الاستمداد والتوسّل

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اخْتَصَّ اَخَصَّ عِبَادِہٖ بِاِغَاثَۃِ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ ۝ وَاخْتَارَ خَیْرَ خَلَائِقِہٖ لِاِعَانَۃِ الْمُسْتَعِیْنِیْنَ ۝ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْمُصْطَفَی الَّذِیْ جَاءَ مُعِیْنًا لِّلْمَلْھُوْفِیْنَ ۝ وَمُجِیْبًا لِّلدَّاعِیْنَ ۝ وَھَادِیًا لِّلْحَائِرِیْنَ ۝ وَنَاصِرًا لِّلْمَظْلُوْمِیْنَ ۝ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ۝

مرحبا سید مکی مدنی العربی — دل و جاں باد فدایت چہ عجب خوش لقبی

ذاتِ پاک تو کہ در ملکِ عرب کرد ظہور — زاں سبب آمدہ قرآں بزبانِ عربی

نسبتِ خود بسگت کردم و بس منفعلم — زانکہ نسبت بسگِ کوئے تو شد بے ادبی

شبِ معراج عروجِ تو گذشت از افلاک — بمقامے کہ رسیدی نرسد ہیچ نبی

نسبتے نیست بذاتِ تو بنی آدم را — برتر از عالم و آدم تو چہ عالی نسبی

بر درِ فیض تو استادہ بصد عجز و نیاز — زنگی و رومی و الوسی یمنی و حلبی

چشمِ رحمت بکشا سوئے من انداز نظر — اے قریشی لقبی ہاشمی و مطلبی

نخلِ بستانِ مدینہ ز تو سرسبز مدام — زاں شدہ شہرۂ آفاق بشیریں رطبی

عاصیانیم ز ما نیکیٔ اعمال مخواہ — سوئے ما روئے شفاعت کن از بے سببی

من بے دل بجمالِ تو عجب حیرانم — اللہ اللہ چہ جمالست بدیں بو العجبی

ماہمہ تشنہ لبانیم توئی آبِ حیات — لطف فرما کہ ز حد مے گزرد تشنہ لبی

سیدی انت حبیبی و طبیبِ قلبی — آمدہ سوئے تو قدسی پئے درماں طلبی

کچھ عرصہ گزرتا ہے کہ راقم الحروف نے "ندائے یارسول اللہ" کا مضمون شائع کیا تھا۔ جس میں حیات الانبیاء اور استمداد والتوسل کا مضمون بھی نہایت مختصر تھا۔ لیکن بعد میں حیات الانبیاء کا مضمون بڑھا کر علیحدہ شائع کر دیا۔ اتفاق سے یہ دو نوں کتابیں نایاب ہو گئیں۔ اس لئے ان کو دوبارہ چھاپنے کی ضرورت پڑی پس ان پر نہایت محنت سے نظر ثانی کی گئی اور بہت مفید

مضامین کا اضافہ کر کے شائع کر دیا گیا۔ ان کے بعد "الاستمداد و التوسل" کا معرکۃ الآراء مضمون شائع کیا جاتا ہے۔ استمداد و التوسل کے سب سے زیادہ مخالف شیخ ابن تیمیہ ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب "زیارتِ قبور" میں ایک شخص کے پانچ سوال لکھ کر ان کے جواب دیئے ہیں۔ جن میں سے تین سوال اہلِ قبور سے استمداد کے بارے میں ہیں چنانچہ وہ سوال یہ ہیں:-

(۱) بعض لوگ مزارات پر جا کر اپنی اور اپنے مال مویشی وغیرہ کے ازالۂ مرض کے لئے استعانت کرتے ہیں اور اہلِ قبور سے یوں مخاطب ہوتے ہیں۔ یا سیدی! آپ میری پشت پناہ ہیں فلاں شخص نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔ فلاں میری ایذا کے درپے ہے۔ اور ان کا عقیدہ ہے کہ صاحبِ قبر اُن کے اور اللہ کے درمیان واسطہ ہے۔

(۲) بعض لوگ مسجدوں اور خانقاہوں میں زندہ یا مُردہ پیروں کے نام پر نقدی یا جانور یا تیل بتی وغیرہ کی نذریں مانتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ اگر میرا بیٹا صحت یاب ہو گیا۔ تو پیر کے نام کی فلاں فلاں چیز مجھ پر واجب ہو جائے گی۔

(۳) بعض لوگ طلبِ حاجات میں کسی بزرگ یا ولی سے مخاطب ہو کر یوں کہتے ہیں۔ یا پیر۔ آپ کی برکت سے میری آرزو بر آئے۔ یا یوں کہتے ہیں کہ خدا اور مرشد کی برکت سے میری آرزو پوری ہو۔

ان کے جو جواب شیخ موصوف نے دئے ہیں وہ بالکل تشدد اور تعصب پر مبنی ہیں اور سلف صالحین کی تحقیق کے بالکل خلاف ہیں اور جو دلائل انہوں نے قرآن و احادیث سے کھینچ تان کر استنباط کئے ہیں وہ اُن کا غلط استدلال ہے۔ انبیاء اولیا سے حاضر اور غائب قریب اور بعید، زندگی میں اور وصال کے بعد امداد مانگنا اور توسل کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر آج تک علماء و صلحا کے نزدیک متفق علیہ چلا آیا ہے اور ان کو شرک کہنا سراسر جہالت ہے۔ کیونکہ ؎

مظہرِ اوصافِ حق ہیں اولیا   اُن کی ہے امداد امدادِ خُدا

غرض وہ لوگ جو عقلِ سلیم رکھتے ہیں میرے ان اوراق کو پڑھ کر انصاف کی عینک لگا کر اُن کے دلائل سے میری تحقیق کا مقابلہ اور موازنہ کریں۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ ان شاء اللہ تعالیٰ وہ شیخ موصوف اور ان کے ہم خیالوں کی غلط فہمی کا اعتراف کرتے ہوئے راقم الحروف کو دعائے خیر سے یاد کریں گے۔ وما توفیقی الا باللہ وعلیہ توکلت والیہ منیب۔

ابو البشیر محمد صالح عفی عنہ

مبادیات

استمداد و توسل کے متعلق بعض ابتدائی مباحث

توسل۔ استمداد و استغاثہ کے معنی | توسل تشفع۔ استعانت اور استمداد وغیرہ الفاظ استعمالاً قریب المعنی ہیں۔ چنانچہ کتب لغت قاموس۔ صراح اور لسان العرب وغیرہ میں ان کے معنی اس طرح مرقوم ہیں۔ التوسل وسیلہ جستن۔ تقرب حاصل کردن۔ استمداد۔ طلب مدد۔ استعانت۔ طلب نصرت۔ طلب رحمت۔ طلب باراں طلب فریادرسی۔

مطلب ان سے یہی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ایک برگزیدہ بزرگ کے ذریعے سوال کیا جائے جو اللہ تعالیٰ کا مقبول و محبوب ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اس محبوب کے صدقے با برکت یا مرتبے کے ذریعے سوال پورا کر دے۔

توسل کر نہیں سکتے خدا سے اسے ہم مانگتے ہیں اولیا سے

اس کی تین صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ سوال کرنے والا اللہ تعالیٰ سے کسی بابرکت بزرگ کے وسیلے سے سوال کرے۔ یعنی یوں کہے کہ خداوندا فلاں بزرگ کے طفیل میری یہ حاجت پوری فرما۔ مثلاً

یارب بمحمدؐ و علی و زہرا یارب بحسین و حسن و آل عبا

از لطف برآر حاجتم ہا: و ہرا بے منت خلق یا علی الاعلیٰ

اس صورت میں سوال درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی سے کیا گیا ہے بزرگ کا محض واسطہ ہے معطی اور موجد تو اللہ تعالیٰ ہی ہے نہ کہ بزرگ۔

دوسری صورت یہ ہے کہ سوال کرنے والا کسی زندہ بزرگ سے کہے۔ یا مراقبے میں کسی متوفی بزرگ کی روحانیت سے خطاب کر کے کہے کہ میری فلاں مراد بر لائیے اور میری فلاں تکلیف دور کر دیجیے مثلاً

نَبِیَّ الْوَرٰی ضَاقَتْ بِیَ الْحَالُ فِی الْوَرٰی وَاَنْتَ لِمَا اَمَّلْتُ فِیْہِ جَدِیْرٌ

فَسَلْ خَالِقِیْ تَفْرِیْجَ کَرْبِیْ فَاِنَّہٗ عَلٰی فَرَجِیْ دُوْنَ الْاَنَامِ قَدِیْرٌ

مطلب یہ ہے کہ اے خدا کے نبی میرا حال تنگ ہے۔ آپ خدا سے دعا کریں کہ میری تنگی دور

کرائیے کیونکہ وہ اس پر قادر ہے۔

مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند یہ فرماتے ہیں ؎

دعا تمری مرے مطلب کے ہو اگر حامی ... تو بختِ بد کو ملے حق کے گھر سے بھی جھٹکا

اس صورت میں بھی سوال اللہ تعالیٰ سے ہی ہے بزرگ محض دعاگو ہے نہ معطی و موجد۔ عطا و ایجاد صرف اللہ تعالیٰ کا ہی خاصہ ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ کسی بزرگ کو مستمد و مستغاث کر کے خطاب کیا جائے اور بے قراری میں عرض کیا جاتا ہے کہ عالی جاہا مجھے مصیبتوں نے ہر طرف سے گھیرا ہے۔ خدا کے لئے آپ میرے حالِ زار پر رحم کر کے میری امداد فرمائیے۔ آپ اُس قادرِ مطلق کے پیارے محبوب ہیں۔ مثلاً مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ز مہجوری برآمد جانِ عالم ... ترحم یا نبی اللہ ترحم

بدہ دستے ز پا افتادگاں را ... بکن دلداریٔ دلدادگاں را

شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

يَا حَبِيبَ اللهِ خُذْ بِيَدِي ... مَا لِعَجْزِي سِوَاكَ مُسْتَنَدِي

اے اللہ کے پیارے میری مدد فرمائیے ... آپ کے سوا میرا کوئی سہارا نہیں ہے

صاحب قصیدہ بردہ فرماتے ہیں ؎

يَا أَكْرَمَ الْخَلْقِ مَا لِي مَنْ أَلُوذُ بِهِ ... سِوَاكَ عِنْدَ حُلُولِ الْحَادِثِ الْعَمِمِ

اے اشرف خلق آفات نازل ہونے کے وقت تیرے سوا میری کوئی پناہ نہیں ہے مدد فرمائیے

غرض ان تینوں صورتوں میں کوئی محذور شرعی اور عقلی لازم نہیں آتا جس کی بناء پر ممنوع ہو۔

مجاز اور حقیقت کے دلائل | (۱) أَنْبَتَتِ الرَّبِيعُ الْبَقْلَ "بارش نے ساگ اگایا" دیکھئے اس میں بارش کو ساگ اُگانے والا بتلایا ہے۔ حالانکہ حقیقۃً اُگانے والا اللہ تعالیٰ ہے تو گویا یہاں بارش بطور مجاز عقلی اگانے والی ہے۔ اس قسم کے نظائر قرآن مجید میں موجود ہیں چنانچہ

(۲) اللہ تعالیٰ سورۃ بقر میں ارشاد فرماتا ہے:

مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ مِنْ بَقْلِهَا وَقِثَّائِهَا وَفُومِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ۝

زمین اگاتی ہے ساگ اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور گیہوں اور مسور اور پیاز

اس میں زمین کو اگنے والا بتایا ہے حالانکہ حقیقتاً اگانے والا اللہ تعالیٰ ہے تو گویا یہاں زمین بطور مجاز عقلی اگانے والی ہے۔

سورہ مومن رکوع ۴ میں ہے :-

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَا هَامَانُ ابْنِ لِي صَرْحًا لَّعَلِّي أَبْلُغُ الْأَسْبَابَ ۝ أَسْبَابَ السَّمَاوَاتِ فَأَطَّلِعَ إِلَىٰ إِلَٰهِ مُوسَىٰ وَإِنِّي لَأَظُنُّهُ كَاذِبًا ط

"اور کہا فرعون نے اے ہامان میرے لئے ایک محل (مینار) بنا۔ تاکہ میں جا پہنچوں ان راستوں سے آسمانوں کے راستوں میں۔ پھر میں جھانک دیکھوں موسیٰ کے معبود کو۔ اور میں تو اس کو جھوٹا ہی خیال کرتا ہوں۔"

دیکھئے اس میں مینار یا محل کی بنا کی نسبت ہامان کی طرف کی گئی ہے جو بطور مجاز کے ہے۔ اس لئے کہ وہ تو سبب اور حکم دینے والا ہے۔ ورنہ در اصل مینار بنانے والے تو معمار تھے

(۴) اللہ تعالیٰ دین حق کی تبلیغ کے لئے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہارون علیہ السلام کو مقرر کرتے ہوئے سورہ قصص رکوع ۴ میں ارشاد فرماتا ہے :

قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِأَخِيكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطَانًا فَلَا يَصِلُونَ إِلَيْكُمَا ۚ بِآيَاتِنَا ؕ

ہم قوت دیں گے تیرے بازو کو تیرے بھائی سے اور دیں گے تم دونوں کو غلبہ۔ پھر وہ لوگ تم تک پہنچ ہی نہ سکیں گے ہماری نشانیوں کے باعث۔

دیکھئے بازو کو قوت دینے کی نسبت ہارون علیہ السلام کی طرف کی گئی ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ قوت دینے والا ہے مگر بطور مجاز کے ایسا فرمایا کیونکہ یہ عالم اسباب کا ایک سبب ضروری تھا

(۵) حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو کلمۂ حق کی طرف پکار پکار کر تھک جاتے ہیں تو بارگاہِ الٰہی میں یوں عرض کرتے ہیں :-

قَالَ نُوحٌ رَّبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَن لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهُ وَوَلَدُهُ إِلَّا خَسَارًا ۝ وَمَكَرُوا مَكْرًا كُبَّارًا ۝ (سورہ نوح رکوع ۲)

حضرت نوح نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار انہوں نے میرا کہا نہ مانا، اور ایسے کا کہا مانا جس کے حق میں اس کے مال اور اس کی اولاد نے نقصان ہی بڑھایا۔ اور انہوں نے فریب کیا بڑا فریب

یہاں خسران ونقصان کی نسبت مال واولاد کے ساتھ مجازی ہے کیونکہ یہ چیزیں نقصان رساں نہیں بلکہ ان کو نقصان پہنچتا ہے اور نقصان رساں اللہ تعالیٰ ہے۔

(۶) قرآن مجید کی تعلیم کی بابت سورہ الرحمٰن میں ارشاد ہوتا ہے:۔

اَلرَّحْمٰنُ ۙ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ؕ — رحمٰن نے قرآن مجید سکھایا۔"

اور سورہ النجم میں ارشاد ہوتا ہے:

عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۙ — اس قرآن مجید کو بڑے طاقت وزور آور فرشتے (جبرئیل) نے سکھایا۔

دیکھئے بظاہر دونوں آیتیں متضاد معلوم ہوتی ہیں لیکن اگر بنظر غور دیکھا جائے تو بالکل متضاد نہیں ہیں۔ کیونکہ آیت اول حقیقت کو واضح کرتی ہے۔ کہ دراصل قرآن مجید کا سکھلانیوالا اللہ تعالیٰ ہی ہے اور دوسری آیت مجاز کو ظاہر کرتی ہے یعنی بظاہر جبرئیل علیہ السلام نے قرآن مجید کو سکھلایا۔

(۷) ارواح کو قبض کرنے کی بابت سورہ زمر رکوع ۴ میں ارشاد ہوتا ہے:۔

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا — اللہ تعالیٰ روحیں قبض کرلیتا ہے اُن کے مرنے کے وقت۔

اور سورہ سجدہ رکوع اول میں ارشاد ہوتا ہے۔

قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ — کہہ دو کہ تمہاری روح قبض کرے گا۔

الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ — ملک الموت جو تم پر تعینات ہے۔

دیکھئے۔ دونوں آیتیں بظاہر متضاد معلوم ہوتی ہیں۔ اگر بنظر غور دیکھا جائے۔ تو انہیں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ کیونکہ آیت اول حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ دراصل مارنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے اور آیت دوسری مجاز کو ظاہر کرتی ہے بظاہر ملک الموت مارنے والا ہے

(۸) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے بیعت لی تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ (سورہ فتح۔ رکوع ۱) — بے شک جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں سوائے اس کے نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں کے اوپر ہے

دیکھئے اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کو اللہ تعالیٰ کا فعل اور آپ کے ہاتھ کو اللہ تعالیٰ کا ہاتھ فرمایا گیا ہے۔ گویا اس میں حقیقت اور مجاز دونوں ہیں۔ کیونکہ بظاہر تو صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرتے تھے اور آپ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں کے اوپر ہوتا تھا۔ مگر در اصل یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے تھے۔ کیونکہ آنحضرت اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع اور خلیفۃ اللہ تھے۔ اس واسطے آنحضرت کا یہ فعل اللہ تعالیٰ کا فعل قرار پایا۔

جب جنگ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کی طرف کنکروں اور مٹی کی مُشت بھر کر پھینکی تو وہ ان سب کی آنکھوں منہ اور ناک میں جا پہنچی۔ جس کے باعث ان (کفار) کو شکست فاش ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے سورہ انفال کے دوسرے رکوع میں ارشاد فرمایا:۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ	یعنے اور تو نے نہیں پھینکی ایک مٹھی خاک جس
وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۔	وقت کہ پھینکی تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ پھینکی تھی

دیکھئے اس آیت میں حقیقت اور مجاز دونوں ہیں گو آیت میں بظاہر تضاد معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اگر بنظر غور دیکھا جائے تو اس میں بالکل اختلاف نہیں ہے۔ کیونکہ مَا رَمَيْتَ (یعنی نہیں پھینکی تو نے) سے حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ حقیقت میں پھینکنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔
اِذْ رَمَيْتَ (یعنی جب تو نے پھینکی) سے مجاز کی طرف۔ کیونکہ بظاہر اس کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہی پھینکا تھا۔

(۹) اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سورہ شوریٰ رکوع ۵ میں ارشاد فرماتا ہے

وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ	(بے شک تو البتہ سیدھی راہ کی طرف ہدایت
مُّسْتَقِيْمٍ	کرتا ہے۔
صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي	اس اللہ کے راستے کی جانب کہ اسی کا ہے
السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ	جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے

اور سورہ قصص رکوع ۶ میں ارشاد ہوتا ہے۔

اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ	تو ہدایت نہیں دے سکتا جس کو تو چاہے۔
وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ	لیکن اللہ ہدایت دیتا ہے جسے چاہے۔

دیکھئے بظاہر یہ دونوں آیتیں متضاد معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن اگر بنظر غائر دیکھا جائے انمیں بالکل اختلاف نہیں ہے۔ کیونکہ آیت اول مجاز کو ظاہر کرتی ہے کہ بظاہر ہدایت دینے والے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور دوسری آیت حقیقت کو ظاہر کرتی ہے کہ دراصل ہدایت دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

(۱۰) اللہ تعالیٰ سورہ شوریٰ۔ کورع ۵ میں ارشاد فرماتا ہے :-

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۙ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ۝

اللہ ہی کی بادشاہت ہے آسمانوں اور زمین میں۔ پیدا فرماتا ہے جو چاہتا ہے۔ عطا فرماتا ہے جس کو چاہتا ہے بیٹیاں۔ اور عطا فرماتا ہے جسے چاہتا ہے بیٹے۔ یا ان دونوں قسم کو ملا کر بیٹے اور بیٹیاں دیتا ہے اور بنا دیتا ہے جسے چاہتا بانجھ۔

دیکھو ان آیات میں بیٹے بیٹیاں پیدا ہونا یا بانجھ ہونا بحکم الٰہی مذکور ہے جس میں تبدیلی ناممکن ہے ایسے صریح حکم کے باوجود پھر بھی ان صورتوں کا مریض ضرور علاج معالجہ کراتا ہے۔ بعض اوقات ادویات سے کامیاب بھی ہو جاتا ہے۔ تو وہ مجازاً کہہ دیتا ہے کہ فلاں دوا یا فلاں حکیم کے علاج سے میں تندرست ہوا۔ اور میرے ہاں بیٹا ہوا۔ تو یہ سب مجازی صورتیں ہیں۔ ایسا کہنا جائز ہے۔ ہاں فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہی کو دل میں جاننا چاہئے۔

(۱۱) اللہ تعالیٰ سورہ مریم رکوع ۲ میں ارشاد فرماتا ہے :-

وَاذْكُرْ فِى الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ۝ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۚ فَاَرْسَلْنَاۤ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۝ قَالَتْ اِنِّىْۤ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ۝

اور ذکر کر کتاب میں مریم کا۔ جب الگ جا بیٹھی اپنے لوگوں سے ایک پورب رخ جگہ میں پھر کر لیا ان سے ورے پردہ۔ تو ہم نے بھیجا اس کی جانب اپنی روح (یعنی جبرئیل) تو وہ بن آیا اس کے آگے اچھا خاصا آدمی مریم کہنے لگی کہ میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں۔ اگر تو پرہیزگار ہے۔

مریم علیہا السلام کو تیرھواں یا پندرھواں سال تھا کہ حیض ہوا۔ بعد ایام معمولی نہانے کے لئے لوگوں کی طرف سے پردہ کر کے ایک پورب رخ جگہ جا بیٹھیں تو جبرئیل علیہ السلام خوبصورت جوان مرد بن کر ان کے سامنے آ کھڑے ہوئے۔ مریم علیہا السلام نے اجنبی مرد کو دیکھ کر خدا کا واسطہ دیا۔ اور

نامحرم کے اپنے سامنے سے ہٹ جانے کی خواہاں ہوئیں تو جبرئیل علیہ السلام نے اپنے فرشتہ ہونے کا اظہار کرکے آنے کی وجہ ظاہر کی۔

قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ۝

وہ کہنے لگا کہ میں تو بس بھیجا ہوا فرشتہ ہوں تیرے پروردگار کا، تاکہ تجھ کو دے جاؤں ایک پاکیزہ لڑکا۔

دیکھئے یہاں جبرئیل علیہ السلام نے لڑکا عطا کرنے کی نسبت اپنی طرف کی۔ حالانکہ درحقیقت لڑکا دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

(۱۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو توحید کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:۔

اَنِّیْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُيُوْتِكُمْ ۝

(آل عمران رکوع ۵)

میں تمہارے پاس آیا ہوں نشانیاں لے کر تمہارے رب کی جانب سے۔ میں بناؤں گا تمہارے واسطے مٹی سے پرند کی سی شکل کا۔ پھر اس میں پھونک ماروں گا تو وہ ہو جائے گا اڑتا ہوا جانور اللہ کے حکم سے اور میں بھلا چنگا کر دوں گا مادرزاد اندھے کو اور کوڑھی کو اور زندہ کر دوں گا مُردوں کو، اللہ کے حکم سے۔ اور تم کو بتا دوں گا جو کچھ تم کھا کر آؤ گے اور جو ذخیرہ رکھ آؤ گے اپنے گھروں میں"

دیکھئے یہاں بظاہر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اندھے اور کوڑی کو شفایاب کر دینے اور غیب کے احوال بتا دینے کی نسبت اپنے ساتھ مجازاً کی ہے ورنہ ان باتوں کا فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہے۔

(۱۳) حدیث شفاعت کو دیکھئے کہ لوگ بروزِ حشر آدم علیہ السلام سے فریاد کریں گے۔ پھر درجہ بدرجہ دوسرے نبیوں سے فریاد کرینگے۔ پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کریں گے۔ انبیاء علیہ السلام کا فریاد کو پہنچنا مجاز کے طور پر ہے۔ ورنہ حقیقی فریادرس اللہ تعالیٰ ہی ہے

شیخ سعدی فرماتے ہیں:۔

ندا ریم غیر از تو فریادرس | تو ئی عاصیاں را خطا بخش و بس

(۱۴) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک گنوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے پاس آیا اور کہا۔

بِمَا اَعْرِفُ اِنَّكَ نَبِیٌّ " میں کس دلیل سے جانوں کہ آپ نبی ہیں "

آپ نے فرمایا :-

قَالَ اِنْ دَعَوْتُ هٰذَا الْعِذْقَ مِنْ هٰذِهِ النَّخْلَةِ يَشْهَدُ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ -

میں اس کھجور کے درخت میں سے اس خوشہ کو بلاؤں اس حال میں کہ گواہی دے کہ میں اللہ کا رسول ہوں "

فَدَعَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فَجَعَلَ يَنْزِلُ مِنَ النَّخْلَةِ حَتّٰى سَقَطَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ اِرْجِعْ فَعَادَ - فَاَسْلَمَ الْاَعْرَابِیُّ " (مشکوٰۃ)

پس آپ نے اس کو بلایا وہ خوشہ کھجور کا اُترنے لگا - یہاں تک کہ وہ نبی کریم آپ کی طرف آگرا - اور گواہی دی - پھر فرمایا - چلا جا - پس وہ جہاں سے آیا تھا چلا گیا - پھر وہ اعرابی اسلام لایا

(رواہ ترمذی بمشکوٰۃ)

(۱۵) ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے - ایک گنوار آیا - جب وہ نزدیک ہوا تو اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

اَتَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

کیا تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی معبود نہیں ہے - وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں - اور اس بات کی کہ محمد اس کا بندہ ہے اور اسکا رسول

گنوار نے کہا -

وَمَنْ يَّشْهَدُ عَلٰى مَا تَقُوْلُ اور کون ہے جو اس پر گواہی دے جو تم کہتے ہو -

یعنی رسالت کا دعویٰ جو کرتے ہو - کوئی چیز غیر جنس انسان سے بطور معجزے کے گواہی دے - فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے :-

هٰذِهِ السَّلَمَةُ فَدَعَاهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِشَاطِئِ الْوَادِ فَاَقْبَلَتْ تَخُدُّ الْاَرْضَ

یہ کیکر کا درخت گواہی دیگا - آپ نے اس کو اس حال میں بلایا کہ آپ نالے کے کنارے پر پھیرے ہوئے تھے - وہ درخت

حَتّٰى قَامَتْ بَيْنَ يَدَيْهِ فَاسْتَشْهَدَهٗ ثَلٰثًا فَشَهِدَتْ ثَلٰثًا اَنَّهٗ كَمَا قَالَ ثُمَّ رَجَعَتْ اِلٰى مَنْبَتِهَا۔

زمین کو پھاڑتا ہوا آیا۔ یہاں تک کہ وہ آپ کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ آپ نے اس سے تین بار گواہی طلب کی۔ درخت نے تین بار گواہی دی۔ کہ واقع میں اسی طرح ہے جیسے آپ نے فرمایا۔ یعنی پھر وہ اپنی جگہ واپس چلا گیا (دارمی)

(۱۶) عَنْ طَاوُسٍ مُرْسَلًا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَحْيٰى مَوَاتًا مِنَ الْاَرْضِ فَهُوَ لَهٗ وَعَادِيُّ الْاَرْضِ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ هِيَ لَكُمْ مِنِّيْ (رواہ الشافی)۔

طاؤس سے بطریق ارسال کے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص بے آباد زمین کو آباد کرے۔ وہ اس کے واسطے ہے۔ اور قدیم زمین اللہ اور اس کے رسول کے واسطے (یعنی اس میں تصرف کرتا ہوں جس طرح چاہتا ہوں اور اس کے آباد کرنے کا اذن دیتا ہوں) پھر وہ میری طرف سے تمہارے واسطے ہے (یعنی آنحضرت کا حکم اللہ تعالیٰ ہی کا حکم ہے۔

دیکھیے۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف فرما دیا کہ قدیم زمین اللہ اور اس کے رسول کے واسطے ہے۔ بھلا اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہونے میں تو کسی کو شک نہیں ہے۔ لیکن آنحضرت کی ملکیت کس طرح ہو سکتی ہے۔ یہ اختیار ان کو کس نے دے رکھا تھا۔ حالانکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ یعنی جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ کی ہی ملکیت ہے۔

باوجود ایسے صریح حکم کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس دعوے سے یہ فرما دیا کہ یہ زمین اللہ و رسول کے واسطے ہے۔ معلوم ہوا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کا ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ہے۔ اسی واسطے آپ نے ارشاد فرمایا۔ هِيَ لَكُمْ مِنِّيْ یعنی وہ میری طرف سے تمہارے واسطے ہے۔ گویا آپ کا حکم اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ آپ کی تابعداری اللہ تعالیٰ کی تابعداری ہے۔ چنانچہ سورۂ نساء رکوع ۱۱ میں ارشاد ہوتا ہے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ یعنی جو کوئی رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ گویا

میری اطاعت کرتا ہے۔

دراصل یہ اختیار مجازی عقلی ہے۔ ورنہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی مختار ہے۔

(۱۷) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ حَرَّمَ مَكَّةَ اِنِّيْ حَرَّمْتُ الْمَدِيْنَةَ مَا بَيْنَ لَابَتَيْهَا لَا يُقْطَعُ عِضَاهُهَا وَلَا يُصَادُ صَيْدُهَا۔

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ ابراہیم علیہ السلام نے مکہ معظمہ کو حرم قرار دیا۔ اور میں نے مدینہ منورہ کو حرم بنایا ہے اس کی دو سنگلاخ زمینوں کے مابین اس کے درخت نہ کاٹے جائیں، اور نہ اس میں شکار کیا جائے۔

اور صحیح بخاری میں انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ جو کوئی ایسا کرے اس پر اللہ تعالیٰ اور تمام فرشتوں اور انسانوں کی لعنت ہے۔

اس حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کس قدر اختیار ثابت ہوتا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے مدینہ کو حرم بنایا جس طرح اللہ تعالیٰ نے مکہ معظمہ کو حرم بنایا۔ اگر آپ کو کوئی اختیار نہ تھا تو آپ نے ایسا کیوں کیا ارشاد فرمایا۔ کیا آپ خلافِ حکم خدا کوئی امر فرما سکتے تھے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ آپ کا فرمانا عین خدا تعالیٰ کا فرمانا ہے۔ غرض آپ کو اختیارِ مجازی عقلی ہے ورنہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی مختارِ کل ہے۔

توسل بالغیر کی قسمیں توسل بالغیر کی چار قسمیں بتفصیل ذیل ہیں:-

(۱) کسی غیر اللہ کو تمام امورِ عادیہ و غیر عادیہ یا بعض میں ہر وقت اور ہمیشہ یا خاص وقت میں بغیر اعطائے الٰہی قادر بالذات جان کر امرِ مقصود میں استعانت کرے۔

(۲) غیر اللہ سے جب استمداد کی جائے تو اس کو قادر بالذات نہ سمجھا جائے اور جو امور عادیہ عادتاً طاقتِ بشریہ میں داخل ہیں اور عادتاً بحسب علل الاسباب بندہ کو ان کا فاعل مختار کیا جائے اور شرعاً بھی وہ افعال بندہ کی طرف منسوب ہوتے ہوں اور باوجود طاقت بشریہ میں داخل ہونے کے جس سے استعانت کی گئی ہے۔ اس سے استقلال قدرت کا وہم نہ ہو ایسے امور عادیہ میں استعانت کی جائے۔

(۳) کوئی نبی اعجازاً یا کرامتاً اپنی ذات کے لئے یا دوسرے نبی یا ولی کے لئے کسی شخص خاص

یا خاص گروہ سے خاص وقت میں کسی خاص امر کی نسبت یوں غرملئے کہ فلاں شخص فلاں وقت جو چلہے یا فلاں کام جب چاہے ہم سے یا فلاں سے چاہے تو اس کا مطلب ہو جائے گا ہم کر دینگے (اور مثل اَنْبَتَ الرَّبِیْعُ کے یہ اسناد مجازی ہی ہوتی ہے) یا کسی شخص نے بدوں اجازت اپنی والہٹ شوق دبے اختیاری میں کسی برگزیدہ بندے سے استعانت کی اور وہ امر مقدر تھا ہو گیا جس میں اس ولی یا نبی کو کچھ بھی نہیں بلکہ ممکن ہے کہ اسے اطلاع بھی نہ ہو یا اطلاع بھی ہو اور دخل بھی ہو مگر وہی اعجاز یا کرامت کی صورت ہو۔ یا کسی صاحب کشف کو معلوم ہو۔ مگر یہ کام جب ہو گا کہ فلاں بزرگ کی طرف توجہ کی جائے اور اس میں اس کی ہمت کی ضرورت بطور کرامت ہوگی۔ یا مرید حسب استعداد الوہ تعلیمیہ سلوک میں اپنے شیخ سے استعانت اور استمداد کرے جیسے ظاہری علوم کے تلامذہ اپنے اساتذہ سے استفادہ کرتے ہیں

(۴) کسی غیر اللہ میں حی یا میت کی طرف یہ عقیدہ ہو کہ اس کو اللہ تعالٰے نے اختیار دے دیا ہے اور قدرتِ کاملہ تامہ عنایت فرمائی ہے کہ وہ شخص ہر قسم کی مرادات جس کو جس طرح جس وقت چاہے دے اور جس کو چاہے نہ دے اب وہ بعد عطائے الٰہی مستقل ہے۔ وہ بزرگ جب کسی شی کے عطا کرنے کا ارادہ کسی کو فرمائے تو ملنا ضرور ہے جس وقت کہیں سے کوئی شخص اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے یا کسی جنگل کوہ بیاباں یا آبادی میں ندا کرتا ہے وہ اس کی توجہ قلبی کو جانتا ہے اس کی آواز کو سنتا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے اس بزرگ کو یہ قدرت کاملہ عطا فرمائی تو اب سوال کرنا اور دعا مانگنا بھی اسی کے ساتھ مخصوص کر دیا جائے۔

حکم اقسامِ مذکورہ پہلی صورت بالاتفاق کفر اور شرک ہے۔ چنانچہ شواہد الحق میں ہے۔

وَاَنْتَ اِذَا نَظَرْتَ اِلٰی کُلِّ مُتَّحِدٍ مِنْ اَفْرَادِ الْمُسْلِمِیْنَ عَامَّتِہِمْ وَخَاصَّتِہِمْ لَا تَجِدُ فِیْ نَفْسِ اَحَدٍ مِّنْہُمْ غَیْرَ مُجَرَّدِ التَّقَرُّبِ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی بِقَضَاءِ حَاجَاتِہِمُ الدُّنْیَوِیَّۃِ وَ الْاُخْرَوِیَّۃِ بِالْاِسْتِغَاثَاتِ وَ الزِّیَارَاتِ لِاُولٰئِكَ السَّادَاتِ

اگر مسلمانوں کے ہر فرد خاص و عام کو تو دیکھے گا تو ان کے دل میں (بزرگوں کے متعلق) سوائے اس کے اور کوئی بات نہ پائے گا کہ وہ اُن کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالیہ میں اپنی قضا حاجات کے لئے وسیلہ گردانتے ہیں اور اپنی دینی و دنیاوی حاجتیں اللہ تعالےٰ سے ان کے تقرب کے طفیل مانگتے ہیں نہ یہ کہ اُن کو مستقل سمجھتے ہیں کیونکہ

مَعَ عِلْمِهِمْ بِاَنَّهُمْ عَبِيْدُ اللّٰهِ تَعَالٰى لَيْسَ لَهُمْ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ فَقُلُوْبُ الْمُسْلِمِيْنَ وَ جَوَارِحُهُمْ وَ لَحْمُهُمْ وَ دَمُهُمْ مَجْبُوْلَةٌ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى تَوْحِيْدِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَاعْتِقَادِ اَنَّهُ الْفَعَّالُ الْخَالِقُ الْمُسْتَحِقُّ لِلتَّعْظِيْمِ بِالْاَصَالَةِ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَتَعْظِيْمُهُمْ لِسِوَاهُ مِنْ خَوَاصِّ عَبِيْدِهٖ اِنَّمَا يَكُوْنُ بِقَدْرِ مَنْزِلَةِ ذَالِكَ الْعَبْدِ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰى بِحَسْبِ مَا عَلِمُوْهُ ۔

وہ جانتے ہیں کہ وہ حضرات بذاتِ خود اور بالاستقلال کسی چیز کی قدرت نہیں رکھتے۔ پس ثابت ہوا کہ مسلمانوں کے دل کیا بلکہ ان کے جوارح اور دل اور خون بھی ایسے ہیں کہ جن سے توحید کے قطرے ٹپکتے ہیں اور وہ باور کرتے ہیں کہ دینے والا وہی قادرِ مطلق ہے۔ باقی رہا دوسروں کی تعظیم تو وہ اس لئے کہ وہ خاص اللہ تعالےٰ کے بندے ہیں شرعاً مستحق تعظیم ہیں

حضرت قطب حداد ارشاد فرماتے ہیں :۔

فَمَنِ اعْتَقَدَ اَنَّ لِلْوَلِيِّ اَوْ غَيْرِهٖ تَاثِيْرًا فِيْ شَيْءٍ فَهُوَ كَافِرٌ بِاللّٰهِ تَعَالٰى۔

جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ ولی یا غیر ولی کو کسی امر میں بالاستقلال تاثیر کرنے کا اختیار حاصل ہے پس وہ کافر ہے۔

اسی طرح چوتھی قسم بھی شرک اور کفر ہے۔ البتہ دوسری اور تیسری صورتیں سب ثابت ہیں ان میں ممانعت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

استعانت کی جائز و ناجائز صورتیں۔

سوال۔ طریق اربعین یعنی چلہ میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ضیاء القلوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ "استعانت و استمداد از ارواح مشائخ طریقت بواسطہ مرشد خود کردہ ایم" تعلیم استمداد کے الفاظ ذرا کھٹکتے ہیں غیر اللہ سے استعانت و استمداد بطریق جائز کس طرح کرتے ہیں۔ خالی الذہن ہونے کی تاویل کی توجیہ بالکل جی کو نہیں لگتی ایسی بات ارشاد ہو جس سے قلب کو تشویش نہ ہو۔

الجواب :۔ جو استعانت و استمداد بالمخلوق باعتقاد علم و قدرت مستقل مستمد منہ ہو شرک ہے۔ اور جو باعتقاد علم و قدرت غیر مستقل ہو۔ اور وہ علم و قدرت کسی دلیل سے ثابت ہو

معصیت ہے اور جو باعتقاد علم و قدرت غیر مستقل ہو مگر وہ علم و قدرت کسی دلیل صحیح سے ثابت ہو - جائز ہے - خواہ وہ مستمد منہ حی ہو یا میت اور جو استمداد بلا اعتقاد علم و قدرت ہو - نہ مستقل نہ غیر مستقل پس اگر طریق استمداد مفید ہو تب بھی جائز ہے جیسے استمداد بالنار والماء والواقعات التاریخیہ ورنہ لغو ہے - یہ کل پانچ قسمیں ہیں - پس استمداد ارواح مشائخ سے صاحب کشف الارواح کے لئے قسم ثالث ہے - اور غیر صاحب کشف کے لئے محض ان حضرات کے تذکرہ و تصور سے قسم رابع - کیونکہ اچھے لوگوں کے خیال کرنے سے ان کو اتباع کی ہمت ہوتی ہے اور طریق مفید ہے - اور غیر صاحب کشف کے لئے (جو مفید نہ ہو) قسم خامس ہے (فتاویٰ اشرفیہ جلد دوم)

استعانت ارواح کے جواز پر مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا فتویٰ

سوال: کسے صاحب باطن یا صاحب کشف بر قبور ایشاں مراقب شدہ چیزے اخذ مے تواند نمود یا نہ؟

جواب: مے تواند نمود؟

سوال - کوئی شخص جو صاحب باطن ہو یا کشف والا ہو - ان بزرگوں کی قبروں پر مراقبہ کرکے کوئی بات اخذ کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: کر سکتا ہے -

ٹھیک فرمایا حافظ شیرازیؒ نے ؎

بر سر تربت ما چوں گذری ہمت خواہ
کہ زیارت گہ رندان جہاں خواہد بود

صائبؔ نے بھی خوب لکھا ہے ؎

مشو بمرگ ز امداد اہل دل نومید
کہ خواب مردم آگاہ عین بیداری ست

اور غنیؔ نے خوب ہی گل کھلایا ہے ؎

آب و رنگ ما بعالم عافیت گل میکند
بر زمیں ہر چند چوں برگ حنا افتادہ ایم

استعانت و استمداد متنازعہ فیہ

استعانت کے تین محل ہیں - اوّل: کسی انسان کی زندگی میں ہو - دوسرے قیامت میں ہو - سوم ان دونوں کے مابین یعنی بعد ممات عالم برزخ میں ہو - پہلی اور دوسری صورت میں تو اختلاف نہیں ہے - البتہ تیسری صورت متنازعہ فیہ ہے -

تیسری صورت یعنی بعد الممات استعانت بالغیر حق ہے - اور باستثناء بعض فقہا باقی اہل سنت کا اس پر اعتقاد و اتفاق ہے - یہ شرعاً جائز ہے - کوئی عقلی اور نقلی محذور لازم

نہیں آتا۔

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں :-

اِعْلَمْ اَنَّهٗ یَجُوْزُ وَ یَحْسُنُ التَّوَسُّلُ وَالْاِسْتِغَاثَةُ وَ التَّشَفُّعُ بِالنَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم اِلٰی رَبِّهٖ سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰی وَجَوَازُ ذٰلِكَ وَحُسْنُهٗ مِنَ الْاُمُوْرِ الْمَعْلُوْمَةِ لِكُلِّ ذِیْ دِیْنٍ الْمَعْرُوْفَةِ مِنْ فِعْلِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَسِیَرِ السَّلَفِ الصَّالِحِیْنَ وَالْعُلَمَاءِ وَالْعَوَامِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَالتَّوَسُّلُ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَائِزٌ فِیْ کُلِّ حَالٍ قَبْلَ خَلْقِهٖ وَبَعْدَهٗ فِیْ مُدَّةِ حَیَاتِهٖ فِی الدُّنْیَا وَبَعْدَ مَوْتِهٖ فِیْ مُدَّةِ الْبَرْزَخِ وَبَعْدَ الْبَعْثِ فِیْ عَرَصَاتِ الْقِیَامَةِ وَالْجَنَّةِ ○

واضح ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالیہ میں لے جانا جائز اور مستحسن ہے اور دلیل یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سلف صالحین علماء اسلام اور عامہ مسلمین کا یہی وتیرہ رہا ہے۔ گویا یہ ایک معروف ومعلوم چیز ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی حیات سے پیشتر اور حیات میں اور عالم برزخ میں اور قیامت کے میدانوں میں اور جنت میں جائز ہے۔

علامہ شیخ رملی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں :-

وَلِلرُّسُلِ وَالْاَنْبِیَاءِ وَالْاَوْلِیَاءِ اِغَاثَةٌ بَعْدَ مَوْتِهِمْ لِاَنَّ مُعْجِزَةَ الْاَنْبِیَاءِ وَکَرَامَةَ الْاَوْلِیَاءِ لَا تَنْقَطِعُ بَعْدَ مَوْتِهِمْ اَمَّا الْاَنْبِیَاءُ فَاِنَّهُمْ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِهِمْ یُصَلُّوْنَ وَیَحُجُّوْنَ کَمَا وَرَدَتْ بِهِ الْاَخْبَارُ

انبیاء اور اولیاء کرام کے لئے بعد ممات فریاد رسی ثابت ہے۔ وجہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا معجزہ اور اولیاء کرام کی کرامت موت کے بعد منقطع نہیں ہوتی۔ معجزہ انبیاء علیہم السلام تو اس لئے کہ اپنی قبروں میں

فیتلون الاغاثۃ منہم معجزۃ
لہم۔ والشہداء ایضا احیاء
شوھد فانھارا جہارا یقاتلون
الکفار واما الاولیاء فھی کرامۃ
لہم ۔

وہ زندہ ہیں نمازیں پڑھتے اور حج کرتے
پس ان کی فریاد رسی تو ان کے لئے
ایک قسم کا معجزہ ہے ۔ اسی طرح شہید بھی
اپنی قبروں میں زندہ ہیں ۔ مشاہدہ سے
ثابت ہوا ہے کہ بظاہر روز روشن میں
کفار سے جہاد کرتے ہیں اور اولیاء کرام کے لئے ایک کرامت ہے ۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تکمیل الایمان میں تحریر فرماتے ہیں ۔

در استعانت و استمداد از قبور فقہاء
را سخن است ایشاں گویند کہ زیارت قبور
در غیر انبیاء علیہم السلام از برائے عبرت
اعتبار و تذکر موت بود یا برائے ایصال نفع
و استغفار برائے موتیٰ باشد چنانچہ فعل
آنحضرت در زیارت بقیع بصحت رسیدہ
است و مشائخ صوفیہ قدس اللہ اسرارہم
گویند کہ تصرف بعضے اولیاء در عالم برزخ
دائم و باقی است و توسل و استمداد
بارواح مقدسہ ایشاں ثابت و موثر و امام
حجۃ الاسلام محمد غزالی میگویند کہ ہر کہ در
حیات وے بوے توسل و تبرک جویند
بعد از موتش نیز تواں جست و ایں سخن
موافق دلیل است چہ بقائے روح بعد
موت بدلالت احادیث و اجماع علماء
ثابت است و متصرف در حیات و ممات
روح است تبدیل و متصرف حقیقی حق تعالیٰ
است و ولایت عبارت از فنا فی اللہ و

اور قبور سے مدد و اعانت طلب کرنے میں
فقہا کو کلام ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ انبیاء
کے سوا باقی لوگوں کی قبروں کی زیارت
کرنا عبرت و نصیحت حاصل کرنے ۔ اور
موت کو یاد کرنے کے لئے ہوتا ہے ۔ یا
مُردوں کے لئے ثواب پہنچانے یا بخشش
طلب کرنے کے لئے ۔ چنانچہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کے عمل بقیع کے گورستان کی
زیارت میں صحت کو پہنچ چکا ہے ۔ اور مشائخ
صوفیہ قدس اللہ اسرارہم فرماتے ہیں ۔
کہ بعض اولیاء کا تصرف عالم برزخ میں دائم
و قائم ہے ۔ اور ان کی ارواح مقدسہ سے
امداد چاہنا ثابت اور مفید ہے ۔ امام حجۃ
الاسلام محمد غزالی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں ۔
کہ جس شخص کی زندگی میں اس کے ساتھ تبرک و
توسل کیا جائے تو اس کی وفات کے بعد بھی
کر سکتے ہیں ۔ اور یہ بات دلیل شرعی کے
موافق ہے ۔ کیونکہ موت کے بعد روح کا

در بقاء بدوست - و این نسبت بعد از موت اتم و اکمل است و نزد ارباب کشف و تحقیق مقابلہ روح زائر بارواح مزور موجب انعکاس اشعہ لمعات انوار و اسرار شود در رنگ مقابلہ مرأت بمرأت و اولیاء را ابدان مکتسبہ مثالیہ نیز بود - کہ بدآں ظہور نمایند و امداد و ارشاد طالباں کنند - و منکراں را دلیل و برہان بہ انکار آں نیست - یکے از مشائخ گفتہ است کہ چہار کس از اولیاء را دیدم کہ در قبر خود تصرف مے کنند - مثل تصرف ایشاں در حالتِ حیات - یا بیشتر از اں جملہ شیخ معروف کرخی و شیخ عبد القادر جیلانی و دو دیگر را از اولیاء را نیز شمردہ الخ

روح کا باقی رہنا احادیث و اجماع علماء کی دلالت سے ثابت ہے - اور زندگی و موت میں متصرف روح ہے - نہ کہ بدن اور متصرف حقیقی حق تعالیٰ ہے - اور ولایت مراد فنا فی اللہ در بقا باللہ سے ہے - اور یہ نسبت موت کے بعد اتم و اکمل ہے - اور ارباب کشف و تحقیق کے نزدیک زائر کی روح کا مقابلہ اہلِ مزارات کی ارواح کے ساتھ انوار و اسرار کے پرتو پڑنے کا باعث ہے - جیسے آئینہ کا مقابلہ آئینہ سے ہو - اور اولیاء اللہ کیلئے حاصل کردہ مثالی بدن بھی ثابت ہیں - جن کے ساتھ وہ ظہور کرتے ہیں اور طالبوں کو امداد وارشاد فرماتے ہیں - منکروں کو اس کے انکار پہ کوئی دلیل و برہان نہیں ملتی - مشائخ میں سے ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ میں نے چار ولی ایسے دیکھے - جو اپنی قبروں میں تصرف کرتے ہیں جس طرح وہ زندگی میں تصرف کرتے تھے - بلکہ اس سے زیادہ - منجملہ اُن کے شیخ معروف کرخی اور شیخ عبد القادر جیلانی اور دو دو اولیا شمار کئے الخ

علامہ شیخ سید احمد دحلان رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب تقریب الاصول تسہیل الوصول میں فرماتے ہیں -

قَدْ صَرَّحَ كَثِيْرٌ مِّنَ الْعَارِفِيْنَ اَنَّ الْوَلِيَّ بَعْدَ وَفَاتِهٖ مُتَعَلِّقٌ رُوْحُهٗ بِمُرِيْدِيْهِ فَيَحْصُلُ لَهُمْ بِبَرَكَتِهٖ اَنْوَارٌ وَفُيُوْضَاتٌ قَالَ وَمِمَّنْ صَرَّحَ بِذَالِكَ قُطْبُ الْاِرْشَادِ سَيِّدِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَلَوِيِّ الْحَدَّادُ فَاِنَّهٗ قَالَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ الْوَلِيُّ

بہت سے اولیائے کرام نے تصریح فرمائی ہے کہ ولی کی روح بعد وفات اپنے مریدوں سے متعلق ہوتی ہے جس کی وجہ سے مریدوں کو انوار اور فیوضات حاصل ہوتے ہیں اور فرمایا تصریح کرنے والوں میں سے حضرت قطب الارشاد سیدی عبد اللہ علوی الحداد ہیں انہوں نے فرمایا کہ ولی اپنی موت کے بعد اپنے قرابت داروں اور

يَكُوْنُ اعْتِنَاءُهٗ بِقَرَابَتِهٖ حَتَّى الْمَلَاذِيْنَ بِهٖ بَعْدَ مَوْتِهٖ اَكْثَرَ مِنِ اعْتِنَائِهٖ بِهِمْ فِيْ حَيَاتِهٖ لِاَنَّهٗ فِيْ حَيَاتِهٖ كَانَ مَشْغُوْلًا بِالتَّكْلِيْفِ وَبَعْدَ مَوْتِهٖ طُرِحَ عَنْهُ الْاَعْبَاءُ وَالتَّجَرُّدُ وَالْحَيُّ فِيْهِ خُصُوْصِيَّةٌ وَّبَشَرِيَّةٌ وَرُبَّمَا غَلَبَتْ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰى وَخُصُوْصًا فِيْ هٰذَا الزَّمَانِ فَاِنَّهَا تَغْلِبُ الْبَشَرِيَّةُ وَالْمَيِّتُ مَا فِيْهِ اِلَّا الْخُصُوْصِيَّةُ۔

پناہ گیروں الیسی حمایت کرتا ہے جو اس کی بحالت زندگی کی حمایت سے زیادہ ہوتی ہے۔ مکلف تھا اور بعد موت یہ بوجھ اٹھا لیا گیا اور وہ محض مجرد ہو جاتا ہے اور زندہ میں ایک خصوصیت اور بشریت ہوتی ہے جو آپس میں متغالب رہتی ہیں خصوصاً اس زمانے میں تو بشریت ہی اکثر غالب آتی ہے۔ اور میت میں محض خصوصیت ہوتی ہے۔

توسّل عقلاً اس لئے درست ہے۔ کہ جب زمانہ حیات میں توسّل جائز اور بعد از قیامت میں نیز جائز تو بھلا کیوں۔ کیا انبیاء علیہم السلام ان ہر دو مقام میں خود مستقل ہو جاتے ہیں؟ اجازتِ الٰہی کی ضرورت اٹھ جاتی ہے۔ نہیں ہرگز نہیں کوئی عاقل اس کو تسلیم نہیں کر سکتا۔ بلکہ وجہ وہی ہے جو پہلے بیان کی جا چکی ہے کہ توسّل کے معنی ہیں "دعا کرنا" یا اللہ تعالےٰ سے بذریعہ کسی بزرگ مقبول معروف کے کوئی چیز طلب کرنا۔ پس اس میں کوئی محذور شرعی اور فتور عقلی لازم نہیں آتا۔ لہٰذا اسی معنی پر بعد ممات توسّل اور وسیلہ کیوں منع کیا جاتا ہے۔ کیا محذور شرعی لازم ہے؟ کچھ نہیں محض جہالت ہے اور دیدہ دانستہ انصاف سے چشم پوشی ہے۔ علاوہ اس کے جبکہ اللہ تعالےٰ نے انبیاء علیہم السلام کو تبلیغ احکام شرعی میں وسیلہ ٹھیرایا ہے تو اس کے بندہ نے اگر اللہ تعالےٰ کی درگاہ تک پہنچنے کے لئے انبیاء علیہم السلام کو وسیلہ ٹھیرا لیا ہے تو کونسا کفر لازم آجاتا ہے۔ بلکہ یوں کہئے کہ ان حضرات کی پیدائش ہی محض اس لئے ہوتی ہے کہ مخلوقات کے لئے وسیلہ بنیں اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالےٰ تک رسائی انبیاء کی حیات پر ہی منحصر نہیں بلکہ جیسا کہ ان کی حیات میں بندے اس بات کے محتاج ہیں کہ ان کے وسیلہ سے درگاہ ایزدی تک پہنچیں ویسے ہی بعد ممات عالم برزخ میں ان کی طرف محتاج ہیں کہ ان کے ذریعہ سے بارگاہ الٰہی میں مقبول ہو جائیں۔ کیا کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ مجھے اب کوئی ضرورت نہیں کہ اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں مقرب بن جاؤں۔ اور وہاں تک پہنچ جاؤں ہرگز نہیں۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ بلا وسیلہ تقرب ممتنع ہے پس ثابت ہوا کہ انبیاء بعد ممات بھی وسیلہ ہیں۔

استدلالِ مخالفین | شیخ ابن تیمیہ اور اس کے پیرو وغیرہ قرآن مجید کی ان آیتوں کو جو کفار کی مذمت میں نازل ہوئی ہیں ابن توسّل کے عدم جواز کا استدلال کرتے ہیں ۔ جیسے ۔

(۱) فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا (سورہ جن ع۱)

پس نہ پکارو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو

(۲) مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ (سورہ احقاف ع۱)

اس شخص سے زیادہ کون گمراہ ہے جو کہ اللہ تعالےٰ کے سوا اس شخص کو پکارے ہے جو کہ قیامت تک اس کو جواب نہ دے اور اس کی پکار سے بے خبر ہو۔

(۳) وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۔ (سورہ احقاف ع۱)

اور جس وقت لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا انکے لئے دشمن ہونگے اور انکی عبادت کے ساتھ کفر کریں گے ۔

(۴) وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ (سورہ قصص ع۴)

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکارو ورنہ عذاب پانے والوں میں سے ہوجاؤگے

(۵) وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (سورہ یونس ع۱۰)

اللہ تعالےٰ کے سوا کسی ایسی چیز کو نہ پکارو جو تمہارے نفع ونقصان کی مالک نہ ہو۔ پس اگر ایسا کیا تو اس وقت ظالم لوگوں سے ہوجاؤگے ۔

(۶) لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ (سورہ رعد ع۲)

حقیقۃً اس کو پکارنا ہے ۔ اللہ تعالےٰ کے سوا جن چیزوں کو پکارتے ہیں ان کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی اپنی ہتھیلیوں کو اس لئے پھیلاتا ہے تاکہ پانی اس کے مُنہ تک پہنچ جائے حالانکہ وہ اسے قطعاً نہیں پہنچ سکتا ۔ کافروں کا اس طریقہ سے پکارنا محض جہالت کا پکارنا ہے ۔

(۷) فَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۝ اِنْ تَدْعُوْهُمْ

اللہ تعالیٰ کے سوا جن چیزوں کو تم پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے باریک پوست برابر بھی

لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ (سورہ فاطر ع ۲)

قدرت نہیں رکھتے اگر ان کو پکارو تو تمہاری دعا کو وہ سنتے تک نہیں اور اگر سنیں بھی تو جواب نہیں دیں گے روز قیامت میں تمہارے شرک کا انکار کریں گے۔ ہماری طرح تمہیں کوئی خبر دینے والا نہیں ملے گا۔

(۸) قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا۔

کہئے ان کو پکارو جن کو تم نے اللہ تعالیٰ کے سوا گمان کر رکھا ہے وہ تو تمہاری تکلیف کے اٹھانے کی ہرگز قدرت نہیں رکھتے اور نہ ہی اس کو پھیر سکتے ہیں۔

(۹) وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ (سورہ انعام ع ۲)

اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ضرر اور تکلیف تمہیں آئے تو اس کے سوا کوئی دوسرا اس کو ہرگز نہیں دفع کر سکتا۔

(۱۰) قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا (سورہ جن ع ۲)

آپ کہئے کہ میں تمہارے نفع اور نقصان کا بالکل مالک نہیں ہوں۔

(۱۱) اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ (سورہ مائدہ ع ۱۰)

جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے اس پر جنت حرام کر دی گئی ہے اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کے لئے کوئی مددگار نہیں۔

غرض اور بہت سی آیتیں اور حدیثیں اور اقوال سلف و خلف ہیں جن سے وہ لوگ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ جو شخص کسی شخص کے ساتھ توسل اور وسیلہ پکڑے یا حالت غائبانہ میں اس کو پکارے یا اس سے شفاعت چاہے یا کسی کی قبر کی طرف زیارت کے لئے جائے وہ مشرک ہے کیونکہ مشرک بھی بتوں کو خدا نہیں تصور کرتے تھے بلکہ محض تقرب کے لئے انکو مانتے اور انکی عظمت و وقار کرتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَمَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى (سورہ الزمر ع ۱)

مشرک کہتے ہیں کہ ہم تو بتوں کو محض تقرباً الی اللہ مانتے ہیں اور ایک قسم کا وسیلہ خدا

کرتے ہیں۔ ورنہ توحید کے وہ کسی حد تک قائل ہیں

جیسا کہ اللہ تعالیٰ متعدد مقامات میں ارشاد فرماتا ہے:۔

(۱) وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ (سورہ زخرف ع) | اگر کوئی مشرکوں سے سوال کرے کہ تمہیں کس نے پیدا کیا تو جواب میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے۔

(۲) وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ (سورہ لقمان ع) | اگر آپ پوچھیں گے کہ زمین و آسمانوں کو کس نے پیدا کیا ہے تو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے

اسی طرح وسیلہ پکڑنے والے بھی خیال کرتے ہیں کہ معبود تو خدائے واحد ہے۔ ہم ان بزرگوں کا وسیلہ پکڑتے ہیں۔ پس جیسا کہ کفار کو محض اس لئے مشرک کہا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قرب کے لئے وسیلہ کے متلاشی تھے اور شفاعت کا اعتقاد رکھتے تھے ویسے ہی (معاذ اللہ) یہ لوگ بھی مشرک ہیں جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے متعلق یہ خیال رکھتے ہیں کہ وہ ہماری شفاعت کریگا اور ہمارا وسیلہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہوگا۔

جواب۔ ان آیات اور احادیث سے یہ مطلب نکالنا دیدہ دانستہ مسلمانوں کو ناحق مشرک بنانا ہے۔ کیونکہ مسلمانوں نے ہرگز کسی نبی یا ولی کو خدا نہیں سمجھا اور نہ ہی یہ سمجھتے ہیں کہ وہ بذات خود اپنی خاص قدرت کے ساتھ کسی چیز پر ہیں یا کسی کے نفع اور نقصان کے مالک ہیں یا کسی چیز کو پیدا کرتے ہیں بلکہ ہر مسلم کا یہی اعتقاد ہے کہ وہ خدا کے خاص بندے ہیں اور اس کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ کسی طرح وہ عبادت کا استحقاق نہیں رکھتے کہ انکی عبادت کی جائے اور ان کو ایک علیحدہ معبود بنا لیا جائے۔ ہاں چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں۔۔۔ ۔۔۔۔۔۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کیا۔ مقرب بنایا۔ اعلیٰ اعلیٰ انعامات سے ممتاز فرمایا اور وہ ان کی برکت سے اپنی خاص رحمت نازل فرماتا ہے۔ اپنے بندوں پر رحم کرتا ہے ان کے ذریعہ سے اپنے بندوں کی تکلیفوں کو دور فرماتا ہے۔ ان کے طفیل اپنے بندوں پر عجیب عجیب تجلیاں فرماتا ہے بلکہ تمام عالم کو ہی پیدا کرتا ہے جس کی شہادتیں قرآن و حدیث اور اقوالِ سلف و خلف سے بلیشمار مل سکتی ہیں اور ان کی تفصیل اپنے محل پر کی گئی ہے۔

لہٰذا وسیلہ پکڑنے والے اللہ تعالیٰ ہی کو خالق مالک ضار، نافع۔ کاشف۔ قادر۔

قہار، ستار حقیقی تصور کرتے ہوئے ان بزرگوں سے تبرک حاصل کرتے ہیں اور اپنی قضا حاجات کے لئے اللہ تعالےٰ کی بارگاہِ عالیہ میں ایک وسیلہ گردانتے ہیں اور ان کے ذریعہ بارگاہِ الٰہی میں رسائی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ جس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ چونکہ وہ اللہ تعالےٰ کے محبوب ہوتے ہیں اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کی عاجزانہ دعاؤں کو قبول فرماتا ہے اور طرح طرح کے انعامات سے ممتاز فرماتا ہے۔

مشرکوں کا بتوں کو وسیلہ بنانا

سالہا سال گزر گئے عمریں ختم ہوگئیں۔ مگر آج تک ظاہر پرست ملاؤں کا ہنگامۂ تکفیر ختم ہونے میں نہ آیا۔ جا بجا یہی چرچے ہیں کہ فلاں صوفی کافر ہوگیا۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس نے یا رسول اللہ کہا۔ فلاں [illegible] مشرک ہوگیا۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس نے فلاں بزرگ کو اپنی فلاں حاجت کے لئے وسیلہ ٹھہرایا ہے فلاں بدعتی ہوگیا کیوں؟ اس لئے کہ وہ فلاں بزرگ کی قبر پر زیارت کیلئے گیا غرض ہزاروں اور لاکھوں مسلمانوں کو بلا وجہ مشرک بنایا جاتا ہے۔ اور ان کے ایسے فعل کو بلا فرق مشرکوں کا سا فعل قرار دیا جاتا ہے حالانکہ مسلمانوں کا توسل خدا کی وحدانیت و معبودیت میں قطعاً مخل نہیں اور مشرکوں کا توسل صاف شرک پر مشتمل ہے۔ ان دونوں صورتوں کو یکساں قرار دینا سراسر جہل اور محض تعصب ہے دیکھئے آیت یہ ہے۔ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى یعنی کفار عرب جو بتوں کی پرستش کرتے تھے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ تم خدائے واحد کو چھوڑ کر بتوں کی پرستش کیوں کرتے ہو کیا تم خدا کو نہیں مانتے۔ تو اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ ہم خدا کو تو مانتے ہیں مگر بتوں کو اس لئے پوجتے ہیں تاکہ ان کے ذریعہ ہم خدا کے ہاں باریاب ہوجائیں۔ اب کوئی ان متعصب معترضین سے پوچھے کیا صوفیہ متوسلین کا یہی عقیدہ ہے؟ کیا وہ بھی انبیاء و اولیاء کی معاذ اللہ پرستش کرتے ہیں۔ حاشا و کلا۔ بلکہ انبیاء و اولیا کو اللہ کے بندے مگر مقبول و محبوب بندے سمجھتے ہیں اس لئے وہ شرک سے پاک ہیں بخلاف ان کے کفار عرب نے بتوں کو معبود اور مستحق عبادت سمجھ رکھا تھا۔ لہذا وہ مشرک ٹھیرے کیونکہ وہ مشرک فی العبادت ہیں۔ خلاصہ یہ کہ گو وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے وجود کے قائل تھے۔ لیکن جب انہوں نے عبادت میں دوسری چیز کو خدا تعالےٰ کے ساتھ شریک ٹھہرایا اور اللہ تعالےٰ کی عبادت کے بجائے بتوں کی عبادت میں مشغول ہوئے تو اللہ تعالےٰ نے ان کو مشرک اور کافر کہا مسلمان بشرطیکہ وہ صحیح معنے میں مسلمان ہو کبھی اس امر کا معتقد نہیں ہوسکتا نہ ہوا اور نہ ہوگا کہ کسی مخلوق کو مستحق عبادت ٹھہرائے۔

شواہد الحق میں ہے۔

نَعَمْ مَنِ اعْتَقَدَ اَنَّ النَّبِيَّ اَوِ الْوَلِيَّ هُوَ الْفَعَّالُ لِمَا اَرَادَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ تَعَالٰی فَهٰذَا كَافِرٌ بِالْاِتِّفَاقِ وَلٰكِنْ لَيْسَ اَحَدٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ اَجْهَلِ الْجَاهِلِيْنَ يَعْتَقِدُ ذٰلِكَ مِمَّا اَعْلَمُ فَاِنَّهُمْ يَعْتَقِدُوْنَ اَنَّهُمْ خَوَاصُّ عَبِيْدِ اللّٰهِ وَاَنَّهٗ هُوَ الْفَعَّالُ الْمُطْلَقُ لَيْسَ لَهُمْ وَلَا لِغَيْرِهِمْ مَعَهٗ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ سُبْحَانَهٗ تَعَالٰی ـ

جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ کوئی نبی یا ولی خود بخود کسی چیز کا جب ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے بغیر وہ کر سکتا ہے وہ بالاتفاق کافر ہے لیکن کوئی بھی مسلمان کیسا ہی جاہل کیوں نہ ہو ایسا اعتقاد نہیں رکھتا جیسا کہ مجھے معلوم ہے اس لئے کہ ہر مسلمان کا یہی اعتقاد ہے کہ انبیاء و اولیاء اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ہیں اور فعال مطلق اور ہر چیز کا کرنے والا فقط اللہ تعالیٰ ہے اور اللہ تعالیٰ کے سوائے ان کو کوئی نفع کوئی قدرت نہیں اور خود بخود کسی چیز کے نفع و نقصان کے وہ قطعاً مالک نہیں ـ

شواہد الحق میں ہے ـ

وَالْحَاصِلُ اَنَّ مَذْهَبَ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ صِحَّةُ التَّوَسُّلِ وَجَوَازُهٗ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَيَاتِهٖ وَبَعْدَ وَفَاتِهٖ وَكَذَا بِغَيْرِهٖ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَالْاَوْلِيَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ كَمَا دَلَّتْ عَلَيْهِ الْاَحَادِيْثُ السَّابِقَةُ لِاَنَّا مَعَاشِرَ اَهْلِ السُّنَّةِ لَا نَعْتَقِدُ تَاْثِيْرًا وَلَا خَلْقًا وَلَا اِيْجَادًا وَلَا اِعْدَامًا وَلَا نَفْعًا وَلَا ضَرًّا اِلَّا لِلّٰهِ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ فَلَا نَعْتَقِدُ تَاْثِيْرًا وَلَا نَفْعًا وَلَا ضَرًّا بِاعْتِبَارِ الْخَلْقِ وَالْاِيْجَادِ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّاْثِيْرِ وَلَا لِغَيْرِهٖ مِنَ الْاَحْيَاءِ اَوِ الْاَمْوَاتِ ـ

اہل سنت و الجماعت کا مذہب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء سے ان کی حیات میں اور ان کی وفات کے بعد توسل جائز ہے جیسا کہ احادیث سابقہ سے معلوم ہوا کیونکہ ہم اہل سنت والجماعت کو اللہ تعالیٰ وحدہٗ لا شریک لہٗ کے سوا کسی چیز کے لئے یہ اعتقاد نہیں رکھتے کہ اس کے لئے کسی چیز میں تاثیر حقیقی یا خلق و ایجاد و اعدام یا نفع و ضرر کا دخل ہے ـ پس ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کے لئے ان کی حیات و ممات میں کوئی ایجاد و اعدام، خلق و تاثیر ثابت نہیں کرتے ـ

شواہد الحق میں ہے۔

اِذَا قِیْلَ لِوَاحِدٍ مِنْهُمْ لِيَعْلَمْ أَنَّهُ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَبْدُ اللهِ وَرَسُوْلُهُ وَاَنَّهُ لَا يَمْلِكُ هُوَ وَلَا اَحَدٌ مِّنَ الْخَلْقِ مِنْ دُوْنِ اللهِ لَا لِنَفْسِهِمْ وَلَا لِغَيْرِهِمْ ضَرًّا اَوْ لَا نَفْعًا وَهٰذَا كَذٰلِكَ مِنَ الْاُمُوْرِ الْمَعْلُوْمَةِ مِنَ الدِّيْنِ بِالضَّرُوْرَةِ الَّتِيْ اسْتَوٰى فِيْهَا اَعْلَمُ الْعَالِمِيْنَ وَاَجْهَلُ الْجَاهِلِيْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ

ادنی امسلمان جانتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالے کے بندے اور رسول ہیں اور وہ اور دیگر انبیا و مرسلین اللہ تعالے کے بغیر اپنے اور غیر کے لئے کسی نفع اور نقصان کے مالک نہیں ہیں اور یہ بات دین اور مذہب میں ایسی کھلی ہے کہ گویا ایک بدیہی امر ہے اور اس میں عالم اور جاہل برابر ہیں اور وہ تو جانتے ہیں کہ واقعی قدرت اللہ تعالے ہی کو ہے)

کیا کسی بزرگ کی طرف اپنی سوال کی اجابت کو منسوب کرنا مشرک بنا دیتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں بلکہ اگر کسی مسلمان نے اپنے سوال کی اجابت یا اپنی کسی حاجت کا دفعیہ کسی بزرگ کی طرف منسوب کیا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مشرک اور کافر ہوگیا کیونکہ یہ نسبت مجازہ ہوا کرتی ہے اور متوسل بزرگ کو مستقل نہیں سمجھتا ہے۔ مگر مخالف اپنی جہالت سے کہتا ہے کہ یہ محض ایک حیلہ ہے اور مجاز کا ایک اختراعی اور مصنوعی ڈھکوسلا ہے۔ لہذا اب یہ بتلایا جاتا ہے کہ کیا مجاز کا ثبوت قرآن و حدیث میں ہے اور کیا مجازاً کسی کی طرف کوئی چیز منسوب ہوسکتی ہے۔

بحث مجاز کسی کلمہ کو جب کسی معنی میں استعمال کیا جاتا ہے تو یا تو وہ اسی معنی میں استعمال کیا جائیگا جس کے مقابلے میں واضع نے اس کو مقرر کیا ہے یا کسی مناسبت کی وجہ سے کسی دوسرے معنی میں استعمال کیا جائیگا۔ پہلی صورت میں کلمہ حقیقۃ معنوی کہلاتا ہے کیونکہ اس وقت وہ اپنے حقیقی اور اصل معنی میں مستعمل ہوتا ہے جیسے زید کا لفظ بول کر اس کی ذات مراد لی جائے اور دوسری صورت میں کلمہ مجاز لغوی کہلاتا ہے کیونکہ اس وقت وہ اصلی معنی کے علاوہ دوسرے معنی میں بوجہ کسی مناسبت کے مستعمل ہوا ہے۔ جیسے شیر بولا اور مراد زید گیا اب شیر کے لفظ سے زید جو بوجہ مناسبت شجاعت اور بہادری کے مراد لیا گیا ہے وہ مجازی ہے اس قسم کی مثالیں قرآن مجید میں بھی موجود ہیں۔ اَفَمَنْ كَانَ مَيْتًا اے کافراً یہاں میت سے مراد کافر ہے اور دوسری جگہ وارد ہے يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ اے النطفۃ

یہاں میت سے مراد نطفہ ہے۔ علی ہذا القیاس سینکڑوں مثالیں حدیث شریف میں بھی موجود ہیں اسی طرح کبھی کلمہ کو ایسی چیز کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ جس کا وہ فعل نہیں ہوتا اس کو مجاز فی النسبۃ اور مجاز عقلی کہا جاتا ہے کیونکہ یہاں پر مجاز صرف نسبۃ میں ہوتی ہے کہ جس کی طرف کلمہ منسوب حقیقۃ ہونا چاہیئے تھا۔ اس کی طرف نہیں ہوا بلکہ کسی تعلق کی وجہ سے دوسری چیز کی طرف منسوب ہوا ہے۔ چنانچہ عرب کا عام محاورہ ہے۔

استمداد و توسل کے دلائل مؤیدہ

(۱) اللہ تعالیٰ سورہ نساء رکوع ۹ میں ارشاد فرماتا ہے:۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ○

اور اگر یہ لوگ جب انہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا تھا تیرے پاس آجاتے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے اور معافی چاہتا ان کے لئے رسول تو ضرور پاتے اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا۔ مہربان ○

ذرا غور کیجئے کہ کیا اللہ تعالےٰ اپنے آپ نہیں بخش سکتا تھا۔ پھر یہ کیوں فرمایا کہ اے نبی تیرے پاس حاضر ہوں اور تو اللہ تعالیٰ سے اُن کی بخشش چاہے تو یہ دولت و نعمت پائینگے اگر آیت اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ میں مطلق استعانت کا ذاتِ الٰہی میں حصر مقصود ہو۔ تو کیا صرف انبیاء و اولیاء ہی سے استعانت شرک ہوگی۔ کیا یہی غیر خدا ہیں اور سب اشخاص و اشیا جن سے مدد لینا متعارف ہے خدا ہیں؟ نہیں نہیں جب مطلقاً ذاتِ احدیت سے تخصیص اور غیر سے شرک ماننے کی ٹھہری تو کیسی ہی استعانت کسی غیر خدا سے کی جائے۔ ہمیشہ ہر ہر طرح سے شرک ہی ہوگی۔ انسان ہوں یا جمادات، احیاء ہوں یا اموات۔ ذوات ہوں یا صفات۔ افعال ہوں یا حالات غیر خدا ہونے میں سب داخل ہیں۔ تو اب کیا جواب ہے آیت کریمہ کا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ استعانت کرو صبر اور نماز سے۔ کیا صبر خدا ہے جس سے استعانت کا حکم ہوا ہے کیا نماز خدا ہے جس سے استعانت کا ارشاد کیا ہے؟

اگر غیر خدا سے مدد لینی مطلقاً محال ہو تو اس حکم الٰہی کا حاصل کیا اور اگر ممکن ہو تو جس سے

مدد مل سکتی ہے اُس سے مدد مانگنے میں کیا قباحت۔

اس آیت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرنا موجب مغفرت ہے چنانچہ صحیح روایت میں ہے کہ ایک اعرابی نے آپ کے وصال کے بعد اسی آیت کے ذریعہ سے مغفرت چاہی تھی روضہ مبارک سے آواز آئی قَدْ غُفِرَ لَكَ - یعنی اللہ نے تجھ کو بخش دیا"۔

غرض اللہ تعالیٰ نے وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ بر سبیل التفات فرمایا - اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کی بزرگی اور آپ کے استغفار کی تعظیم مقصود ہے - اور اس امر پہ آگاہ کرنا تھا کہ آپ کی شفاعت مقبول ہوگی ؎

چوں شفیعِ خویشتن ساقیِ کوثر کردہ اند | از گناہِ بے کشاں خواہد گذشتن کردگار

(۲) اللہ تعالیٰ سورۂ انفال رکوع ۱۸ میں فرماتا ہے :-

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝	اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرے گا کہ آپ کے ہوتے ہوئے اُن کو عذاب دے اور اللہ ان کو عذاب نہیں دے گا جبتک کہ وہ استغفار کرتے رہیں

غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود کفار کے لئے بھی باعثِ رحمت تھا چنانچہ جبتک آپ مکہ معظمہ میں رہے اس وقت کوئی عذاب انھیں نازل نہ ہوا مگر جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لیگئے تو پھر ان پر عذاب الٰہی نازل ہوا۔

حدیث شریف میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ گنہگار کیسا ہی بڑے سے بڑا گناہ کرے اس کیلئے دو چیزیں پناہ ہیں - ایک تو میرا وجود اور دوسرے استغفار ؎

گفت پیغمبر شمارا اے مہاں | چوں پدر ہستم شفیق و مہرباں
زاں سبب کہ جملہ اجزائے منید | جزو را از کل چرا بر مے کشید

جو وجود باجود اپنی برکت سے مانع عذاب ہے اس سے رفع تکالیف اور حصول مرادات میں مدد طلب کرنا کیوں مستبعد ہے اور کیوں داخلِ شرک ہے۔

(۳) امام مالک رضی اللہ عنہ کا قول استمداد کی تائید میں کہتے ہیں کہ ایک دفعہ خلیفہ منصور عباسی نے حج کیا اور روضہ مقدسہ کی زیارت کی تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے جو مسجد نبوی میں تشریف رکھتے تھے دریافت کیا کہ اے ابو عبداللہ میں قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا مانگوں یا رسول اللہ کی طرف ؟ امام مالک نے فرمایا - تم اس رحمۃ للعالمین کی طرف سے کیوں منہ پھیرتے ہو - آپ تو تمہارے اور تمہارے

دادا آدم علیہ السلام تک وسیلہ ہیں۔ لہٰذا آپ کی طرف ہی منہ کر کے آپ کو شفیع بنا دئیے۔ تو اللہ تعالےٰ تمہارے متعلق آپ کی شفاعت قبول فرمائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا ہے :-

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝	اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں۔ آپ کے پاس آئیں اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں۔ اور ان کے لئے رسول بھی استغفار کرے تو البتہ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا

رحیم پائیں گے"۔ (شفا قاضی عیاض ۔ زرقانی ۔ مواہب اللدنیہ)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا میں تھے تو زیارت کرنے والے کو آپ کی طرف منہ کرنا اور قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا پڑتی تھی۔ پس روضہ مقدسہ میں ہونے کے وقت یعنی آپ کی ذیارت کا یہی التزام ہے (تعالی) دیکھئے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جیسے محدثِ کبیر امامِ کل پیشوائے اہل مدینہ کے الفاظ سے صاف توسل واستمداد کی تائید ہوتی ہے۔ حضور کی قبر مبارک کی طرف رخ کرنا۔ حضور کو وسیلہ سمجھنا اور حضور کو شفیع بنانا صاف استمداد کی تعلیم ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ سورہ یونس کے پہلے رکوع میں ارشاد فرماتا ہے :-

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ	اور خوشخبری سُنا ایمان والوں کو کہ ان کو سچا پایہ ہے اُن کے پروردگار کے ہاں۔

قَدَمَ صِدْقٍ کی تفسیر جمل میں اس طرح آئی ہے :-

قَالَ زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ هُوَ شَفَاعَتُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	زید بن اسلم نے کہا کہ قدم صدق سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہے۔

اس آیت میں ایک بشارت عام مسلمانوں کو دی گئی ہے کہ وہ اس بات سے خوش ہوں کہ انکے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہوگی۔ اس آیت سے صراحتہً ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شفاعت کا اذن بارگاہِ الٰہی سے مل چکا ہے۔

(ج) سورہ بنی اسرائیل رکوع ۹ میں ارشاد ہوتا ہے :-

عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝	قریب ہے کہ تجھے کھڑا کرے گا تیرا پروردگار مقام محمود میں

اس مقام پر عَسٰی کا کلمہ معنی قطعی الوقوع میں مستعمل ہے۔ مقام محمود مقام شفاعت کو کہتے ہیں چنانچہ جلالین میں ہے :-

وَهُوَ مَقَامُ الشَّفَاعَةِ فِي فَصْلِ الْقَضَاءِ	وہ شفاعت کا مقام ہے مقدمات کے فیصلے میں۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محمود پر ضرور سرفراز فرمائیگا۔

(ج) سورہ طٰہٰ رکوع ۸ میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا وَمِنْ آنَاءِ اللَّيْلِ فَسَبِّحْ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى۔	اور پڑھتا رہ اپنے رب کی خوبیاں سورج نکلنے سے پہلے۔ اور رات کی کچھ گھڑیوں میں پڑھا کر اور دن کی طرفوں میں (بھی پڑھا کر) تاکہ تو خوش ہو جائے۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے لفظ ترضیٰ کے تحت میں فرماتے ہیں:۔

مَا يَنَالُ مِنَ الشَّفَاعَةِ۔ یعنی شفاعت کا حکم ملنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہونگے۔

(د) سورہ والضحیٰ میں ارشاد ہوتا ہے۔ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ٥ یعنی اور آگے چل کر تجھ کو اتنا کچھ دیگا تیرا پروردگار کہ تو راضی ہو جائے گا۔

مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں تحریر فرماتے ہیں:۔

کہ چوں ایں آیت نازل شد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیاراں خود فرمودند کہ من ہرگز راضی نشوم تا آنکہ یک کس را از امت خود بہ بہشت خود داخل نہ کنم	کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو فرمایا کہ میں ہرگز راضی نہ ہوں گا جب تک کہ میں اپنے ایک ایک امتی کو بہشت میں نہ لے جاؤنگا

امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے:۔

ما گناہِ چو کوہ۔ ہر دم وغم نے کہ ہست   بہ کتفِ نازکت' بار گران ہمہ

(ہ) طبرانی نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا:۔

أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِمَا خَيَّرَنِي رَبِّي آنِفًا قُلْنَا بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ خَيَّرَنِي بَيْنَ أَنْ يُدْخِلَ ثُلُثَيْ أُمَّتِي الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَّلَا عَذَابٍ وَبَيْنَ الشَّفَاعَةِ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا	کیا تم چاہتے ہو کہ میں تم کو وہ اختیار بتاؤں جو ابھی مجھے اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ تہائی امت کو بغیر حساب وعذاب کے بہشت میں داخل کر دوں یا شفاعت

اختَرتَ قَالَ الشَّفَاعَۃُ ۝ | قبول کروں - پھر صحابہ نے پوچھا - یا رسول اللہ

آپ نے ان دونوں امور سے کس کو اختیار فرمایا - آپ نے فرمایا کہ شفاعت کو۔

جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو امر میں اختیار دیا کہ جس کو چاہیں قبول فرمائیں اور اُس سے آپ نے شفاعت کو اختیار کیا تو آپ ماذون ہو چکے اور شفاعت عام ہوگی - اس میں قید ثلث یا نصف کی نہیں - جیسا کہ دوسری حدیث سے مصرح ہوتا ہے۔

احمد اور طبرانی سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:-

خُیِّرْتُ بَیْنَ الشَّفَاعَۃِ اَوْ یَدْخُلَ نِصْفُ اُمَّتِی الْجَنَّۃَ فَاخْتَرْتُ الشَّفَاعَۃَ لِاَنَّھَا اَعَمُّ وَ اَکْفٰی -

مجھے شفاعت میں اختیار دیا گیا - اور اس امر میں کہ نصف اُمت کو بہشت میں داخل کروں - ان دونوں میں سے میں نے شفاعت کو اختیار کیا - اس لئے کہ شفاعت عام تر و کافی تر ہے۔ یعنی اس میں نصف یا ثلث کی قید نہیں ہے - مُلا غنیمتؒ ؎

چوں در حرفِ شفاعت کب گندہ باز
سوالش تا بزیر لب رسیدہ
دمالیش عرضِ مطالب آمد و کردہ

سزد بر رحمت از عصیاں کند ناز
جوابش گفت عین اللہ بدیدہ
شنیدن تا لب استقبال او کردہ

(د) عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ وَعَدَنِیْ رَبِّیْ اَنْ یُّدْخِلَ الْجَنَّۃَ مِنْ اُمَّتِیْ سَبْعِیْنَ اَلْفًا لَا حِسَابَ عَلَیْھِمْ وَلَا عَذَابَ مَعَ کُلِّ اَلْفٍ سَبْعُوْنَ اَلْفًا (رواہ ترمذی)

ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ میری اُمت سے ستر ہزار آدمی بلا حساب و عذاب داخل جنّت کریگا - ہر ہزار کے ساتھ ستر ہزار ہونگے (ترمذی)

(ذ) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم سَاَلْتُ رَبِّیْ فَوَعَدَنِیْ اَنْ یُّدْخِلَ مِنْ اُمَّتِیْ سَبْعِیْنَ اَلْفًا عَلٰی صُوْرَۃِ الْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ (رواہ بیہقی و البزار و الطبرانی و احمد)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے - کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے پروردگار سے سوال کیا - اس نے مجھ سے وعدہ کیا - کہ میری اُمت سے ستر ہزار آدمی چودھویں رات کے چاند کی طرح داخل جنت کریگا (بیہقی بزار اور طبرانی اور احمد)

(۵) اللہ تعالیٰ کا نعمتیں عطا کرنے میں رسول اللہ کو اپنے ساتھ شریک کرنا	اللہ تعالیٰ سورہ توبہ رکوع ۷ میں فرماتا ہے :-
وَلَوْ اَنَّھُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ سَیُؤْتِیْنَا اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَرَسُوْلُہٗ ۔	اور کیا اچھا ہوتا۔ اگر اسی پر راضی ہو جاتے منافق جو ان کو دیا اللہ اور اس کے رسول نے اور کہتے کہ ہم کو اللہ بس ہے۔ آگے کو بہتیرا دے گا اپنے فضل سے اور اس کا رسول ۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صراحتہً فرما دیا کہ اگر منافق اس پر راضی ہو جاتے جو اللہ اور اس کے رسول نے اُن کو عطا فرمایا تھا اور یہ کہتے کہ ہم کو اللہ ہی بس ہے اور وہ آگے اپنے فضل سے اور بہتیرا عطا فرمائیگا اور اس کا رسول بھی ۔

دیکھئے اللہ تعالیٰ ہر ایک قسم کی نعمتیں دینے دلانے میں اپنے رسول کو بھی شریک فرماتا ہے ۔ کہ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح میں معطی ہوں اسی طرح رسول بھی ہے اب اس لحاظ سے اگر کوئی انبیاء و اولیا سے امداد کا طالب ہو تو وہ کس طرح مشرک ہو سکتا ہے جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے عین مطابق امداد طلب کر رہا ہے ۔

(۶) اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ کو اپنے کاموں میں شریک کرنا	اللہ تعالیٰ سورۃ توبہ رکوع ۱۰ میں فرماتا ہے
اَنْ اَغْنٰھُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ مِنْ فَضْلِہٖ	یہ کہ ان کو کر دیا دولتمند اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے ۔

دیکھئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کس طرح اپنے رسول کو دولت دینے میں اپنے ساتھ شامل اور شریک کیا۔ جو بظاہر ہمارے فریق مخالف کے لئے مشکل پیدا کر دی ہے۔ مگر نہ ہم لوگوں کی عقل کا قصور ہے کہ وہ خواہ مخواہ عوام الناس کو شرک کا مغالطہ دے کر اُن کے پاؤں صراطِ مستقیم سے پھسلاتے ہیں۔ جبکہ خود اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو اپنے کاموں میں شریک فرماتا ہے تو پھر شرک کس طرح ہو سکتا ہے۔ حقیقت میں یہ لوگ شرک کی حقیقت سے بالکل ناواقف اور بے بہرہ ہیں ۔

اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ کی مدد کرنے میں جبرئیل علیہ السلام اور صالحین کو شریک فرمانا	اللہ تعالیٰ سورۃ تحریم رکوع ۱ میں فرماتا ہے :-
فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلٰہُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ بَعْدَ ذٰلِکَ ظَھِیْرٌ	تو اللہ تعالےٰ اس (رسول) کا رفیق ہے اور جبرئیل اور نیک مسلمان اور نیز فرشتے اس کے بعد مددگار ہیں ۔

اس آیت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی مدد میں اپنے ساتھ جبرئیل علیہ السلام اور صالحین کو بھی مددگار بناتا ہے تو اب اگر ان مددگاروں سے عوام الناس مدد طلب کریں تو یہ شرک کس طرح ہوسکتا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے عین ارشاد کے مطابق ہے۔ جبکہ وہ خود اپنے ساتھ جبرئیل اور صالحین کو رسول کی امداد کرنے میں اپنا شریک بتلاتا ہے۔ تو پھر اولیاء اللہ سے امداد طلب کرنا کس طرح شرک ہوسکتا ہے۔

(۸) اللہ تعالیٰ کا اپنے ساتھ دوستی میں رسول اللہ اور مومنوں کو شریک کرنا

اللہ تعالیٰ سورۂ مائدہ رکوع ۸ میں فرماتا ہے:۔

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رٰکِعُوْنَ ۝ وَمَنْ یَّتَوَلَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝

پس تمہارا دوست تو اللہ اور اس کا رسول اور مسلمان ہی ہیں جو نماز پڑھتے اور زکوٰۃ دیتے اور ہمیشہ خشوع کرتے ہیں اور جو دوستی کریگا اور اس کے رسول اور ایمان والوں سے۔ تو بیشک اللہ والے ہی غالب ہیں۔

دیکھئے اس آیت میں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ دوستی میں رسول کو اور مسلمانوں کو شریک کیا جو بظاہر شرک معلوم ہوتا ہے لیکن درحقیقت اس معیت میں رسول اور صالحین کی عزت و توقیر ثابت ہوتی ہے اور ان سے امداد طلب کرنا اصل میں اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگنا ہے یہی ایک نکتہ ہے جو منکرین کی سمجھ میں نہیں آتا۔ اولیاء انبیاء سے امداد و اعانت طلب کرنا درحقیقت اللہ تعالیٰ سے ہی اعانت طلب کرنا ہوتا ہے۔ جبکہ خود اللہ تعالیٰ اُن کو اپنی معیت میں شریک گردانتا ہے۔ تو اس معیت کے کسی وجود سے اگر امداد طلب کی جائے تو وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف منسوب ہوگی۔ عوام الناس بھی اس قوت سے امداد کے طالب ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص قوت ایسے نیک اور پاک وجودوں میں ودیعت کی ہوئی ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ بھی اُن کو اپنی معیت میں شریک کرتا ہے کہ وہ حقیقت میں غیر اللہ نہیں ہوتے۔ بُتوں کے ساتھ اولیاء اللہ کو تشبیہ دینا یا جو آیات بتوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ اُن کو اولیاء اللہ پہ چسپاں کرنا صریحاً تحریف قرآن اور کفر ہے۔

(۹) اللہ تعالیٰ سورۂ مومن رکوع ۱ میں ارشاد فرماتا ہے:۔

اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَہٗ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ

جو فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں عرش کو اور جو عرش کے گرداگرد ہیں۔ وہ تسبیح کرتے ہیں اپنے

يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ | پروردگار کی تعریف کے ساتھ اور اس پہ ایمان رکھتے ہیں اور مغفرت مانگتے ہیں ایمان والوں کے لئے۔

اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ فرشتوں کا کام اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور مخلوق خدا کی سفارش کرنا ہے

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا (سورہ نساء) | جو شخص سفارش کرے نیک بات میں اس کو ملے گا اس میں حصہ۔ (سورۂ نساء رکوع ۱۱)

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ جو شخص کسی بھائی کی نیک امر میں سفارش کرے گا۔ اس پہ خدا نعمتیں نازل ہوں گی۔

(۱۰) اللہ تعالیٰ سورہ مائدہ کے پہلے رکوع میں فرماتا ہے:۔

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى | اور ایک دوسرے کے مددگار بنو نیک اور پرہیزگاری کے کاموں میں۔

ذرا لفظ برّ اور تقویٰ پہ غور و خوض کریں کہ کیا برّ اور تقویٰ خدا ہیں کہ جن کے پائے جانے کے باعث ایک دوسرے کی مدد کرنے کا حکم ہوا ہے۔ عقل سلیم والا تو خود ہی بول اٹھے گا کہ واقعی برّ اور تقویٰ تو خدا نہیں ہیں۔ لیکن ہاں یہ اوصاف جس وجود پاک میں ہوں گے ان میں ایک دوسرے کی مدد کی جائے گی۔

مطلق استمداد و امداد کی مشروعیت کی تائید احادیث سے

(۱) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:۔

اُطْلُبُوا الْخَيْرَ عِنْدَ حِسَانِ الْوُجُوْهِ | خیر طلب کرو خوش رو لوگوں کے پاس۔

(۲) ایک روایت میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

اُطْلُبُوا الْخَيْرَ وَالْحَوَائِجَ مِنْ حِسَانِ الْوُجُوْهِ۔ | نیکی اور حاجتیں خوبصورت لوگوں سے مانگو۔

(۳) حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

قَدْ سَمِعْنَا نَبِيَّنَا قَالَ قَوْلًا هُوَ لِمَنْ يَّطْلُبُ الْحَوَائِجَ رَاحَةٌ اِغْتَدُوْا اُطْلُبُوا الْحَوَائِجَ مِمَّنْ | بے شک ہم نے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک بات فرماتے سنا کہ وہ حاجت مانگنے والوں کے لئے آسائش ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ صبح کرو

زَيَّنَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ بِصَبَاحَۃٍ | اور حاجتیں اس سے مانگو جس کا چہرہ اللہ تعالیٰ نے حسن کے ساتھ آراستہ کیا ہے (رواہ العساکری)

(۴) علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

اُطْلُبُوا الْمَعْرُوْفَ مِنْ رُحَمَاءِ اُمَّتِیْ تَعِیْشُوْا فِیْ اَکْنَافِہِمْ | میرے نرم دل اُمتیوں سے نیکی واحسان مانگو اُن کے ظل عنایت میں آرام کروگے (مستدرک)

غرض احادیث میں کثرت سے وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نیک اُمتیوں سے استعانت کرنے اُن سے حاجتیں مانگنے اُن سے خیر واحسان طلب کرنے کا حکم دیا کہ وہ تمہاری حاجتیں بکشادہ پیشانی روا کریں۔ اور تم اُن کے سایۂ عاطفت میں عیش اٹھاؤ گے۔

پس اس سے بڑھ کر اور کیا صورت استعانت کی ہوگی۔

شستہ رو بالی نیز سے شو بیند گہ از دل غبار | تو خطے ہر جانبا شد روئے زیبا ہم خوش ست

مولانا جامیؒ فرماتے ہیں کہ خوبصورت خوب سیرت ہوتا ہے۔

نکو رو میکشد از خوئے بد پائے | چہ خوش گفت آں نکو روئے نکو رائے
کہ ہر کس در جہاں نیکوست رویش | بہ بہتر زروئے اوست خویش

(۵) طبرانی جامع صغیر میں روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:۔

اُطْلُبُوا الْحَوَائِجَ اِلٰی ذَوِی الرَّحْمَۃِ مِنْ اُمَّتِیْ تُرْزَقُوْا وَتَنْجَحُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ رَحْمَتِیْ فِیْ ذَوِی الرَّحْمَۃِ مِنْ عِبَادِیْ وَلَا تَطْلُبُوا الْحَوَائِجَ عِنْدَ الْقَاسِیَۃِ قُلُوْبُہُمْ فَلَا تُرْزَقُوْا وَلَا تَنْجَحُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ یَقُوْلُ اِنَّ سَخَطِیْ فِیْہِمْ ۵

تم اپنی حاجتیں میرے امت کے رحم دل لوگوں سے طلب کرو۔ تم کو رزق ملے گا اور تم کامیابی حاصل کروگے کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ میری رحمت میرے بندوں میں سے رحم دل لوگوں میں ہے اور سنگدل لوگوں سے مرادیں نہ مانگو کہ تم کو نہ رزق ملے گا نہ کامیابی حاصل ہوگی کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ان پر میرا غضب ہے۔

مطلب یہ ہے کہ حاجت ایسے لوگوں سے طلب کرنی چاہئے۔ جن کے دل نرم ہیں۔ لیکن جو سخت دل ہیں ان سے حاجت طلب کرنا نہیں چاہیے۔ پس اگر غیر اللہ سے حاجت طلب کرنا ناجائز اور نامشروع ہوتا تو آپ بھلا کیوں فرماتے کہ نرم دل والوں سے مدد مانگو۔ اس سے صاف ثابت

ہوا کہ غیر اللہ سے مدد مانگنا جائز ہے۔

ایک شخص نے حضرت موسیٰ سے استغاثہ کیا۔

ایک شخص نے موسیٰ علیہ السلام سے اُن کے دشمن کے واسطے مدد مانگی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ سورہ قصص کے دوسرے رکوع میں ارشاد فرماتا ہے:۔

وَدَخَلَ الْمَدِينَةَ عَلٰى حِينِ غَفْلَةٍ مِّنْ أَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلَانِ هٰذَا مِنْ شِيعَتِهِ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهِ ۚ

اور حضرت موسیٰ شہر کے اندر آئے ایسے وقت کہ وہاں کے لوگ بے خبر تھے۔ تو پایا وہاں دو آدمیوں کو کہ آپس میں لڑ رہے ہیں یہ ایک تو ان کی قوم میں کا تھا اور وہ دوسرا اس کے دشمنوں میں سے۔

فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِي مِنْ شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِنْ عَدُوِّهِ ۙ فَوَكَزَهُ مُوسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ۖ

پس حضرت موسیٰ سے مدد مانگی اُس نے جو اُن کی قوم میں کا تھا اس دوسرے شخص پر جو دشمنوں میں سے تھا۔ تو حضرت موسیٰ نے اس دشمن کے مکہ مارا اور اس کا کام تمام کر دیا۔

دیکھئے ایک اُمتی کا نبی سے مدد مانگنا اس آیت میں صراحتاً پایا جاتا ہے۔ اگر اس قسم کی استعانت منع ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس مقام پر اس کی تردید فرما دیتا کہ غیر اللہ سے مدد مانگنا ناجائز اور کفر ہے۔ جس طرح عبادت غیر کو جابجا منع فرمایا ہے۔

مسلمانو! خوب یاد رکھو کہ حقیقت میں تو مدد دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ لیکن اس شخص کو بظاہر بطور سبب مجاز موسیٰ علیہ السلام مدد دینے والے ہیں۔ کیونکہ عالم اسباب کا یہ ایک نہایت ضروری سبب ہے کہ اس کے بغیر چارہ نہیں ہے۔

سائل کو جھڑکنے کی نہی سے استمداد کے جواز پر استدلال

اللہ تعالیٰ سورہ وَالضُّحٰی میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَأَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۔

اور سائل کو جھڑکو نہیں۔

جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی سائل تم میں سے کسی کے دروازے پر آئے تو اس کو جھڑکو نہیں۔ بلکہ اگر ہو سکے تو اس کے سوال کو پورا کرو۔ پس اگر غیر اللہ کے پاس جا کر مانگنا شرک ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس طرح ہرگز نہ فرماتا کہ سائل کو جھڑکو نہیں بلکہ یوں ارشاد فرماتا۔ کہ اگر کوئی سائل

کسی کے دروازے پر آئے تو اس کو میرے دروازے پر بھیجو۔ کیونکہ میں ہی ہر ایک سائل کی حاجت روا کرنے والا ہوں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں فرمایا۔ اس لئے اس سے صاف ظاہر ہوا کہ غیر اللہ سے مانگنا شرک نہیں ہے۔

یاد رہے کہ یہاں سوال عام ہے یعنے مانگنے میں سب کچھ داخل ہے۔ خواہ پیسہ مانگا جائے یا کھانا یا وہ چیز مانگی جائے جو انسان دے سکتا ہے اور اُسکی طاقت اور اختیار میں ہے۔

پس جبکہ ایک فعل کو غیر فاعل کے ساتھ مجازاً منسوب کرنے کا جواز قرآن مجید سے ثابت ہو گیا بلکہ مجاز کو فصاحت و بلاغت میں داخل سمجھا جاتا ہے۔ تو ایک مسلمان کے کلام کو کیوں نہ مجاز پر محمول کیا جائے اور کیوں اس کو محمول حقیقت کر کے موجب شرک قرار دیا جاتا ہے اور خواہ نخواہ اس کو مشرک اور کافر بنایا جاتا ہے۔

شواہد الحق میں ہے۔

وَالْمُسْتَغَاثُ بِهٖ فِی الْحَقِیْقَةِ هُوَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَالنَّبِیُّ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وَاسِطَةٌ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الْمُسْتَغِیْثِ فَهُوَ سُبْحَانَهٗ مُسْتَغَاثٌ بِهٖ وَالْغَوْثُ مِنْهُ خَلْقًا وَاِیْجَادًا وَالنَّبِیُّ مُسْتَغَاثٌ وَالْغَوْثُ مِنْهُ سَبَبًا وَکَسْبًا وَمُسْتَغَاثٌ بِهٖ وَبِالْجُمْلَةِ فَاِطْلَاقُ لَفْظِ الْاِسْتِغَاثَةِ لِمَنْ یَّحْصُلُ مِنْهُ غَوْثٌ وَلَوْ سَبَبًا وَکَسْبًا اَمْرٌ مَعْلُوْمٌ لَا شَكَّ فِیْهِ لُغَةً وَشَرْعًا ٥

حقیقتاً ایسا فریاد رس اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم محض وسیلہ ہیں اور اللہ تعالےٰ کا فریاد رس ہونا بمعنی ایجاد اور خلق شی کے ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بمعنی سبب اور کسب کے بہر صورت غیر اللہ کے لئے استغاثہ اور استعانت کا لفظ بمعنی مذکورہ بولنا ایک بدیہی امر ہے اور لغت اور شریعت سے ثابت ہے۔

بہر صورت یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا کہ مجازی طور پر کسی غیر اللہ کسی چیز میں استعانت کرنا ہرگز موجب کفر و شرک نہیں۔ غیر اللہ کو ایک سفیر محض اور ذریعہ اجابت متصور کیا جاتا ہے۔

چونکہ یہ امر کہ یہ اعانت و وسیلہ شرک سے بالکل خالی ہے اس امر پہ موقوف ہے کہ شرک کی تشریح کی جائے کہ وہ کونسا شرک ہے کہ جس کے ارتکاب سے انسان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اب مختصراً اس امر کو واضح کیا جاتا ہے۔

شرک کی تشریح شرک لغت میں " یا کسے شریک شدن " کہتے ہیں اور شریعت میں شرک کی واضح تفسیر جو علماء نے کی ہے کہ کسی وصف کو غیر اللہ کیلئے اس طریقہ میں ثابت کرنا کہ جس طرح اور جس حیثیت سے وہ اللہ تعالیٰ کیلئے ثابت ہے۔ یعنی یہ اعتقاد رکھنا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کا علم قدیم ازلی ابدی ذاتی غیر محدود و محیط کل ہے اسی طرح کسی نبی یا رسول یا ولی وغیرہ کو بھی ہے۔ اور جس طرح اللہ تعالیٰ جملہ صفاتِ کمالیہ کا مستجمع اور تمام عیوب و نقائص سے پاک اور منزّہ ہے اسی طرح غیر بھی۔

یہی وہ شرک ہے جس کی وجہ سے انسان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اور بلا توبہ اگر مر گیا تو ہمیشہ کے لئے دوزخ کا ایندھن ہوا، اور اسی کے متعلق تہدید مزید اور وعید شدید آئی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :-

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ
(سورہ حج رکوع ۴)

جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک کرے گویا وہ آسمان سے گر پڑا (یعنی بلندی ایمان سے اور توحید سے پستی شرک و کفر میں گر پڑا) یا ہوا نے اس کو کسی اور جگہ لیجا کر پھینک دیا (یعنی وہ رحمت الٰہی سے دور ہوا)

(۲) اللہ تعالیٰ سورہ نساء رکوع ۸ میں ارشاد فرماتا ہے :-

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ۵

اللہ یہ تو معاف کرتا نہیں کہ اُس کے ساتھ کسی کو شریک گردانا جائے اور اس کے سوا جسے چاہے بخش دے اور جو اللہ کا شریک گردانے تو بیشک وہ دُور بھٹک گیا۔

(۳) اللہ تعالیٰ سورہ لقمان رکوع ۲ میں ارشاد فرماتا ہے :-

وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّ

اور جب لقمان نے کہا اپنے بیٹے سے اور وہ اس کو نصیحت کرتا تھا کہ بیٹا شریک نہ

الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ٥ | کیونکہ شریک ٹھہرانا اللہ کا۔ کچھ شک نہیں کہ شرک بڑا ظلم ہے۔ یعنی سب سے بڑھ کر گناہ ہے۔

قرآن مجید کے بعد احادیث میں بھی شرک کی شدتِ خطر کو بالفاظِ صریح بیان فرمایا گیا ہے۔

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لَا تُشْرِكْ بِاللّٰہِ شَيْئًا وَإِنْ قُتِلْتَ وَحُرِّقْتَ (رواہ احمد)

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ شریک ٹھیرا۔ اللہ کا کسی کو۔ اگرچہ تو قتل کیا جائے اور تو جلایا جائے (مشکوٰۃ)

دیکھئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شرک سے بچنے کی یہاں تک تاکید کرتے ہیں کہ اگر جان بھی جائے تو بھی شرک نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ یہ ایسا سنگین جرم ہے کہ یہ قابلِ معافی نہیں ہے۔

(۲) عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالَى يَا ابْنَ آدَمَ إِنَّكَ لَوْ لَقِيتَنِي لَا تُشْرِكُ بِي شَيْئًا إِلَّا أَتَيْتُكَ بِقِرَابِهَا مَغْفِرَةً۔ (رواہ الترمذی)

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے اے آدم کے بیٹے۔ بیشک تو اگر مجھ سے ملے دنیا بھر کے گناہ لے کر۔ پھر مجھ سے ملے کہ نہ شریک سمجھتا ہو میرا کسی کو تو بیشک میں لے آؤں تیرے پاس بخشش دنیا بھر

مطلب یہ ہے کہ اس دنیا میں سب گنہگاروں نے جتنے گناہ کئے ہیں اگر ایک آدمی وہ سب کچھ کرے لیکن شرک سے پاک ہو تو جتنے اس کے گناہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس پر اتنی ہی بخشش کرے گا۔

شرک کی تشریح اور معیار

جس فعل کا شرک ہونا نص سے ثابت ہو۔ وہ واقعی حرام اور ممنوع اور جس فعل کے شرک ہونے پر قرآن وحدیث ناطق نہ ہوں اس کو خواہ مخواہ شرک ٹھہرانا اور اس کے ممنوع ہونے پر فتویٰ دینا سراسر حماقت اور نادانی ہے۔ کیونکہ اگر ہر جگہ شرک یا الہام شرک کا بلا دلیل اعتبار کر لیا جائے گا تو دائرہ اسلام اس قدر تنگ ہو جائے گا کہ تلاش کرنے سے بھی کوئی مسلمان نہ ملے گا۔ مثال کے طور پر دیکھئے اللہ تعالیٰ موجود ہے۔ اب کسی غیر کو موجود ہرگز نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ اس سے شرک کا وہم پڑتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ بھی موجود اور غیر اللہ بھی موجود۔ لہٰذا غیر اللہ معدوم محض ٹھہرا تو کیا کوئی عاقل اس کو صحیح ماننے پر مجبور کیا جا سکتا ہے ہرگز نہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ علیم تو دوسرا کوئی ذی علم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہم شرک موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی علیم اور غیر اللہ بھی علیم

اسی طرح اللہ تعالیٰ بصیر (یعنی دیکھنے والا) رحیم (رحم کرنیوالا) کریم (بخشش کرنیوالا) تو غیر اللہ بصیر اور کریم وغیرہ کبھی نہیں ہو سکتا بلکہ ہر شخص اندھا۔ بے رحم، بخیل اور گمراہ ہوا۔ وغیرہ ہوگا۔ علیٰ ہذا القیاس اللہ تعالیٰ کے ہزاروں اسماء اور صفات ہیں جو غیر اللہ پر بولے جاتے ہیں۔ مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ الرَّحِيْمُ یعنی مومنین کیساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت شفقت کرنیوالے اور رحم دل ہیں" اور اس سے بھی زیادہ واضح یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہی وہ ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کا خود نام ہے ۔ تو کیا اللہ تعالیٰ نے غیر کو رحیم رؤف ۔ بشیر ونذیر ۔ سمیع بصیر وغیرہ اسماء وصفات سے ممتاز کر کے ایک گونہ سبیل اطلاق کو جائز قرار دیا ، یا کہ معاذ اللہ شرک اور ایہام شرک کی تعلیم دی ہے نہیں ہرگز نہیں ۔ کیا کوئی عقلمند یہ تصور کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ منع بھی فرماتے اور اسی ہی کی اجازت بھی دے ۔ پھر کس قدر یہ امر پر غضب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ امر غیر واقعی منسوب کیا جاتا ہے بلکہ حقیقت واقعی یہ ہے کہ محض تخیلات کا سودا اور ظنیات فاسدہ سے خواہ مخواہ مسلمانوں کو مشرک بنایا جاتا ہے اور ایہام شرک کی بے معنی آڑ لے کر قرآن وحدیث کی غیر محل تحریف کیجاتی ہے کیونکہ ایہام شرک اگر کوئی واقعی حقیقت رکھتا اور شریعت غراء میں اس کا لحاظ اور اعتناء ہوتا تو ضرور قرآن وحدیث میں اس کی تصریح موجب تفریح ہوتی پھر جبکہ ایسی چیز جس کی وجہ سے جملہ مخلوقات ہی راہ راست سے بھٹک جاتی اور شرک وغیرہ میں مبتلا ہوجاتی کیسے تصور ہو سکتا ہے کہ اس کو قصداً وارادۃً ترک کر دیا گیا ہے ۔ اسی لئے علمائے کرام نے تصریح کی ہے کہ جب کبھی اسماء صفات الٰہیہ کہ غیر اللہ پر بولا جائیگا مناسب حیثیت جانبین اطلاق کرینگے مثلاً لفظ علی جبکہ اللہ تعالیٰ کی ذات مقدسہ پر بولا جائیگا علو و رفعت ذاتی غیر مستفادی مراد ہوگی اور جس وقت وہ غیر اللہ پر بولا جائیگا ۔ مراد علو و رفعت عرضی مستفادی مراد ہوگی یعنی اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی۔ در مختار کے

جائز التسمية بعلی ورشيد وغيرهما من الاسماء المشتركة ويراد فی حقنا غير ما يراد فی حق الله تعالیٰ ۔

علی و رشید وغیرہما کے ساتھ نام رکھنا جائز ہے کو یہ نام بطریقہ اشتراک غیر اللہ بولے جاتے ہیں لیکن جب غیر اللہ پر بولے جائیں گے تو اسی طرح نہیں بولیں گے جس طرح اللہ تعالیٰ پر بولے جاتے ہیں ۔

بہرصورت مطلع بالکل صاف ہے کہ دلائل شرعیہ اور نصوص قطعیہ سے کسی لفظ کی بخیال ایہام شرک ممانعت اطلاق ہرگز ثابت نہیں اور جبکہ ادلہ شرعیہ سے کسی حکم سے ساکت نہیں بلکہ اطلاق و جواز کی تصریح فرما رہی ہیں تو کسی کو بزعم خود یہ کیسے حق حاصل ہو سکتا ہے کہ اپنی طرف سے جو حکم چاہے ایجاد کر لے اور اس کو شرعی حکم قرار دے لے ۔ ہاں جس لفظ کے اطلاق سے شریعت غراء نے ممانعت فرما دی ہے وہ بے شک منع ہوگا ۔ جیسے لفظ "اللہ" کا کبھی غیر اللہ پر بولا نہیں جاتا ۔ علیٰ ہذا القیاس خالق معبود مالک مطلق وغیرہا بھی غیر اللہ پر نہیں بولے جائیں گے کیونکہ ان کا اطلاق شرعاً غیر پر ممنوع ہے ۔

آگے ہم قرآن مجید وحدیث شریف سے چند ایسے دلائل پیش کرتے ہیں ۔ جن کی روشنی میں معترضین کے دل سے مسئلہ استمداد و توسل کا استبعاد رفع ہو سکتا ہے بشرطیکہ انمیں شمہ بھر انصاف ہو۔

توسّل واستمداد کی اقسام اور ان کی تشریح

اللہ تعالیٰ سورہ مائدہ رکوع ۵ میں ارشاد فرماتا ہے :-

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْۤا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ	اے ایمان والو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔

وسیلہ وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کا تقرب کیا جائے۔ عام ازینکہ ذات ہو فعل یا قول۔ وسیلہ کو مختص بافعال کہنا ایک ایسا امر ہے جس میں کوئی دلیل نہیں بلکہ ذوات فاضلہ کو افعال صادرہ پر بدرجہا تفضیل ہے خصوصاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ اللہ کے نور سے پیدا ہوئے ہیں افعال کو ان کی ذات بابرکات سے کیا مناسبت۔ پھر ایسے مقام پہ وسیلہ سے ذوات مراد لینا نہایت مناسب ہے۔ صاحب مزرع الحسنات اس آیت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ ہونے پر سند لایا ہے۔

مولوی اسمٰعیل دہلوی اپنی کتاب منصب امامت میں تحریر فرماتے ہیں :-

مراد از وسیلہ شخصے است کہ اقرب الی اللہ باشد در منزلت !	وسیلہ سے مراد وہ بزرگ آدمی ہے جو درجہ میں اللہ کی طرف سے زیادہ قریب ہو

غرض اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مطلق وسیلہ مانگنے کا حکم فرمایا۔ لیکن اس کی تفصیل بیان نہیں فرمائی۔ چونکہ توسل اور مدد کی کئی قسمیں ہیں۔ اس لئے قرآن مجید۔ احادیث نبویہ اور اقوال الصالحین سے ان کی قسمیں لکھی جاتی ہیں :-

توسل اور امداد کی تین قسمیں ہیں :- **اوّل** توسّل بالاعمال یعنی عمل صالحہ سے توسل کرنا **دوم** ۔ توسل بالجاہ یعنی انبیاء و اولیا کی جاہ و رتبہ کے ذریعے توسّل اور استغاثہ کرنا۔ خواہ وہ مقدور بشر ہو یا نہ ہو۔ **سوم** ۔ انبیاؑ و اولیا سے دعا یا سفارش کی درخواست کرنا۔

خدمتِ والدین پاک دامنی اور ادائے حق کے توسل سے قبولیت دعا	عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ قَالَ	عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے :- تین آدمی کہیں جا رہے تھے کہ اتفاقاً بارش ہونے لگی۔ اس لئے وہ تینوں پہاڑ کی غار میں جا گھسے

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَہُمَا ثَلَاثَۃُ نَفَرٍ یَتَمَاشَوْنَ اَخَذَھُمُ الْمَطَرُ فَاوَوْا اِلٰی غَارٍ فِیْ جَبَلٍ

فَانْطَبَقَتْ عَلَيْهِمْ فَقَالَ
بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ اُنْظُرُوا
اَعْمَالاً عَمِلْتُمُوْهَا صَالِحَةً
لِلّٰهِ فَادْعُوا اللّٰهَ تَعَالٰى بِهَا
لَعَلَّهٗ يُفَرِّجُهَا عَنْكُمْ فَقَالَ
اَحَدُهُمْ اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ كَانَ
وَالِدَانِ شَيْخَانِ كَبِيْرَانِ وَلِيَ
صِبْيَةٌ صِغَارٌ اَرْعٰى عَلَيْهِمْ
فَاِذَا رُحْتُ عَلَيْهِمْ حَلَبْتُ
فَبَدَأْتُ بِوَالِدَيَّ فَسَقَيْتُهُمَا
قَبْلَ وَلَدِيْ وَاِنِّيْ نَاٰى بِيْ
ذَاتَ يَوْمٍ الشَّجَرُ فَلَمْ اٰتِ
حَتّٰى اَمْسَيْتُ فَوَجَدْتُهُمَا
قَدْ نَامَا فَحَلَبْتُ كَمَا كُنْتُ اَحْلُبُ
فَجِئْتُ بِالْحِلَابِ فَقُمْتُ عِنْدَ
رُءُوْسِهِمَا اَكْرَهُ اَنْ اُوْقِظَهُمَا
مِنْ نَوْمِهِمَا وَاَكْرَهُ اَنْ اَسْقِيَ
الصِّبْيَةَ قَبْلَهُمَا وَالصِّبْيَةُ
يَتَضَاغَوْنَ عِنْدَ قَدَمِيْ فَلَمْ
يَزَلْ ذٰلِكَ دَاْبِيْ وَدَاْبُهُمْ
حَتَّى الْفَجْرِ فَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ
اِنِّيْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ
فَافْرُجْ لَنَا مِنْهَا فُرْجَةً نَرٰى
مِنْهَا السَّمَاءَ فَفَرَجَ اللّٰهُ مِنْهَا
فُرْجَةً فَرَاَوْا مِنْهَا السَّمَاءَ وَ

خدا کی قدرت اُس غار کے مُنہ پہ ایک پتھر آگیا
جس سے غار کا مُنہ ڈھک گیا۔ پھر آپس میں یہ
صلاح ٹھہری کہ اپنے اپنے نیک اعمال کا ذکر
کرنا چاہیئے جو اللہ کے لئے ہوں۔ پھر اللہ
سے دعا کرو تاکہ اللہ تعالیٰ غار کا مُنہ کھولے
تو ایک نے کہا کہ خداوندا! میرے ماں باپ
بوڑھے تھے اور بچے ننھے سے تھے۔ میں بکریاں
چرایا کرتا تھا۔ جب گھر آتا تو دودھ دوہ کر
پہلے اپنے ماں باپ کو پلاتا پھر بچوں کو۔ ایک
روز درخت دور تھے (جن کے پتے بکریوں کو
چرانے تھے) گھر کو آتے آتے شام ہوگئی والدین
سو گئے تھے۔ میں دودھ دوہ کر دودھ کا برتن
لئے والدین کے سرہانے کھڑا ہُوا۔ ادب سے
اُن کو اُٹھا نہ سکا۔ اور یہ امر مجھے پسند تھا کہ
خلافِ معمول بچوں کو پہلے پلاتا۔ بچوں کی یہ
کیفیت تھی کہ وہ میرے پاؤں کے پاس
بھوک سے چیختے تھے۔ یہاں تک کہ صبح
ہوگئی۔ پس اگر یہ کام میں نے تیری رضا کے
لئے کیا تھا تو اس پتھر کو اس قدر اُٹھا دے
جس سے ہم آسمان کو دیکھ سکیں۔ چنانچہ
اس قدر پتھر اُٹھ گیا جس سے آسمان نظر
آتا تھا۔ اور دوسرے نے کہا۔ خداوندا
مجھے اپنی چچا زاد بہن سے وہ شدید عشق
تھا جو مردوں کو عورتوں سے ہے۔ میں نے
اُس سے وصال چاہا۔ اُس نے کہا۔ کہ اگر

قَالَ الْآخَرُ اللّٰهُمَّ إِنَّهُ كَانَتْ لِي ابْنَةُ
عَمٍّ أُحِبُّهَا كَأَشَدِّ مَا يُحِبُّ الرِّجَالُ النِّسَاءَ
وَطَلَبْتُ إِلَيْهَا نَفْسَهَا فَأَبَتْ حَتّٰى آتِيَهَا بِمِائَةِ
دِينَارٍ فَتَعِبْتُ حَتّٰى جَمَعْتُ مِائَةَ دِينَارٍ فَجِئْتُهَا بِهَا
فَلَمَّا وَقَعْتُ بَيْنَ رِجْلَيْهَا قَالَتْ يَا
عَبْدَ اللّٰهِ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَفْتَحِ الْخَاتَمَ
إِلَّا بِحَقِّهَا فَقُمْتُ عَنْهَا فَإِنْ كُنْتَ
تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ
وَجْهِكَ فَافْرُجْ لَنَا مِنْهَا فُرْجَةً
فَفَرَجَ لَهُمْ وَقَالَ الْآخَرُ اللّٰهُمَّ
إِنِّي كُنْتُ اسْتَأْجَرْتُ أَجِيرًا بِفَرَقِ
أَرُزٍّ فَلَمَّا قَضٰى عَمَلَهُ قَالَ أَعْطِنِي
حَقِّي فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ فَرَقَهُ فَرَغِبَ
عَنْهُ فَلَمْ أَزَلْ أَزْرَعُهُ حَتّٰى
جَمَعْتُ مِنْهُ بَقَرًا وَرِعَاءَهَا
فَجَاءَنِي فَقَالَ اتَّقِ اللّٰهَ وَلَا تَظْلِمْنِي
حَقِّي قُلْتُ اذْهَبْ إِلٰى تِلْكَ الْبَقَرِ
وَرِعَائِهَا فَخُذْهَا فَقَالَ اتَّقِ اللّٰهَ
وَلَا تَسْتَهْزِئْ بِي فَقُلْتُ إِنِّي لَا أَسْتَهْزِئُ
بِكَ خُذْ ذٰلِكَ الْبَقَرَ وَرِعَاءَهَا
فَأَخَذَهُ فَذَهَبَ بِهِ فَإِنْ كُنْتَ
تَعْلَمُ أَنِّي فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ
وَجْهِكَ فَافْرُجْ لَنَا مَا بَقِيَ فَفَرَجَ
اللّٰهُ مَا بَقِيَ ۔ (رواہ مسلم)

سو اشرفیاں دو تو مضائقہ نہیں۔ میں نے
نہایت محنت سے سو اشرفیاں جمع کر کے
اسے دیں۔ جب میں وصل کے لئے اس کے
سامنے بیٹھا تو اس نے کہا کہ اے اللہ کے
بندے خدا سے ڈر میرے ساتھ زنا نہ کر۔
تو میں اسے چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ تو اگر میں نے
یہ کام تیری مرضی کے لئے کیا تھا۔ تو پتھر کو کچھ
اٹھا۔ اب ایک ثلث پتھر اوپر آ گیا۔ اور
تیسرے نے کہا کہ خداوندا میں نے ایک مزدور
سے ایک فرق (سولہ رطل) دھان پر ٹھیرایا
جب اس نے مزدوری کر کے اپنی اجرت
چاہی تو میں نے وہ دھان پیش کئے۔
وہ ناخوش ہو کر چلا گیا۔ پھر میں اس دھان
کو علیحدہ بوتا رہا۔ اس میں سے جو کچھ فائدہ
ہوتا تھا اس کو ترقی دیتا تھا۔ یہاں تک
کہ اس سے بیل اور چرواہے وغیرہ مہیا
کئے۔ ایک عرصے کے بعد وہ مزدور آیا اور
اس نے اپنا حق مانگا۔ میں نے کہا کہ یہ
سب لے جاؤ۔ اس نے کہا کہ خدا سے
ڈرو مجھ سے مسخری نہ کرو۔ میں نے کہا میں
مسخری نہیں کرتا۔ غرض وہ سب لے گیا
تو جانتا ہے کہ اگر میں نے یہ کام تیری خوشی
کے لئے کیا تھا تو باقی ماندہ پتھر کو ہٹا دے۔
چنانچہ وہ پتھر غار کے منہ سے سب کا سب
الگ ہو گیا۔ (مشکوٰۃ)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح صحیح مسلم میں تحریر فرماتے ہیں :-

وَاسْتَدَلَّ اَصْحَابُنَا بِهٰذَا عَلٰى اَنَّهٗ يَسْتَحِبُّ لِلْاِنْسَانِ اَنْ يَدْعُوَ فِيْ حَالِ كَرْبِهٖ وَفِيْ دُعَاءِ الْاِسْتِسْقَاءِ وَغَيْرِهٖ بِصَالِحِ عَمَلِهٖ وَيَتَوَسَّلُ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى بِهٖ لِاَنَّ هٰؤُلَاءِ فَعَلُوْهُ فَاسْتُجِيْبَ لَهُمْ وَذَكَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَعْرَضِ الثَّنَاءِ عَلَيْهِمْ وَجَمِيْلِ فَضَائِلِهِمْ ۝

ہمارے اصحاب نے حدیث غار سے یہ دلیل پکڑی ہے کہ انسان کے لئے مستحب ہے کہ اپنی تکلیف میں یا دعائے استسقاء وغیرہ میں اپنے اعمال صالحہ سے دعا کرے اور اعمال صالحہ کو اللہ عزوجل کا وسیلہ کرے اسلئے کہ اصحاب غار نے ایسا ہی کیا تھا چنانچہ اُن کی دعا قبول ہوئی اور اس قصہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی ثنا اور فضائل میں ذکر کیا۔

پس جب اعمال سے توسل جائز ہوا تو ذوات مقدسہ سے بدرجۂ اولیٰ جائز ہوگا۔

(۲) عبادت صبح و شام سے استعانت کرنا

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَعِيْنُوْا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِّنَ الدُّلْجَةِ
(رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَالنَّسَائِيُّ)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "استعانت کرو صبح کی عبادت سے اور شام کی عبادت سے اور کچھ رات کی عبادت سے" (مشکوٰۃ)

(۳) سحری اور قیلولہ سے استعانت کرنا

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَعِيْنُوْا بِطَعَامِ السَّحَرِ عَلٰى صِيَامِ النَّهَارِ وَبِالْقَيْلُوْلَةِ عَلٰى قِيَامِ اللَّيْلِ (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالْحَاكِمُ وَالطَّبْرَانِيُّ وَالْبَيْهَقِيُّ)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سحری کے کھانے سے دن کے روزے کے لئے اور دن کی نیند سے رات کے قیام کے لئے مدد لو (مشکوٰۃ)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِسْتَعِيْنُوْا

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استعانت کرو

عَلَى الرِّزْقِ بِالصَّدَقَةِ (رواہ دیلمی) | صدقہ سے رزق چاہنے کے لئے (مسند الفردوس)

(۴) عورتوں کی سادہ پوشی سے استعانت کرنا

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِسْتَعِیْنُوْا عَلَی النِّسَاءِ بِالْعُرْیِ فَاِنَّ اِحْدٰهُنَّ اِذَا کَثُرَتْ ثِیَابُهَا وَحَسُنَتْ زِیْنَتُهَا اَعْجَبَهَا الْخُرُوْجُ (رواہ ابن عدی)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استعانت کرو عورتوں کی خانہ نشینی میں اُنہیں ننگا رکھنے سے کیونکہ جب ان کی پوشاک زیادہ ہو اور ان کی آرائش خوب ہو تو اُن کو باہر پھرنا پسند ہوتا ہے۔

(۵) صبر اور نماز کے توسل سے امداد طلب کرنا

اللہ تعالیٰ خود مسلمانوں کو صبر اور نماز کے وسیلے سے امداد طلب کرنے کا حکم فرماتا ہے چنانچہ سورہ بقر رکوع ۵ میں اور سورہ توبہ رکوع میں ارشاد ہوتا ہے:۔

وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ | مدد طلب کرو صبر اور نماز سے۔

اس آیت کے معنی دو طرح ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ صبر اور نماز سے مدد طلب کرو جیسا کہ خود قرآن مجید ان معنوں کی تفسیر کرتا ہے:۔

اِسْتَعِیْنُوْا بِاللّٰہِ (اعراف رکوع ۱۵) | اللہ تعالےٰ سے مدد مانگو

(۲) دوسرے یہ کہ صبر اور نماز کے وسیلہ سے مدد طلب کرو۔ (جیسے سیاق آیت سے ظاہر ہے۔ اور یہی معنی مفسرین کے نزدیک مسلم ہیں۔ کیونکہ حرف ب یہاں وسیلہ کے معنی میں ہے۔ اور اگر پہلے معنی مراد لئے جائیں تو معاذ اللہ نماز اور صبر کو خدا سمجھا جاتا جو صریح شرک ہے۔

اب ناظرین عقل سلیم سے خود ہی انصاف کریں کہ اس میں شرک کس طرح ہو سکتا ہے۔ کیونکہ آیت کے معنی میں دو ہی طرح کا احتمال ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اگر پہلا مفہوم غلط ہے تو دوسرا ضرور بالضرور صحیح ہوگا۔ غرض اولیاء اللہ بھی خدا کے مقبول بندے ہوتے ہیں جن کے توسل سے امداد طلب کی جاتی ہے ؂

خاصانِ خدا خدا نباشند ٭ لیکن ز خدا جدا نباشند

توسّل بالجاہ

جب کسی بزرگ نیز اپنا سنی کے سامنے اپنی مراد پیش کی جائے۔ اور اس کے رحم وکرم کو اپنی

طرف متوجہ کرنے کی غرض سے اس کے کسی خاص مقبول اور محبوب عزیز کی جاہ و عزت و غیرہ کا واسطہ دیا جاتا ہے۔ تو یہ توسل بالجاہ ہے۔ بارگاہِ حق میں اسی قسم کا توسل کرنا مشروع ہے۔ چنانچہ

(۱) حضرت آدم کا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے مغفرت چاہنا

عَنْ عمر بن الخطاب قَالَ قَالَ رَسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لَمَّا اقْتَرَفَ اٰدَمُ عَلَیْہِ السَّلَامُ الْخَطِیْئَۃَ قَالَ یَا رَبِّ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ لِمَا غَفَرْتَ لِیْ فَقَالَ اللّٰہُ یَا اٰدَمُ کَیْفَ عَرَفْتَ مُحَمَّدًا وَلَمْ اَخْلُقْہُ قَالَ رَبِّ لِاَنَّکَ لَمَّا خَلَقْتَنِیْ بِیَدِکَ وَنَفَخْتَ فِیَّ مِنْ رُّوْحِکَ رَفَعْتُ رَاْسِیْ فَرَاَیْتُ عَلٰی قَوَائِمِ الْعَرْشِ مَکْتُوْبًا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ فَعَلِمْتُ اَنَّکَ لَمْ تُضِفْ اِلٰی اِسْمِکَ اِلَّا اَحَبَّ الْخَلْقِ اِلَیْکَ فَقَالَ اللّٰہُ صَدَقْتَ یَا اٰدَمُ اِنَّہٗ لَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَیَّ مِنْہُ اِذْ سَاَلْتَنِیْ بِحَقِّہٖ فَقَدْ غَفَرْتُ لَکَ وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَّا خَلَقْتُکَ

(رواہ الحاکم والبیہقی والطبرانی والدیلمی)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب آدم علیہ السلام خطا کے مرتکب ہوئے تو دعا کی کہ اے میرے پروردگار میں محمد کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے بخش دے تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا اے آدم تم نے محمد کو کس طرح پہچانا حالانکہ میں نے ان کو پیدا نہیں کیا۔ عرض کیا اے پروردگار اس لئے کہ جب تو نے مجھے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی روح مجھ میں ڈالی میں نے اپنا سر اٹھایا تو عرش کے پایوں پہ لکھا دیکھا کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ پس میں نے سمجھ لیا کہ تو نے ایسے شخص کا نام اپنے نام کے ساتھ شامل کیا ہے جو تجھے تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہے۔ پس اللہ نے فرمایا اے آدم تم نے سچ کہا مجھے مخلوق میں اس سے زیادہ محبوب کوئی نہیں جب تم نے ان کے وسیلے سے سوال کیا ہے تو میں نے تم کو بخش دیا۔ اور اگر محمد نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا ہی نہ کرتا۔ (تفسیر عزیزی)

(۲) ایک اندھے صحابی کا آنحضرت کے توسل سے بینا ہو جاتا۔

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حُنَیْفٍ اَنَّ رَجُلًا ضَرِیْرًا اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ادْعُ اللّٰہَ اَنْ یُّعَافِیَنِیْ

عثمان بن حنیف انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اندھا شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں آکر

قَالَ اِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ وَاِنْ شِئْتَ صَبَرْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ قَالَ فَادْعُهُ قَالَ فَاَمَرَهُ اَنْ يَتَوَضَّأَ فَيُحْسِنَ وُضُوْءَهُ وَيَدْعُوَا بِهٰذَا الدُّعَاءِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ اِنِّيْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰى رَبِّيْ فِيْ حَاجَتِيْ لِتَقْضٰى لِيْ اَللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ

(رواہ الترمذی ابن ماجہ)

یوں عرض کرنے لگا کہ یا رسول اللہ میری آنکھوں کے واسطے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بینائی عطا فرمائے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو یہ چاہتا ہے کہ یہ تیری آنکھیں اسی طرح رہیں تو تیرے لئے بہتر ہے ورنہ اگر دعا کرانا چاہتا ہے تو دعا کر دیتا ہوں۔ اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پہ قربان آپ دعا ہی فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے اس کو ارشاد فرمایا کہ اچھی طرح وضو کرکے یہ دعا مانگ

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ اِنِّيْ قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰى رَبِّيْ فِيْ حَاجَتِيْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰى اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ۔ یعنی الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں بوسیلہ محمد کے جو نبی الرحمۃ ہیں۔ یا محمد میں آپ کے وسیلے سے اپنے پروردگار کی طرف توجہ کرتا ہوں اپنی اس حاجت میں تاکہ وہ پوری کی جائے الٰہی پس ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

اس مقام پر زرقانی رحمۃ اللہ علیہ شارح مواہب اللدنیہ نے لکھا ہے کہ اس دعا میں اول سوال تو اللہ تعالیٰ سے ہے کہ وہ اپنے حبیب اکرم کو شفاعت کا اذن بخشے۔ چنانچہ وہ حاجتمند کہتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ یعنی اے اللہ میں اپنی حاجت آپ تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جو نبی رحمت کے ہیں بوسیلہ پکڑ کے متوجہ ہوتا ہوں"۔ جب وہ اللہ سے شفاعت مانگ چکا تو پھر آنحضرت سے مخاطب اور متوجہ ہو کر اس طرح شفاعت کا طالب ہوا۔ یَا مُحَمَّدُ اِنِّيْ قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰى رَبِّيْ فِيْ هٰذِهٖ لِيُقْضٰى یعنی یا محمد یا رسول اللہ میں اپنی حاجت کے لئے آپ کی شفاعت کا وسیلہ پکڑ کے اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہوا ہوں تاکہ میری یہ حاجت روا ہو"۔ گویا وہ شخص یوں کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی شفاعت اور آپ کے وسیلے سے میری اس حاجت کو روا کر دے۔ جب وہ شخص آپ سے شفاعت کی درخواست کر چکا تو اب پھر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرکے یوں عرض کرتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ فِيَّ یعنی اے اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت میری حاجت روائی میں قبول کر۔

اس حدیث میں وضو اور نماز کا امر فرمایا اور بعض روایتوں میں صرف وضو کا امر فرمانا مروی ہے تو اس میں کیا بھید ہے یہ بھید توسل کی عظمت اور اہتمام شان کا ظہور ہے ورنہ صرف دعا کا پڑھنا کافی تھا۔ خصوصاً حضور کی تعلیم و امر اور وہ بھی بعید روکد۔ جس میں احتمال عدم قبولیت کی گنجائش کہاں تھی جس کے لئے آداب دعا اور شرائط قبولیت کی رعایت کی ضرورت ہوتی۔ اس کے علاوہ محدث کو قرآن مجید پڑھنا روا اور داعی کو وضو کی احتیاج ہی کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مستغیث سے فرمایا۔ اِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ وَاِنْ شِئْتَ صَبَرْتَ یعنی اگر تو چاہے تو صبر کر۔ اس نے عرض کیا کہ دعا مانگیے تو آپ نے خود اس کے واسطے دعا نہ کی بلکہ یہ طریقہ دعا کا تعلیم فرمایا۔ اس میں کیا نکتہ تھا۔ نکتہ یہ تھا کہ لوگ آپ کا مرتبہ پہچانیں۔ آپ کا وسیلہ ہونا جانیں۔ آپ کے وسیلہ سے دعا کی قبولیت اور مراد پانے کو دیکھ لیں اور مانیں اور ساری امت کے واسطے قیامت تک یہ سلسلہ تعلیم توسل کا قائم ہو جائے کہ جب کوئی حاجتمند نامراد اپنی مراد اور حاجت پانی چاہے تو اس طریقہ سے آنحضرت کو پکارے اور آپ سے استغاثہ کرے اور آپ کے وسیلے اور توسل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مراد مانگے یا خود آپ سے مانگے آپ کو مظہر کامل اہل عون و قدرت و مصرف الٰہی سمجھ کر۔ وقدرت تصرف حق ہونے میں اولیاء اللہ اہل کمال بسبب قائم مقام ان کے وسیلہ اور توسل سے مراد مانگے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے پائے کیونکہ نائب کو بعض امور میں حکم منیب کا ہوتا ہے۔ خصوصاً جس امر میں نیابت ہے کہ اس میں فرع قائم مقام اصل کے ہوتی ہے۔ جیسے مَا نَحْنُ فِیْہِ میں مظہر عون وقدرت ونصرت حق ہونے میں اولیاء اللہ اہل کمال سب قائم مقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔ اور جس طرح بوسیلہ رسول مرادیں دین و دنیا کی حق تعالیٰ عطا فرماتا ہے اسی طرح ان اہل کمال کے وسیلے سے بھی خلق فائز المرام ہوتی ہیں۔ اور اگر یہ نکتہ اور اس نکتہ کی طرف اشارہ منظور و مدنظر نہ ہوتا تو اس تعلیم کی فی نفسہ کچھ حاجت نہ تھی۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے اندھا بینا ہو جاتا۔

اس نابینا کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا وَاِنْ کَانَ لَکَ حَاجَۃٌ فَمِثْلُ ذٰلِکَ یعنی جب تجھے کوئی کام مشکل اور مصیبت کا پیش آئے تو ایسا ہی کرنا کہ ہمیں پکارنا ہماری طرف متوجہ ہونا ہمیں وسیلہ سمجھنا اور بذریعہ ہمارے توسل کے حق تعالیٰ سے مراد مانگنا تو حاجت روائی ہوگی۔ مراد ملے گی۔ مشکل آسان ہوگی۔ مصیبت و بلا ٹل جائے گی۔ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ آنحضرت کے ساتھ توسل مخصوص بحضور حضور اور مختص بزمانہ حیات نہیں ہے بلکہ عام ہے غیبت اور حضور اور نزدیک و دور اور زمانہ حیات سرور اور بعد وفات سرور کے فی جمیع الاحوال۔

تک میں خطاب بظاہر اگرچہ نابینا کو ہے مگر ہر عاقل و بینا کے نزدیک عام ہے۔ ہر مخاطب حاجتمند کو اس طرح کا استعمال یعنی اطلاق خاص اور ارادہ عام آیات قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ اور آثارِ صحابہ اور محاورات عرب میں قدیما وحدیثا شائع وذائع ہے۔ اسی واسطے خود راوی حدیث حضرت عثمان بن حنیف نے اس حاجتمند کو یہ طریق توسّل اور دُعا تعلیم فرمائی جو حضرت عثمان غنی کے زمانہ میں مضطر تھا۔ چنانچہ اس دعا و توسّل کی برکت سے وہ فوراً مقصود پر فائز اور کامیاب ہوا۔ جیسا کہ دوسری حدیث میں اس کی تصریح موجود ہے۔

اگر لک میں شائبہ تخصیص بشیءٍ من الزمان والمکان والحضور والحیات والشخص وغیرہا ہوتا تو صحابہ کرام اور تابعین عظام کا عملدرآمد مستمر اس تعلیم و عمل پر ہرگز نہ ہوتا حالانکہ زمانہ صحابہ سے آج تک یہ عمل برابر مشائخ طریقت اور صلحائے اُمّت میں چلا آیا اور مروج ہے اور قیامت تک جاری رہے گا۔

ابونعیم اور بیہقی کی روایت میں اتنا زیادہ آیا ہے۔ فَقَامَ وَقَدْ اَبْصَرَ بِبَرَکَۃِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یعنی وہ نابینا صحابی اُٹھ کھڑا ہوا اور اس کی آنکھیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے منور اور روشن ہو گئیں۔

طبرانی کی روایت میں اتنا اور زیادہ آیا ہے کَاَنْ لَّمْ یَکُنْ بِہٖ ضَرٌّ یعنی اس کی آنکھیں ایسی روشن ہو گئیں گویا کہ وہ اُس کی آنکھوں کو کبھی ضرر ہی نہیں ہوا تھا اور وہ کبھی اندھا ہی نہیں تھا۔ اس حدیث کو ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔ حاکم۔ بیہقی۔ طبرانی معجم صغیر۔ ابونعیم اور بخاری نے اپنی تاریخ میں روایت کیا ہے اور یہ الفاظ طبرانی کی روایت کے ہیں۔

حدیث عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے یہ تینوں صورتیں توسل کی ثابت ہیں اور باعتبار ترکیب اور اختلاف روایات کے اس حدیث میں تینوں صورتیں مذکور ہیں۔ اس واسطے کہ نَبِیِّکَ میں اگر مضاف محذوف مانیں اور ضرور ہے ماننا تو صورتِ اولیٰ متحقق ہے اور تقدیر عبارت یہ ہوگی۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِوَجَاھَۃِ نَبِیِّکَ یا بِحَقِّ نَبِیِّکَ یا بِحُرْمَتِ نَبِیِّکَ یا بِشَفَاعَتِ نَبِیِّکَ یا بِطُفَیْلِ نَبِیِّکَ یا بِوَسِیْلَۃِ نَبِیِّکَ یا بِاسْتِعَانَۃِ نَبِیِّکَ یا بِوَاسطہ نَبِیِّکَ یا بِامداد نَبِیِّکَ یا بِاستمداد نَبِیِّکَ یا بِوِسَاطَۃِ نَبِیِّکَ۔

لِتَنْقَضِیَ میں دو روایتیں ہیں بلکہ تین نہیں چار ہیے اور تے کے ساتھ اور یائے معروف

یا الف مقصورہ بر تقدیر روایت یا اگر معروف کا صیغہ پڑھیں تو ضمیر راجع ہو گی طرف اللہ تعالیٰ کے اور صورت اولیٰ کا ثبوت ہو گا۔ اگر الف مقصورہ پڑھیں تو نائب فاعل حاجتی ہو گا۔ اور اس صورت میں بھی صورت اولیٰ مبرہن ہے اور حاصل معنی یہ ہوں گے کہ یا اللہ میں تجھ سے مراد مانگتا ہوں تیرے محبوب کو ذریعہ اور وسیلہ ٹھیرا کر۔ تو ان کی سفارش میرے باب میں قبول فرما کر میرا مقصود بر لا۔ اور یا رسول اللہ میں آپ کو اللہ تعالیٰ کے یہاں وسیلہ اور ذریعہ بناتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعہ اور وسیلہ سے میری مراد بر لائے۔

اور بر تقدیر روائت تا اگر صیغہ مجہول پڑھیں تو اَللّٰھُمَّ شَفِّعْہُ کے قرینہ سے صورت ثانیہ کا تحقق بے تکلف ہے اور اگر معروف کا صیغہ لیں اور مخاطب حق تعالیٰ کو کہیں بقارنت اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ یا بقرینہ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ تو بھی صورت ثانیہ ثابت ہے اور مطلب یہ ہو گا۔ کہ یَا حَبِیْبَ اللہ آپ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے سفارش کیجئے اور دعا فرمائیے کہ آپ کی سفارش اور دعا سے اللہ تعالیٰ مجھ کو فائز المرام کرے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور آپ کی دعا اور سفارش مقبول ہے۔ اور اگر تا کی روایت پر صیغہ معروف کا لے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب ٹھیرائیں بقرینہ یا محمد تو بے شبہ صورت ثالثہ موجود ہے۔ اور حاصل مطلب یہ ہو گا کہ میں اصل میں اللہ تعالے سے سوال کرتا ہوں اور مراد مانگتا ہوں۔ ۔ ۔ ۔ مگر یا حبیب اللہ یا رسول اللہ آپ کو اللہ تعالے نے وسیلہ بنایا ہے اور ہم کو ابتغاء وسیلہ کا امر فرمایا ہے۔ آپ قاسم ہیں اور اللہ تعالیٰ معطی ہے لہٰذا میں آپ سے مراد مانگتا ہوں کہ آپ میری مراد بر لائیں۔

(۳) دعا میں حق سائلین سے توسل کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام کو دعائیں تعلیم کیا کرتے تھے۔ جن میں سے ایک دعا یہ ہے:۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ جو شخص اپنے گھر سے نماز کے لئے نکلے اور یہ کہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ السَّائِلِیْنَ	اے اللہ میں اس حق سے سوال کرتا ہوں
عَلَیْکَ وَاَسْئَلُکَ بِحَقِّ مَمْشَایَ	جو تجھ پر سائلین کا ہے اور تیری طرف اپنے
ھٰذَا اِلَیْکَ فَاِنِّیْ لَمْ اَخْرُجْ اَشَرًا	اس چلنے کے حق سے۔ کیونکہ میں تکبر یا ریا
وَّلَا بَطَرًا وَّلَا رِیَاءً وَّلَا سُمْعَۃً	سے یا سمعہ کی غرض سے نہیں نکلا۔ بلکہ
وَّخَرَجْتُ اِتِّقَاءَ سَخَطِکَ وَ	تیرے غضب کے خوف سے اور تیری

ابتغاء مرضاتك فاسئلك ان تعيذني من النار و ان تغفرلي ذنوبي فانه لن يغفر الذنوب الا انت (رواہ ابن ماجہ والبیہقی)

مرضی چاہنے کے لئے نکلا ہوں۔ پس میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھ کو دوزخ سے پناہ دے اور میرے گناہوں کو بخش دے۔ تیرے سوا کوئی گناہ نہیں بخشتا۔

تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ ہو جائے گا اور ستر ہزار فرشتے اس کے لئے استغفار کریں گے۔

اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے توسل کیا اور صحابہ کرام کو اس کا حکم دیا ہے کہ ہر نماز کو جاتے وقت اس دعا کا استعمال کرتے رہیں۔

یہی روایت ایک اور طریقے سے یوں آئی ہے۔

عن بلال مؤذن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا خرج الى الصلوٰة قال بسم الله امنت بالله و توكلت على الله ولا حول ولا قوة الا بالله اللهم انى اسئلك بحق السائلين عليك وبحق مخرجي هذا اليك لم اخرج بطرا ولا اشرا ولا رياء ولا سمعة خرجت ابتغاء مرضاتك و اتقاء سخطك اسئلك ان تعيذني من النار و ان تدخلني الجنة (رواہ بیہقی)

بلال رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن سے روایت ہے وہ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے نکلتے تو کہتے شروع اللہ کے نام سے میں اللہ پر ایمان لایا اور میں نے اللہ پر بھروسا کیا اور نہیں طاقت پھرنے کی اور نہ قوت مگر اللہ کے ساتھ۔ الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تجھ سے سوال کرنے والوں کے حق کے توسل سے جو تجھ پر ہے اور میرے تیری طرف اس چلنے کے حق سے کیونکہ میں فخر وخود پسندی اور دکھاوے اور شہرت کے لئے نہیں نکلا میں تیری خوشنودی چاہنے اور تیرے غضب سے ڈرنے کے لئے نکلا ہوں۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے دوزخ سے امن دے اور مجھے جنت میں داخل کر۔

اس حدیث سے بھی توسل انبیاء واولیاء اور تمام مومنین کے ساتھ توسل کرنا بلکہ اپنے نیک عمل کے ساتھ بھی ثابت ہے۔

حدیث سابق اور اس حدیث میں اتنا فرق ہے اس میں تعلیم ہے صحابہ اور عام اُمت کو۔ اور اس میں عمل ہے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ اور اس میں بحقِ ممشای ھذا ہے اور اس میں بحق مخرجی ھذا ہے۔ دونوں کا مطلب واحد، مگر غور طلب دونوں حدیثوں میں یہ امر ہے کہ توسل ذوات انبیاء و اولیاء کے ساتھ مقدم ذکر کیا ہے اور عمل صالح کے ساتھ موخر۔ اس سے معلوم ہوا کہ ذوات سے توسل مُقدم ہے اور اعمالِ صالحہ سے مؤخر، بخلاف زعم منکرین توسل انبیاء و اولیاء کہ وہ توسل منحصر جانتے ہیں صرف صفات میں۔ حالانکہ ذوات کا قرینہ قطعاً مقدم ہے صفات پہ۔ بلکہ بمقابلہ مقبولین الٰہی کے اپنے عمل صالح کی کچھ مقدار نہیں ہے۔ اسی واسطے آدم علیہ السلام نے باوجود بن سو برس رونے کے اپنے عمل کے ساتھ توسل نہ فرمایا۔ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل کے ساتھ توسل کیا اور معافی پائی۔ اور آپ نے توسل بذوات کو مقدم رکھا۔ توسل بصفات پہ بوجہ اخلاص عمل اور جامعیت کے۔

غرض حدیث قولی اور فعلی سے توسل ثابت ہے۔ اور اس پہ تمام امت کا عمل ہے۔ غرض یوں کہنا جائز ہے کہ الٰہی بحرمت یا وجاہت یا بحقِ فلاں نبی یا فلاں ولی کے ہماری حاجت برلا۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں ؎

خدایا بحقِ بنی فاطمہ کہ بر قولِ ایماں کنم خاتمہ

(۵) خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فقرائے مہاجرین کے توسل سے دعا کرنا

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

در حدیث صحاح آمدہ است کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یستفتح بصعالیك المہاجرین یعنی پیغمبر خدا علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام در جنگہا طلب فتح مے کرد بتوسل فقراء مہاجرین۔ ایں ہمہ طلب امداد و اعانت است الخ (مکتوب شریف دفتر سوم مکتوب ۱۹۲)	صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صعالیک مہاجرین کے توسل سے استفتاح فرماتے تھے۔ یعنی پیغمبر خدا علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام جنگ جدل میں غریب مہاجرین کے توسل سے فتح کے لئے دعا کرتے تھے۔ یہ تمام طلب امداد و اعانت ہے۔

پس جب خود محبوبِ خدا سرورِ دوسرا اپنے امتیوں کے توسل سے دعا کرتے ہیں تو امتیوں کے آپ کے توسل سے دعا کرنے میں کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟

(۴۷) آنحضرت اور آپ کی آل کا توسل
عن الامام ابی عیسٰی انّہ رأی فی المنام ربّ العزۃ تبارک وتعالٰی فسألہ عمّا یحفظ علیہ الایمان و یتوفاہ علیہ قال فقال لی قل بعد صلٰوۃ رکعتی الفجر قبل صلٰوۃ فرض الصبح - الٰھی

امام ابو عیسٰی نے اللہ تعالےٰ کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ مجھے کوئی ایسی چیز تعلیم کی جائے جس سے ایمان کی حفاظت ہوتے دم تک اور ایمان پر خاتمہ بالخیر ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اُن سے فرمایا۔ نماز فجر کی سنت اور فرض کے درمیان یہ دعا پڑھا کرو۔

بحرمۃ الحسن و اخیہ و جدّہ و بنیہ و امہ و ابیہ نجنی من الغم الذی انا فیہ یا حی یا قیوم یا ذا الجلال و الاکرام اسئلک ان تحیی قلبی بنور معرفتک یا اللہ یا اللہ یا اللہ یا ارحم الراحمین ۔

تو امام ترمذی نے ہمیشہ اس دُعا کا ورد رکھا۔ بعد نماز فجر کے سنت و فرض کے درمیان میں اور اپنے شاگردوں اور دوستوں کو اس کی تعلیم کی۔ اور امر فرماتے رہے۔ اور ان کو اس عمل پر حرص اور شوق دلاتے رہے۔ اگر توسل ممنوع ہوتا تو اتنے بڑے امام اس پر ہمیشہ اس کا ورد کیونکر رکھتے اور اس عمل کی تعلیم اور شوق کس طرح دلاتے۔

(۴۸) بارش کے لئے حضورؐ سے طلب امداد
بیہقی میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس طلب بارش کے لئے آیا اور چند اشعار پڑھے جن میں پہلا شعر یہ تھا

اتیناک و العذراء یدمی لبانہا ۔ و قد شغلت ام الصبی عن الطفل

یعنی ہم آپ کے پاس اس حالت میں آئے ہیں کہ کنواری نے اپنی چھاتی خونین کر لی ہے اور ماں اپنے بچہ سے بے پروا ہے۔

اور آخری شعر یہ تھا ؎

و لیس لنا الا الیک فرارنا ۔ و این فرار الخلق الا الی الرسل

یعنی سوا آپ کے ہم کس طرف جائیں۔ مخلوق کی بھاگ دوڑ رسولوں کی طرف ہوتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منع نہیں فرمایا۔ بلکہ حضرت انس فرماتے ہیں کہ جب اعرابی نے یہ شعر پڑھے تو آپ اپنی چادر مبارک کھینچتے ہوئے منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ پڑھا اور لوگوں کے لئے دُعا فرمائی۔ اور ابھی دعا تمام نہیں ہوئی تھی کہ موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ لیکن ؎

دم سوزناک از دل باخبر ۔ تو گوئی کہ ہمنا دتیرہ تبر

(۱۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے توسل پر مہر تصدیق ثبت فرمانا

صحیح بخاری میں ہے کہ جب اعرابی نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قحط کی شکایت کی تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور مینہ برسنے لگا۔ آپ نے فرمایا اگر میرے چچا ابوطالب زندہ ہوتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔ کون ان کا شعر ہمیں سناتا ہے۔ تو اس وقت علی رضی اللہ عنہ نے ابوطالب کا وہ شعر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد تھی ان کے قصیدے میں سے پڑھ کر سنایا ؎

وَاَبْیَضُ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ | ثِمَالُ الْیَتَامٰی عِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ

یعنی گورے رنگ والا جس کے چہرے کے وسیلے سے مینہ طلب کیا جاتا ہے۔ جو یتیموں کا ماویٰ اور رانڈوں کا ملجا ہے۔

یہ شعر سن کر آپ کا چہرہ انور دمکنے لگا۔

ابوطالب کے یہ اشعار کہنے کا سبب یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں قریش پر قحط پڑا تھا تو ابوطالب نے بارش کی دعا کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل کیا آپ اس وقت بچے تھے تو آسمان سے خوب مینہ برسا (ابن ماجہ)۔

حضرت عمر بن الخطاب کا آنحضرت کے چچا حضرت عباسؓ کے توسل سے دعا کرنا

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ اِذَا قُحِطُوا اسْتَسْقٰى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ اللّٰهُمَّ اِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا صلی اللہ علیہ وسلم فَتَسْقِيْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا قَالَ فَيُسْقَوْنَ (رواہ البخاری)

یونس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا قاعدہ تھا کہ جب لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تو حضرت عباس بن عبد المطلب کے توسل سے بارش کے لئے دعا کرتے چنانچہ کہتے۔ الٰہی ہم تیری طرف اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے توسل کرتے تھے تو تو بارش برسا دیتا تھا۔ اور اب ہم تیری طرف اپنے نبی کے چچا سے توسل کرتے ہیں۔ پس ہم پر بارش برسا دے۔ انس بن مالک کہتے ہیں پس مینہ برس جاتا۔

اس حدیث سے نبی اور ولی دونوں کے ساتھ توسل کرنا صحابہ اور خلفائے راشدہ کا ثابت ہے اور نیز یہ کہ ان کا ہمیشہ یہ دستور تھا کہ مشکل اور مصیبت کے وقت توسل کیا کرتے تھے اور اس توسل سے وہ اپنی مرادیں پاتے تھے اور مشکلیں حل ہو جاتیں اور مصیبتیں ٹل جاتی تھیں ؎

بگسل نداہلِ شوق کہ واصل شود بہ بحر / خار و خسے کہ ہمرہِ سیلاب شود

(۷) چیونٹی کے توسّل سے دعا کا قبول ہونا

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ خَرَجَ نَبِیٌّ مِّنَ الْاَنْبِیَاءِ بِالنَّاسِ یَسْتَسْقِیْ فَاِذَا هُوَ بِنَمْلَۃٍ رَافِعَۃٍ بَعْضَ قَوَائِمِهَا اِلَی السَّمَاءِ فَقَالَ ارْجِعُوْا فَقَدِ اسْتُجِیْبَ لَکُمْ مِّنْ اَجْلِ هٰذِهِ النَّمْلَۃِ (رواہ الدارقطنی)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ نبیوں میں سے ایک نبی لوگوں کے ساتھ نمازِ استسقاء کے واسطے نکلے پس ناگہاں نبی نے ایک چیونٹی کو دیکھا کہ وہ اپنے بعض پاؤں کو آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے ہے۔ پس اس نبی نے کہا پھر چلو۔ تمہاری دعا اس چیونٹی کے سبب سے قبول ہوگئی (مشکوٰۃ)

مظاہر حق میں ہے کہ وہ چیونٹی یہ دُعا کرتی تھی:-

اَللّٰهُمَّ اِنَّا خَلْقٌ مِّنْ خَلْقِکَ لَا غِنٰی بِنَا عَنْ رِزْقِکَ فَلَا تُهْلِکْنَا بِذُنُوْبِ بَنِیْ اٰدَمَ ٥

الٰہی ہم تیری مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہیں تیرے رزق سے ہم بے نیاز نہیں ہیں۔ پس ہم کو بنی آدم کے گناہوں کے سبب سے ہلاک نہ کر (کتاب الصلوٰۃ باب فی الریاح)

توسّل بالدّعا

انبیاءؑ و اولیاء سے سفارش یا دُعا کے لئے درخواست کرنا۔ کافہ اہلِ سنت میں شائع و ذائع ہے۔ مثلاً:-

نبیَّ الوریٰ ضاقت بی الحال فی الوریٰ / و انت لما امّلتُ فیہ جدیرُ
فسل خالقی اخرج کربی فانّہ / علی فرجی دون الانام قدیرُ

یعنی اے پیغمبر عالم دُنیا میں میرا حال نازک ہے۔ اور آپ میری مراد بر لانے کے اہل ہیں پس میرے خالق سے سوال کرو کہ میری مشکل حل کر دے۔ کیونکہ وہ میری کشائش کی ساری مخلوق سے زیادہ قدرت رکھتا ہے۔ گویا اس طرح عرض کریں کہ آپ ہمارے واسطے اللہ تعالےٰ سے سفارش کیجئے اور دعا فرمائیے کہ اللہ تعالےٰ ہماری مشکلات آسان کرے اور ہماری حاجتیں پوری ہوں۔ اس کے جواز میں کسی ذی علم صاحبِ بصیرت کو کلام نہیں ہے۔ کیونکہ انبیاء و اولیاء بے شبہ

بارگاہِ ایزدی میں مقبول ہیں۔ اور اُن کی سفارش اور دُعا بھی غالباً مقبول ہے ۔

آں دعائے شیخ نے چوں ہر دعاست — فانی است و گفتِ او گفتِ خداست

چوں خدا از خود سوال و کد کند — پس دعائے خویش را چوں رد کند

آں دعائے بیخوداں خود دیگر ست — آں دُعا زونیست گفتِ داور ست

آں دُعا حق مے کند چوں او فناست — آں دعا و آں اجابت از خداست

(۱) بزرگانِ دین کی حیات و ممات میں توسل جائز ہے

ابو عبداللہ بن نعمان مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب مصباح الظلام فی المستغیثین بخیر الانام میں تحریر فرماتے ہیں۔

اِنَّ کُلَّا مِّنَ الْاِسْتِغَاثَۃِ وَالتَّوَسُّلِ وَالتَّشَفُّعِ وَالتَّوَجُّہِ وَاقِعٌ فِیْ کُلِّ حَالٍ قَبْلَ خَلْقِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَبَعْدَ خَلْقِہٖ فِیْ مُدَّۃِ حَیَاتِہٖ وَبَعْدَ مَوْتِہٖ فِیْ مُدَّۃِ الْبَرْزَخِ وَفِیْ عَرَصَاتِ الْقِیٰمَۃِ ۝

بذریعہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فریاد کرنا اور آپ کو وسیلہ اور شفیع کرنا ان سب باتوں کا وقوع ہر وقت میں ہوا ہے اور ہوگا قبل پیدائش آپ کے اور بعد پیدائش کے زندگی میں آپ کے اور بعد وصال کے اور قیامت میں۔

(۲) دوسری تائید

قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے مواہب اللدنیہ میں تحریر کیا ہے:۔

وَیَجُوْزُ الْاِسْتِغَاثَۃُ وَالتَّشَفُّعُ وَالتَّوَسُّلُ بِہٖ صلی اللہ علیہ وسلم فَیُجِیْزُ لِمَنْ یَّسْتَشْفِعُ بِہٖ اَنْ یُّشَفِّعَہُ اللّٰہُ فَلَا فَرْقَ بَیْنَ اَنْ یُّعَبِّرَ بِلَفْظِ الْاِسْتِغَاثَۃِ اَوِ التَّوَسُّلِ اَوِ التَّشَفُّعِ اَوِ التَّجَوُّہِ اَوِ التَّوَجُّہِ وَکُلٌّ مِّنْ ھٰذِہِ الْاَشْیَاءِ وَاقِعَۃٌ مِّنْہُ صَلّٰی علیہ وسلم قَبْلَ وَبَعْدَ خَلْقِہٖ فِیْ مُدَّۃِ الْبَرْزَخِ وَبَعْدَ

اور جائز ہے فریاد کرنا اور شفیع کرنا اور وسیلہ کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پس اللہ ان کی شفاعت قبول کرے گا اس شخص کے واسطے جو ان کو شفیع کرے گا اور ان الفاظ میں یعنی فریاد کرنے وسیلہ پکڑنے شفیع کرنے وجاہت کو ذریعہ کرنے متوجہ ہونے میں کوئی فرق نہیں۔ اس واسطے کہ یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل پیدائش آپ کے اور بعد پیدائش کے۔ آپ کی زندگی میں اور

الْبَعْثِ وَفِيْ عَرَصَاتِ الْقِيٰمَةِ — انتقال کے بعد برزخ میں اور بعد اٹھائے جانے لوگوں کے قبر سے اور قیامت میں ثابت ہیں۔

(۳) حضرت جابر توسل کے قائل ہیں — مواہب اللدنیہ میں ہے کہ ابن جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

بِهٖ قَدْ اَجَابَ اللّٰهُ اٰدَمَ اِذْ دَعَا — وَنُجِّيَ فِيْ بَطْنِ السَّفِيْنَةِ نُوْحٌ

یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے قبول فرمائی اور نوح علیہ السلام کو شکم کشتی میں آپ کے نور کی برکت سے نجات ملی۔

وَمَا ضَرَّتِ النَّارُ الْخَلِيْلَ لِنُوْرِهٖ — وَمِنْ اَجْلِهٖ نَالَ الْفِدَاءَ ذَبِيْحٌ

یعنی اور آپ ہی کے نور کی وجہ سے خلیل اللہ کو آگ نے ضرر نہ پہنچایا۔ اور اسمٰعیل علیہ السلام نے اسی نور کی برکت سے ذبح ہونے سے نجات پائی اور ان کے بدلہ فدیہ قبول ہوا۔

(۴) روضہ پاک میں توسل کا مشروع طریقہ — علامہ سامری رحمۃ اللہ علیہ مستوعب میں تحریر فرماتے ہیں:

ثُمَّ يَاْتِيْ حَائِطَ الْقَبْرِ فَيَقِفُ نَاحِيَتَهٗ وَيَجْعَلُ الْقَبْرَ تِلْقَاءَ وَجْهِهٖ وَالْقِبْلَةَ خَلْفَ ظَهْرِهٖ وَالْمِنْبَرَ عَنْ يَسَارِهٖ وَذَكَرَ السَّلَامَ وَالدُّعَاءَ وَمِنْهُ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ قُلْتَ فِيْ كِتَابِكَ الْعَزِيْزِ لِنَبِيِّكَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَاءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا وَاِنِّيْ اَتَيْتُ نَبِيَّكَ مُسْتَغْفِرًا فَاَسْئَلُكَ اَنْ تُوْجِبَ لِيَ الْمَغْفِرَةَ كَمَا اَوْجَبْتَهَا لِمَنْ اَتَاهُ فِيْ حَيَاتِهٖ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

زیارت روضہ نبوی کے وقت روضہ کی دیوار کے پاس آ کر اس کی ایک طرف کھڑا ہو کر روضہ کو اپنے سامنے کرے اور قبلہ کو پیچھے۔ منبر کو داہنے طرف اور سلام کہے اور دعا کرے۔ اور اس قسم کی دعا ہو کہ اے اللہ تو نے اپنے کلام پاک میں اپنے نبی کو یہ کہا ہے کہ جب لوگ اپنے نفس پر ظلم کریں اور تمہارے پاس آئیں اور اللہ سے بخشش چاہیں اور رسول ان کے واسطے بخشائش چاہے تو البتہ وہ لوگ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔ اور تحقیق میں تیرے نبی کے پاس آیا ہوں بخشائش چاہنے والا پس میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ میرے واسطے مغفرت کو واجب کر جیسا کہ تو نے ان کے

واسطے واجب کیا جو تیرے نبی کے پاس ان کی زندگی میں آئے تھے۔ اے اللہ میں تیری طرف تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے متوجہ ہوتا ہوں۔

ایک مشہور اعتراض کا جواب | اعتراض ۔ صحیح بخاری میں مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لَا تَتَّخِذُوا قَبْرِي عِيدًا یعنی میری قبر کو عید نہ بناؤ۔ عید اس دن کو کہتے ہیں جس میں دعا وسلام کے لئے آنے کی عادت ہو۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر جانے کی ممانعت ثابت ہوئی تو دوسری قبروں پر جانے کی بدرجۂ اولیٰ ممانعت ہوگی۔

جواب: اول تو یہ حدیث معتبر نہیں ہے کیونکہ اس کا راوی عبد اللہ بن نافع مجروح ہے۔ چنانچہ اول تو مسالک الحنفاء الی مشارع الصلوٰۃ علی النبی المصطفیٰ میں علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

وقال البخاری فی حفظه شیئ وقال احمد لم یکن یذالک فی حدیث وقال ابو حاتم هو لین فی حفظه	اور کہا بخاری نے اس کی قوت حافظہ میں کسر ہے۔ اور احمد نے کہا وہ حدیث میں کچھ ایسا لائق نہیں ہے اور ابو حاتم نے کہا وہ اپنے حافظہ میں نرم ہے۔

دوسرے نہی کی مختلف وجوہ بیان کی گئی ہیں۔ چنانچہ پہلی وجہ قبر شریف کے پاس عید کا سا مجمع نہ کرو اور کھیل کود نہ کرو۔ جیسے یہود ونصاریٰ کا طریقہ تھا۔ چنانچہ مسالک الحنفاء میں ہے

اَیْ نَهٰی عَنِ الْاِجْتِمَاعِ لِزِیَارَتِهٖ لِاِجْتِمَاعِهِمْ کَالْعِیْدِ کَمَا کَانَتِ الْیَهُوْدُ وَالنَّصَارٰی یَجْتَمِعُ لِزِیَارَةِ قُبُوْرِ اَنْبِیَائِهِمْ وَیَشْغَلُوْنَ بِالتَّهْوِ کَمَا یَفْعَلُ فِی الْاَعْیَادِ ۵	لوگوں کو آپ کی زیارت کے لئے عید کی طرح جمع ہونے سے منع فرمایا۔ جس طرح یہود ونصاریٰ اپنے انبیاء کی قبور کی زیارت کے لئے جمع ہوتے اور کھیلوں میں مشغول ہوتے جیسے کہ عیدوں میں کیا جاتا ہے۔

دوسری وجہ قبر شریف کے پاس عید کا سا مجمع نہ کرو جس میں لوگوں کو مشقت ہوتی ہے چنانچہ مسالک الحنفاء میں ہے:

وَیَحْتَمِلُ اَنْ یَکُوْنَ نَهْیُهٗ فِیْ جِهَةِ الْمَشَقَّةِ الْحَاصِلَةِ	اور احتمال ہے کہ آپ کی ممانعت اس مشقت کی بنا پر ہو جو اجتماع

مِنَ الْاِجْتِمَاعِ ٥ — سے ملکن تھی۔

تیسری وجہ قبر شریف پر آنے کی اس قسم کی عادت نہ کرو جس سے ادب دل سے جاتا رہے: چنانچہ مسالک الحنفا میں ہے۔

وَيَحْتَمِلُ اَنْ يَكُوْنَ الْعِيْدُ اِسْمًا مِنَ الْاِعْتِيَادِ يَعْنِىْ لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِىْ مَحَلَّ اعْتِيَادٍ تَعْتَادُوْنَهُ لِمَا يُؤَدِّىْ ذَالِكَ اِلٰى سُوْءِ الْاَدَبِ وَارْتِفَاعِ الْحِشْمَةِ ٥

اور ممکن ہے کہ عید عادت پڑنے کا نام ہو۔ یعنی تم میری قبر کو عادت کا مقام نہ بناؤ جس کے تم عادی ہو جاؤ اس لئے اس کا نتیجہ بے ادبی اور نہ زوال رعب ہو گا۔

چوتھی وجہ قبر شریف پر عید کی طرح گاہے گاہے نہ آیا کرو۔ چنانچہ مسلک الحنفا میں ہے۔

وَيَحْتَمِلُ اَنْ يَكُوْنَ الْمُرَادُ الْحَثَّ عَلٰى كَثْرَةِ زِيَارَتِهٖ وَلَا يُجْعَلُ كَالْعِيْدِ الَّذِىْ لَا يَاْتِىْ فِى الْعَامِ اِلَّا مَرَّتَيْنِ ٥

اور ممکن ہے۔ کہ کثرت زیارت کی تاکید مقصود ہو۔ اور عید کی طرح نہ کرو جو سال بھر میں صرف دو مرتبہ آتی ہے

(۷) آنحضرت کے نام مبارک کا توسل

شفا قاضی عیاض مدارج النبوت اور حصن حصین میں ہے:

اِنَّ ابْنَ عُمَرَ خَدِرَتْ رِجْلُهٗ فَقِيْلَ لَهٗ اذْكُرْ اَحَبَّ النَّاسِ اِلَيْكَ يَزُلْ عَنْكَ۔

ایک دفعہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں سو گیا اور بے حس و حرکت ہو گیا۔ کسی نے آپ کو اس کا علاج بتلایا کہ آپ کسی ایسے شخص کو یاد کیجئے جو آپ کو سب سے زیادہ محبوب ہو۔ فوراً یہ عارضہ جاتا رہے گا"

فَصَاحَ يَا مُحَمَّدَاهُ۔

آپ نے اسی وقت چلا کر کہا یا محمداہ

فَانْتَشَرَتْ۔ ان الفاظ کا زبان مبارک سے نکلنا ہی تھا کہ آپ کے پاؤں میں طاقت آگئی اور وہ درست ہو گیا۔

دیکھئے اس حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پکارنا اور ان سے مدد طلب کرنا اور اس کا نیک نتیجہ ثابت کیا ہی اچھا فرمایا ہے مولانا روم نے ۔

آب خواہ از جو بجو خواہ از سبو | کاں سبو را ہم مدد باشد ز جو
نور خواہ از مہ طلب خواہی ز خور | نور مہ ہم ز آفتاب است اے پسر

یہودیوں کا آنحضرت کے نام مبارک کے توسل سے فتح و نصرت طلب کرنا

اللہ تعالیٰ سورۂ بقرہ رکوع ۱۱ میں ارشاد فرماتا ہے:

وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا

اور وہ لوگ اس سے پہلے کافروں کے مقابلے میں اپنی فتحیابی کی دعائیں کیا کرتے تھے۔

تفسیر خازن میں اس کی تفسیر اس طرح مرقوم ہے:۔

وَكَانُوا يَعْنِي الْيَهُودَ (مِنْ قَبْلُ) أَيْ قَبْلَ مَبْعَثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَفْتِحُونَ أَيْ يَسْتَنْصِرُونَ بِهِ (عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا) يَعْنِي مُشْرِكِي الْعَرَبِ وَذَالِكَ أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا حَزَبَهُمْ أَمْرٌ وَدَهَمَهُمْ عَدُوٌّ يَقُولُونَ اللّٰهُمَّ انْصُرْنَا بِالنَّبِيِّ الْمَبْعُوثِ فِي آخِرِ الزَّمَانِ الَّذِي نَجِدُ صِفَتَهُ فِي التَّوْرَاةِ وَكَانُوا يَنْصُرُونَ

یہود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل آپ کی برکت اور آپ کے وسیلے سے کفار پر فتح و نصرت مانگتے تھے جب انہیں کوئی مشکل پیش آتی یا غنیم چڑھائی کرتا تو وہ یہ دعا کرتے، اے اللہ ہماری مدد کر اُس نبی کا صدقہ جو آخر زمانہ میں مبعوث ہوں گے۔ جن کی صفت ہم توراۃ میں پاتے ہیں ۔ یہ دعا مانگتے تھے اور کامیاب ہوتے تھے۔ (تفسیر مدارک و روح البیان و تفسیر عزیزی)

حضرت کے نام کی برکت سے درندوں کا ایذا نہ دینا

محمد بن منکدر سے روایت ہے کہ سرزمین روم میں سفینہ رضی اللہ عنہ لشکر کی راہ بھول گئے جنگل میں لشکر کو تلاش کرتے پھرتے تھے کہ ایک شیر سامنے آگیا۔ آپ نے اس سے فرمایا:۔

يَا أَبَا الْحَارِثِ أَنَا مَوْلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ مِنْ أَمْرِي كَيْتَ وَكَيْتَ فَأَقْبَلَ

اے شیر میں غلام ہوں رسول اللہ علیہ وسلم کا میں راستہ بھول گیا ہوں۔ یہ سنتے ہی شیر خوشامد کرتا سامنے آیا اور آپ کے

الاسد لہ بصبصۃ حتی قام الی جنبہ کلما سمع صوتا اھوی الیہ ثم اقبل یمشی الی جنبہ حتی بلغ الجیش ثم رجع الاسد۔ (رواہ فی شرح السنۃ)	پہلو میں آکر کھڑا ہو گیا جب کوئی کھٹکا ہوتا اُس طرف متوجہ ہو جاتا۔ پھر آپ کے پہلو میں آجاتا۔ اسی طرح شیر آپ کے ساتھ چلتا رہا۔ یہاں تک کہ لشکر میں پہنچے۔ پھر شیر واپس چلا گیا۔ (مشکوٰۃ)

دیکھئے۔ غلاموں کی حکومت کہ آقا کا نام لیا۔ جنگلی درندے بجائے تکلیف دینے کے محافظ بن گئے۔ اور خدمت گار ہو گئے۔

(۸) میدانِ جہاد میں توسل بالنبی کا کرشمہ

فتوح الشام میں ہے کہ ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے قنسرین سے کعب بن ضمرہ رضی اللہ عنہ کو ایک ہزار سپاہی دے کر لڑائی کے ارادے سے روانہ کیا چنانچہ وہاں کے حاکم یوقنا سے مڈبھیڑ ہو گئی جس کے پاس پانچ ہزار سپاہی موجود تھے جب گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی تو دشمن کے ادر پانچ ہزار سپاہی ان کی امداد کے لئے میدانِ کارزار میں آگئے۔ غرضیکہ ایک ہزار مسلمان سپاہیوں کا دس ہزار کفار سے مقابلہ ہو گیا۔ ادھر اسلامی فوج خوب جان نثاری کر رہی تھی۔ اُدھر کعب بن ضمرہ رضی اللہ عنہ نہایت مضطرب ہو کر یوں پکار رہے تھے۔ یا محمد یا محمد یا نصر اللہ انزل۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اے اللہ کی مدد آ۔ نزول فرما۔

خدا کی شان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنا تھا کہ امدادِ غیب کا نزول ہوا۔ اور مسلمانوں نے اسلامی جوش سے سینکڑوں کو تہ تیغ کیا۔ سینکڑوں گرفتار کر لئے اور کچھ بھاگ گئے۔ غرض کفار کو شکست ہوئی اور مسلمانوں کو فتح۔

جانتے ہو کہ اس فتح کی اصلی وجہ کیا تھی۔ یہ محض کلمہ یا محمد کے پکارنے کی برکت تھی آپ نے غائبانہ مدد کی جس کے باعث مسلمان دشمن پر غالب آگئے۔

بہر سلسلہ فیضِ سیکمہ رواں باطرافِ جہاں
مے شود آفاق روشن صبح چوں خنداں شود

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انبیاء علیہم السلام سے توسل کرنا

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا مَاتَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ اَسَدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَكَانَتْ رَبَّتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهِيَ اُمُّ عَلِيِّ بْنِ اَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ دَخَلَ عَلَيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ عِنْدَ رَأْسِهَا وَقَالَ رَحِمَكِ اللّٰهُ يَا اُمِّي بَعْدَ اُمِّي وَذَكَرَ ثَنَاءَهُ عَلَيْهَا وَكَفَّنَهَا بِبُرْدِهٖ وَاَمَرَهُمْ بِحَفْرِ قَبْرِهَا فَلَمَّا بَلَغُوا اللَّحْدَ حَفَرَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهٖ وَاَخْرَجَ تُرَابَهُ بِيَدِهٖ فَلَمَّا فَرَغَ دَخَلَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاضْطَجَعَ فِيْهِ ثُمَّ قَالَ اللّٰهُ الَّذِيْ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ اِغْفِرْ لِاُمِّيْ فَاطِمَةَ بِنْتِ اَسَدٍ وَوَسِّعْ عَلَيْهَا مُدْخَلَهَا بِحَقِّ نَبِيِّكَ وَالْاَنْبِيَاءِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِيْ فَاِنَّكَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ

(رواہ طبرانی وابن حبان والحاکم وابن ابی شیبۃ)

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا جب فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے وفات پائی اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کی تھی۔ اور وہ علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے۔ پھر اُن کے سرہانے بیٹھ گئے اور فرمایا اے میری ماں کی قائم مقام ماں اللہ تم پر رحم کرے اور ان کی تعریف فرمائی اور اپنی چادر سے کفن پہنایا اور لوگوں کو اُن کی قبر کھودنے کا حکم دیا۔ جب وہ لحد تک پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے ہاتھ سے کھودا اور اپنے ہاتھ سے مٹی نکالی۔ پھر جب فارغ ہوئے۔ تو لحد میں داخل ہوتے۔ پھر اس میں لیٹ کر فرمایا اللہ جو زندہ کرتا اور مارتا ہے اور وہ زندہ ہے اس کو فنا نہیں الٰہی میری ماں فاطمہ بنت اسد کو بخش دے۔ اور اس کی قبر فراخ کردے۔ بحق اپنے نبی کے اور بحق ان انبیاء کے جو مجھ سے پہلے ہوئے۔ بیشک تو تمام رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے (جامع کبیر۔ مدارج النبوت)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء سے توسل کیا۔ جب باوصف اس عظمت کے آپ نے توسل فرمایا ہو تو پھر بھلا ہمارے لئے جوانہ توسل میں کیا تامل ہوسکتا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جذب القلوب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

درین حدیث دلیل ست بر توسل در ہر دو حالت نسبت بآں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم در حالتِ حیات ونسبت بانبیاء دیگر صلوات اللہ علیہ وعلیہم اجمعین بعد از وفات وچوں توسل بانبیار دیگر صلوات اللہ علیہ وعلیہم اجمعین بعد از وفات جائز باشد بسید انبیا علیہ افضل الصلاۃ و اکملہا بطریق اولیٰ جائز باشد بلکہ اگر بایں حدیث توسل با دلیائے خدا نیز بعد از وفات ایشاں قیاس کنند دور نیست مگر آنکہ دلیلے بر تخصیص حضرات رسل صلوات الرحمٰن علیہم اجمعین قائم شود۔

اس حدیث کے اندر دونوں حالتوں میں یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حیات میں اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے ساتھ وفات کے بعد توسل کرنے کی دلیل موجود ہے۔ اور جب دیگر انبیاء صلوات اللہ علیہ وعلیہم اجمعین کے ساتھ توسل وفات کے بعد جائز ہوا۔ تو سید انبیاء علیہ افضل الصلوٰۃ و اکملہا کے ساتھ تو بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔ بلکہ اگر اس حدیث کے ساتھ توسل با دلیائے خدا بھی ان کے فوت ہونے کے بعد قیاس کریں تو بعید نہیں۔ مگر یہ کہ حضرات رسل صلوات الرحمٰن علیہم اجمعین کی تخصیص پر کوئی دلیل قائم ہو۔

(۱۴) ایک اعرابی کا آنحضرت کے روبرو آپ کو وسیلہ قرار دینا

طبرانی اور شواہد النبوت میں مروی ہے کہ سواد بن قارب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنا قصیدہ پڑھا۔ جس میں یہ اشعار تھے۔

وَاَشْهَدُ اَنَّ اللّٰهَ لَارَبَّ غَيْرُهٗ — وَ اَنَّكَ مَاْمُوْنٌ عَلٰى كُلِّ غَائِبٖ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی رب نہیں — اور اے نبی آپ ہر غائب کے محافظ ہیں

وَاَنَّكَ اَدْنَى الْمُرْسَلِيْنَ وَسِيْلَةً — اِلَى اللّٰهِ يَا ابْنَ الْاَكْرَمِيْنَ الْاَطَائِبِ

اور اے پاک صاف لوگوں کے صاحبزادے — آپ اللہ تعالیٰ تک تمام مرسلین سے زیادہ قریب الوسیلہ ہیں

فَمُرْنَا بِمَا يَاْتِيْكَ يَا خَيْرَ مُرْسَلٍ — وَاِنْ كَانَ فِيْمَا فِيْهِ شَيْبُ الذَّوَائِبِ

آپ ہم کو اے بہترین مرسلین اس کا حکم دیجیے — جو آپ کے پاس آتا ہے۔ اگرچہ اس سے بال سپید پڑ جاتے ہیں

وَكُنْ لِّيْ شَفِيْعًا يَوْمَ لَاذُوْ شَفَاعَةٍ — بِمُغْنٍ فَتِيْلًا عَنْ سَوَادِ بْنِ قَارِبٖ

اور اس دن میری شفاعت کیجیے — جبکہ کوئی شفیع سواد بن قارب کو ذرہ برابر فائدہ پہنچانے والا نہیں

دیکھئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سواد کو ایسے شعر سے منع نہیں فرمایا جس میں اس نے آپ کو وسیلہ کیا۔ بلکہ سکوت فرمایا۔ جس سے آپ کی وسیلہ کے لئے رضامندی ثابت ہوتی ہے۔ اور آپ کا وسیلہ ہونا توسل کے متقاضی ہے۔ پس آپ سے توسل کرنا معترضین کو کیوں کھٹکتا ہے؟

(۱۳) وفات کے بعد آنحضرت سے توسل اور اس کی قبولیت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں قحط پڑا۔ تو بلال بن الحرث رضی اللہ عنہ نے قبر شریف پر حاضر ہو کر عرض کیا۔ "یا رسول اللہ اپنی امت کے واسطے مینہ طلب فرمائیے۔ آپ نے خواب میں تشریف لا کر ان سے فرمایا۔ کہ مینہ برسے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ بیہقی)

بزرگانِ دین کا اپنی قبروں میں پڑے پڑے امداد فرمانا

شیخ نظامی گنجوی رحمۃ اللہ علیہ اولیاء اللہ کے قبور کے اندر سے امداد کرنے کی یوں کیفیت بیان فرماتے ہیں:۔

بیاد آورہ اے تازہ کبکِ دری
کہ چوں بر سرِ خاکِ من بگذری

گیاہی بین از خاکم انگیختہ
سرے سودہ بالیں فرو ریختہ

نہی دست بر شوشۂ خاکِ من
بیاد آری از گوہر پاکِ من

فشانی تو بر من سرشکے ز دور
فشانم من از آسماں بر تو نور

دعائے تو بر ہر چہ دارد شتاب
من آمین کنم تا شود مستجاب

درودم رسانی رسانم درود
بیائی بیائم ز گنبد فرود

مرا زندہ پندار چوں خویشتن
من آیم بجاں گر تو آئی بتن

مداں خالی از ہم نشینی مرا
کہ بینم ترا گر نہ بینی مرا

شیخ احمد بن زروق مغربی کا قول کہ میں اپنے پکارنے والے کی مدد کروں گا

مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بستان المحدثین میں شیخ احمد بن زروق مغربی رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی تعریف و توصیف لکھی پھر ان کے کلام سے دو شعر نقل کئے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں ؎

أَنَا لِمُرِيدِي جَامِعٌ لِشَتَاتِهِ
إِذَا مَا سَطَا جَوْرُ الزَّمَانِ بِنَكْبَتِهِ

میں اپنے مرید کی پریشانیوں میں جمعیت بخشنے والا ہوں
جب ستم زمانہ اپنی نحوست سے اس پر تعدی کرتے

وَإِنْ كُنْتَ فِي ضِيقٍ وَكَرْبٍ وَوَحْشَةٍ
فَنَادِ بِيَا زَرُّوقُ آتِ بِسُرْعَتِهِ

اور اگر تنگی و تکلیف و دہشت میں ہو تو یوں ندا کر
یا زروق میں فوراً آموجود ہوں گا

مرا زندہ پندار چوں خویشتن | من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن
مداں غافل از ہم نشینی مرا | گر بلینم ترا گر نہ بینی مرا

شیخ احمد بن زروق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک روز شیخ ابو العباس حضرمی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے پوچھا کہ "زندہ کی مدد زیادہ قوی ہے یا مردہ کی" جواب میں میں نے کہا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ زندہ کی مدد زیادہ قوی ہے اور میں کہتا ہوں کہ مردہ کی مدد زیادہ قوی ہے"۔ شیخ نے کہا۔ "ہاں کیونکہ وہ لوگ خدا کے حضور میں ہیں۔

علامہ شامی کا قول ندا استمداد کی تائید میں

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ رد المختار میں گمشدہ چیز کے ملنے کے لئے فرماتے ہیں کہ بلندی پر جا کر حضرت سید احمد بن علوان یمنی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے فاتحہ پڑھے۔ پھر یوں ندا کرے۔ یَا سَیِّدِیْ اَحْمَدُ یَا ابْنَ عُلْوَان۔ تو وہ گم شدہ چیز انشاء اللہ تعالیٰ ضرور بالضرور مل جائے گی۔

سید محمد غمری رح کو ندا کرنے کا واقعہ

عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لواقح الانوار فی طبقات الاخیار میں تحریر فرماتے ہیں کہ محمد غمری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید بازار میں تشریف لے جاتے تھے کہ اتفاق سے اُن کے جانور کا پاؤں پھسل گیا۔ انہوں نے باآواز بلند پکارا۔ یَا سَیِّدِیْ مُحَمَّدَ غَمْرِیْ۔ ادھر بادشاہ وقت کا ایک ملازم ابن عمر اس کے حکم سے گرفتار ہو کر جیل جا رہا تھا۔ ابن عمر کے کانوں میں اُس شخص کی یہ آواز آئی۔ اُس نے اُس شخص سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ یہ سیدی محمد غمری کون ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میرے شیخ اور پیشوا ہیں۔ وہ میری پکار کو سنتے اور میری امداد کو پہنچتے ہیں۔ اگر کسی کو اس سے تسلیم کرنے میں کلام ہو تو میں ابھی اس کا ثبوت دے سکتا ہوں چنانچہ لوگوں کے کہنے پر انہوں نے باآواز بلند پکارا یا سَیِّدِیْ مُحَمَّدَ غَمْرِیْ لَاحِظْنِیْ یعنی اے میرے سردار، اے محمد غمری مجھ پر نظر عنایت کیجئے۔ ابھی یہ الفاظ زبان سے نکلے ہی تھے کہ سید محمد غمری فوراً تشریف لے آئے اور ارشاد فرمایا کہ تم کو کیا تکلیف ہے تمہاری کیا حاجت ہے اور تم کیا چاہتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ یا شیخ یہ شخص تکلیف میں ہے۔ آپ نے فوراً اس کی تکلیف کی طرف توجہ فرمائی۔ اسی وقت بادشاہ مع لشکر کے گھبراہٹ میں پڑ گیا اور ہاتف غیب سے آواز آئی کہ ابن عمر کو رہا کرو۔ ورنہ تمہاری خیر نہیں ہے۔ بادشاہ نے اسی وقت ابن عمر کو بلایا اور اس کو مخلصی بخشی اور خلعت و انعام دے کر اُس کو سابقہ خدمت پر بحال کر دیا۔

مشو بمرگ ز امداد اہل دل نومید | کہ خواب مردم آگاہ عین بیداری ست

خاصانِ حق سے اُن کی حیات میں مدد مانگنے کا ثبوت

یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ چکی ہے۔ کہ دُنیا عالم اسباب ہے۔ ہر ایک مخلوق اپنے وجود اور عدم میں اسباب سے وابستہ ہے۔ ایک دوسرے کی مدد کے بغیر کام نہیں چلتا۔ چنانچہ ہم چلنے کے لئے پاؤں سے مدد لیتے ہیں۔ پکڑنے کے لئے ہاتھ سے۔ لکھنے کے لئے قلم سے۔ دیکھنے کے لئے آنکھ سے۔ سننے کے لئے کان سے۔ سونگھنے کے لئے ناک سے۔ چکھنے کے لئے زبان سے مدد لیتے ہیں۔ علاوہ اس کے دنیوی امور میں کامیاب ہونے کے لئے کہیں دنیاداروں کی سفارش اور ذریعہ ڈھونڈا جاتا ہے۔ کہیں بڑے بڑے اسلامی جلسوں میں ہاتھ پھیلا کر قوم سے بھیک مانگی جاتی ہے ان سب امور کو کوئی عقل سلیم والا نہ تو شرک کہتا ہے اور نہ ہی کفر۔ مگر تعجب ہے ان لوگوں کی عقل و دانش پر جو ایسی امداد کے تو قائل ہیں۔ مگر کسی اہل اللہ سے خواہ وہ بحالتِ حیات ہوں یا عالم برزخ میں مدد مانگنے کو کفر و شرک کہتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ سورۂ مائدہ رکوع ۱ میں فرماتا ہے:۔

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ	اور نیکی اور پرہیزگاری میں باہم ایک دوسرے کو مدد دو اور گناہ اور سرکشی میں ایک دوسرے کو مدد نہ دو۔

جب خود حق تعالیٰ آپس میں ایک دوسرے کو مدد دینے کے لئے حکم دے رہا ہے اور وہ بھی عوام الناس کو۔ تو انبیاء و اولیاء سے جو خواص الخاص ہیں مدد لینا کیوں کر مورد اعتراض ہو سکتا ہے۔

عَنْ رَبِيْعَةَ ابْنِ كَعْبٍ (آنحضرت بفضل خدا ہر سائل کا سوال پورا کر سکتے ہیں) قَالَ كُنْتُ اَبِيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَيْتُهٗ بِوَضُوْئِهٖ وَحَاجَتِهٖ فَقَالَ لِيْ سَلْ وَفِيْ رِوَايَةِ الطَّبْرَانِيْ يَا رَبِيْعَةُ سَلْنِيْ فَاُعْطِيَكَ) فَقَالَ	ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سویا کرتا تھا ایک دن میں حسب معمول وضو کے لئے پانی اور آپ کی حاجت کی چیزیں لے کر حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا۔ مانگ اور طبرانی کی روایت میں ہے،

فَقُلْتُ اَسْئَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِی الْجَنَّةِ قَالَ اَوْغَیْرَ ذَالِكَ قُلْتُ هُوَ ذٰلِكَ قَالَ فَاَعِنِّی عَلٰی نَفْسِكَ بِكَثْرَةِ السُّجُوْدِ

اے ربیعہ مجھ سے کچھ مانگ میں تجھ کو دونگا ربیعہ کہتا ہے میں نے عرض کیا۔ آپ کے ساتھ رہنا جنت میں مانگتا ہوں آپ نے فرمایا۔ کیا کچھ اس کے سوا بھی۔ میں نے عرض کیا بس یہی۔ آپ نے فرمایا۔ پس مدد کر تو میری اپنے ذاتی مدعا پر کثرت سجود کے ساتھ۔

اس حدیث سے صراحتاً ثابت ہوتا ہے کہ ربیعہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت میں ساتھ رکھنے کا مختار باختیار خدا داد سمجھ کر یہ سوال کیا اور آپ نے اپنی ذات مقدس کو اس امر پر قادر بقدرتِ حق سمجھ کر ان کے سوال پر انکار نہ فرمایا۔ بلکہ اس سے زیادہ مانگنے پر آمادہ کیا۔ اور جب آپ نے ان کی آرزوئے مرافقت مستحکم پائی جو امور اس آرزو کے پورا کر دینے کے معین تھے اور جس طریقہ آپ اس آرزو کے پورا کرنے پر جانب اللہ مختار تھے اس کو بیان کر دیا اس واسطے کہ اگر آپ اس آرزو کے پورا کر دینے کے مختار نہ تھے اور آپ کے نزدیک یہ اختیار بجز خدا کے (کسی) اور کو مطلقاً نہ تھا خواہ وہ منجانب اللہ ہی ہو تو بمقتضائے نبوت آپ پر لازم تھا کہ ضرور ربیعہ رضی اللہ کے اس سوال پر انکار فرماتے۔ مگر آپ نے ان کے سوالِ مرافقت کو جائز رکھ کر اس سے زیادہ مانگنے پر آمادہ فرمایا شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح اشعۃ اللمعات میں تحریر فرماتے ہیں:-

از اطلاق سوال کہ فرمود سَل بخواہ تخصیص نکردن بمطلوب خاص معلوم مے شود کہ ہمہ بدستِ ہمت کرامت اوست صلی اللہ علیہ وسلم ہر چند خواہد ہر کرا خواہد باذنِ پروردگار خود دہد۔

اس سوال کے اطلاق سے کہ مانگو اور کسی خاص مطلوب کے ساتھ تخصیص نہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام کام آپ کے دست باہمت کرامت میں ہیں صلے اللہ علیہ وسلم کہ جس قدر چاہیں اور جس کو چاہیں پروردگار کے اذن سے دے دیں ؎

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْیَا وَضَرَّتَهَا
بے شک آپ کی بخشش سے دنیا ہے اور اس کی سوکن (عقبیٰ)

وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ
اور آپ کے علم سے لوح و قلم ہیں۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقات شرح مشکوٰۃ میں اس حدیث کی شرح اس طرح فرماتے ہیں:

یوخذ من اطلاقہ صلی اللہ علیہ و

حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے مطلق سوال کا

سلم الامر بالسوال ان الله تعالیٰ مکنہ من اعطاء کل ما اراد من خزائن الحق

حکم دینے سے یہ بات خنہ ہوا سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خزائن حق ایسی ہر چیز کے ڈالنے کا اختیار دیدیا تھا جو آپ چاہیں

دونوں عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً فرمایا - مانگ، اور کسی خاص چیز کے ساتھ خصوص کر کے نہ فرمایا کہ فلاں شے مانگ - بنا بریں ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خزانوں سے ہر چیز کے دینے کی قدرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ کو عطا فرما دی تھی - مگر آپ کو ہر چیز کا مالک بنایا ہے - آپ ہر قسم کی مدد فرما سکتے ہیں - ہر طرح کی حاجت روائی کر سکتے ہیں - دنیا و آخرت کی سب مرادیں اور جملہ مطالب و مقاصد کا عطا آپ کے قبضۂ قدرت اور اختیار میں ہے ورنہ بلا تقیید و تخصیص یہ کیسے فرماتے کہ جو مانگو گے میں تم کو دوں گا - تم مجھ سے مانگو جو مراد چاہو -

امام ابن سبع وغیرہ علماء نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصائص میں سے یہ بات ذکر کی ہے کہ جنت کی زمین اللہ تعالیٰ نے حضور کی جاگیر کر دی ہے کہ اس میں سے جو چاہیں اور جسے چاہیں بخش دیں -

ایک صحابی نے دنیا میں آپ سے شفاعت کا سوال کیا

سواد بن قارب رضی اللہ عنہ جب مشرف باسلام ہوئے تو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں بہت سے اشعار پڑھے منجملہ ان کے ایک شعر یہ ہے۔

وَكُنْ لِي شَفِيعًا يَوْمَ لَاذُو شَفَاعَةٍ سِوَاكَ بِمُغْنٍ عَنْ سَوَادِ بْنِ قَارِبِ

یعنی یا حضرت! میری شفاعت کرنا اس روز جب آپ کے سوا کوئی شفاعت کرنے والا سواد بن قارب کے کام نہ آئے گا

ابن شاہین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر سوال جائز ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے منع فرماتے -

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استعانت فرمانا

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّا لَا نَسْتَعِينُ بِمُشْرِكٍ (رواہ ابوداؤد و ابن ماجہ)

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کسی مشرک سے استعانت نہیں کریں گے (مشکوٰۃ)

مطلب یہ ہوا کہ مسلمانوں سے مدد طلب کریں گے - اگر مسلمان سے استعانت ناجائز ہوتی تو شرک ذکر کی تخصیص کی جاتی - پس جب نبی کا دوسرے لوگوں سے استعانت کرنا روا ہے تو اس سے مراد ثابت

ہوا کہ انبیاء و اولیاء سے و دوسرے لوگوں کا مدد مانگنا بطریق اولیٰ جائز ہے۔

حضرت عمر بن خطابؓ کا ایک غلام سے مدد مانگنا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے ایک نصرانی غلام وثیق نامی سے کہ دنیاوی کاموں کا امانت دار تھا۔ ارشاد فرماتے ہیں:

اَسْلِمْ اَسْتَعِنْ بِكَ عَلٰی اَمَانَةِ الْمُسْلِمِيْنَ۔

مسلمان ہو جا تاکہ میں مسلمانوں کی امانت پر تجھ سے استعانت کروں۔ جب وہ زمانہ تو فرماتے ہم کافر سے استعانت نہ کریں گے۔

اس سے بھی ثابت ہوا کہ مشرک سے امداد مانگنا ناجائز ہے مگر مسلمان سے جائز ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبائل عرب کو مدد دینا

عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَاهُ رِعْلٌ وَّذَكْوَانُ وَعُصَيَّةُ وَبَنُوْ لِحْيَانَ فَزَعَمُوْا اَنَّهُمْ قَدْ اَسْلَمُوْا وَاسْتَمَدُّوْهُ عَلٰی قَوْمِهِمْ فَاَمَدَّهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (رواہ بخاری۔ مسلم۔ نسائی)

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنو رعل بنو ذکوان، بنو عصیہ اور بنو لحیان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ظاہر کیا کہ وہ مسلمان ہو گئے۔ اور انہوں نے اپنی قوم کے مقابلے میں آپ سے مدد مانگی۔ تو آپ نے ان کو مدد دی۔ (مشکوٰۃ)

غیر اللہ سے استمداد کے جواز کا ثبوت

مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی سورۂ بقرص ۴۶۰ میں تحریر فرماتے ہیں:-

افعال عادی الٰہی را مثل بخشیدن فرزند و توسیع رزق و شفاء مریض و امثال ذالک را مشرکان نسبت بارواح خبیثہ و اصنام مے نمایند و کافر مے شوند و موحداں از تاثیر اسماء الٰہی یا خواص مخلوقات او مے دانند از ادویہ و عقاقیر یا دعاء صلحاء بندگان او کہ ہم از جناب او در خواستہ انجاح مطالب

اللہ تعالیٰ کے افعال عادی مثل بیٹا دینے رزق وسیع کرنے بیمار کو شفا دینے وغیرہ کو مشرکین ارواح خبیثہ اور بتوں کی طرف نسبت کرتے ہیں اور کافر ہو جاتے ہیں اور اہل توحید اللہ کے ناموں کی تاثیر یا اس کی پیدا کی ہوئی ادویہ وغیرہ کی خاصیت یا اللہ کے نیک بندوں کی دعا کی تاثیر سمجھتے ہیں جو اللہ کی جناب میں

می کنانند می فہمند و در ایمان ایشاں خلل نمی افتد۔

درخواست کر کے خلق کی حاجت روائی کراتے ہیں اس اعتقاد سے اُن کے ایمان میں کچھ خلل نہیں آتا۔

دیکھئے شاہ صاحب بزرگوں کی دعا سے بیٹا ملنے، رزق وسیع ہونے، بیمار کے تندرست ہونے اور دیگر ہر قسم کی حاجت روائی کے قائل ہیں، اور یہ فرق کرتے ہیں کہ موحد اگر ان چیزوں کو اہل اللہ کی دعا کی تاثیر جانے تو اس کے ایمان میں کچھ خلل نہیں کیونکہ وہ ان امور میں صلحا کو مستقل بالذات اور موثر حقیقی نہیں جانتا بلکہ وسیلہ سمجھتا ہے اور مشرک ارواح خبیثہ یا اپنے بتوں کی طرف ان امور . . . . . . کو نسبت کرے تو یہ اُس کا کفر ہے کیونکہ وہ ان بتوں کو مستقل بالذات اور موثر حقیقی اعتقاد کرتا ہے۔

یہ تو تھا خاصان حق کا اپنے متوسلین کو قرب وحضور میں مدد پہنچانا۔ اس سے بڑھ کر حقیقت یہ ہے کہ یہ حضرات بعد وغیبت میں بھی اپنے متوسلین و مستمدین کو بقدرت حق اور باعلام حق مدد دے سکتے ہیں اور دیتے ہیں۔ جس میں تمام انبیاء واولیاء شامل ہیں۔

حضرت عمر نے مدینہ سے مجاہدین کو مدد دی

عَنْ نَافِعٍ عَنْ عُمَرَ قَالَ وَجَّهَ عُمَرُ جَيْشًا وَرَأَّسَ عَلَيْهِمْ رَجُلًا يُدْعٰى سَارِيَةَ فَبَيْنَا عُمَرُ يَخْطُبُ جَعَلَ يُنَادِيْ يَا سَارِيَةَ الْجَبَلَ ثَلَاثًا ثُمَّ قَدِمَ رَسُوْلُ الْجَيْشِ فَسَأَلَهُ عُمَرُ فَقَالَ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ هُزِمْنَا فَبَيْنَا نَحْنُ كَذٰلِكَ إِذْ سَمِعْنَا صَوْتًا يُنَادِيْ يَا سَارِيَةَ الْجَبَلَ ثَلَاثًا فَأَسْنَدْنَا ظُهُوْرَنَا إِلَى الْجَبَلِ فَهَزَمَهُمُ اللّٰهُ قَالَ قِيْلَ لِعُمَرَ إِنَّكَ كُنْتَ تَصِيْحُ بِذٰلِكَ وَذٰلِكَ الْجَبَلُ الَّذِيْ كَانَ سَارِيَةُ عِنْدَهُ بِنَهَاوَنْدَ مِنْ أَرْضِ الْعَجَمِ قَالَ ابْنُ حَجَرٍ فِي الْإِصَابَةِ إِسْنَادُهُ حَسَنٌ (زجاجۃ الحق مجتبائی صفحہ ۸۵)

نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہ حضرت عمرؓ نے ایک قوم جہاد پہ بھیجی اور ایک شخص ساریہ نام اس کا افسر مقرر فرمایا۔ اس اثنا میں کہ ایک دن حضرت عمرؓ خطبہ دے رہے تھے وہ یوں پکارنے لگے کہ "اے ساریہ پہاڑ کا خیال رکھو" تین مرتبہ۔ پھر فوج کا قاصد آیا تو اس سے حضرت عمرؓ نے حال پوچھا تو اس نے کہا اے امیر المومنین ہم کو شکست ہو گئی تھی۔ اسی اثنا میں ہم نے آواز سنی کہ اے ساریہ پہاڑ کا خیال رکھو۔ تین مرتبہ یہ آواز آئی۔ تو ہم نے پہاڑ کو اپنا پشت پناہ بنایا۔ تو اللہ نے ان کو شکست دی۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت عمر کو یاد دلایا گیا۔ تو آپ ہی تو یہی کلمات باواز بلند کہتے تھے۔ اور وہ پہاڑ جس کے پاس ساریہ تھا۔ ارض عجم میں نہاوند کے پاس ہے۔

ابن حجر نے اصابہ میں کہا ہے کہ اس روایت کی اسناد حسن ہیں۔

بعض روایات سے ظاہر ہے کہ سامعین خطبہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ان بے موقع الفاظ پر تعجب ظاہر کیا تھا، اور ان سے اس کی وجہ پوچھی۔ تو انہوں نے صاف طور سے اپنا کشف بیان فرمایا چنانچہ:۔ اخرج ابن مردویہ من طریق میمون بن مہران عن ابن عمرؓ قال کان عمرؓ یخطب یوم الجمعۃ فعرض فی خطبتہ ان قال یا ساریۃ الجبل من استرعی الذئب ظلم فالتفت الناس بعضھم لبعض فقال لھم علی لیخرجن مما قال فلما فرغ سألوہ فقال وقع فی خلدی ان المشرکین ھزموا اخواننا وانھم یمرون بجبل فان عدلوا الیہ قاتلوا من وجہ واحد وان جاوزوا ھلکوا فخرج منی ما تزعمون انکم سمعتموہ قال فجاء البشیر بعد شھر فذکر انھم سمعوا صوت عمر فی ذالک الیوم قال فعدلنا الی الجبل ففتح اللہ علینا وایضاً

ابن مردویہ نے میمون بن مہران کے طریق سے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن خطبہ دے رہے تھے۔ پس اثنائے خطبہ میں کہنے لگے اے ساریہ پہاڑ کا خیال رکھو۔ جو شخص بھیڑیے کی حفاظت کرتا ہے اس نے ظلم کیا۔ تو لوگ ایک دوسرے کو تکنے لگے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو کہا وہ اپنے اس قول سے ضرور خطبے سے نکل گئے۔ جب وہ فارغ ہوئے تو لوگوں نے سوال کیا۔ فرمایا، میرے دل میں یہ بات آئی کہ مشرکوں نے ہمارے بھائیوں کو شکست دیدی، اور وہ پہاڑ کے پاس سے گذر رہے ہیں اگر اس کی طرف پناہ گیر ہو جائیں تو ان کو صرف ایک طرف سے جنگ کرنی پڑے اور اگر آگے چلے گئے تو پس جائیں گے۔ بس میرے منہ سے یہ الفاظ نکل گئے۔ جن کی نسبت تم کہتے ہو کہ تم نے سنے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ پھر ایک ماہ کے بعد فتح کی بشارت لانے والا آیا تو اس نے ذکر کیا کہ ہم نے حضرت عمرؓ کی آواز اسی روز سنی تھی۔ اس نے بتایا کہ پھر ہم نے پہاڑ کی طرف پناہ لی۔ تو اللہ نے ہم کو فتح بخشی۔

بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ چونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر ان الفاظ کا کوئی قرینہ نہ تھا۔ اس

سامعین خطبہ نے آپ کو مجنون و فاتر العقل کا خطاب دیا تھا چنانچہ :

أَخْرَجَ أَبُو نُعَيْمٍ فِي الدَّلَائِلِ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ قَالَ بَيْنَمَا عُمَرُ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِذْ تَرَكَ الْخُطْبَةَ فَقَالَ يَا سَارِيَةُ الْجَبَلَ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى خُطْبَتِهِ فَقَالَ بَعْضُ الْحَاضِرِينَ لَقَدْ جُنَّ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ فَدَخَلَ عَلَيْهِ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَكَانَ يَطْمَئِنُّ إِلَيْهِ فَقَالَ إِنَّكَ لَتَجْعَلُ لَهُمْ عَلَى نَفْسِكَ مَقَالًا بَيْنَا أَنْتَ تَخْطُبُ إِذْ أَنْتَ تَصِيحُ يَا سَارِيَةُ الْجَبَلَ أَيُّ شَيْءٍ هٰذَا قَالَ إِنِّي وَاللّٰهِ مَا مَلَكْتُ ذٰلِكَ رَأَيْتُهُمْ يُقَاتِلُونَ عِنْدَ جَبَلٍ يُؤْتَوْنَ مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ فَلَمْ أَمْلِكْ أَنْ قُلْتُ يَا سَارِيَةُ الْجَبَلَ لِيَلْحَقُوا بِالْجَبَلِ فَلَبِثُوا إِلَى أَنْ جَاءَ رَسُولُ سَارِيَةَ بِكِتَابِهِ أَنَّ الْقَوْمَ لَقُونَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَاتَلْنَاهُمْ حَتَّى إِذَا حَضَرَتِ الْجُمُعَةُ سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي يَا سَارِيَةُ الْجَبَلَ مَرَّتَيْنِ فَلَحِقْنَا بِالْجَبَلِ فَلَمْ نَزَلْ قَاهِرِينَ لِعَدُوِّنَا

ابو نعیم نے دلائل میں عمرو بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس اثنا میں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کے روز خطبہ دے رہے تھے کہ اچانک خطبہ چھوڑ کر کہنے لگے' اے ساریہ پہاڑ کا خیال رکھو۔ دو مرتبہ یا تین مرتبہ۔ پھر اپنے خطبہ کی طرف متوجہ ہوئے پس بعض حاضرین نے کہا ان کو جنون ہو گیا۔ بلاشبہ وہ دیوانہ ہیں۔ تو ان کے پاس عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ آئے اور وہ ان سے بے تکلف تھے۔ پس انہوں نے کہا آپ اپنے متعلق لوگوں میں چرچا کرا رہے ہیں۔ چنانچہ ابھی خطبہ دیتے دیتے پکار اٹھے ساریہ پہاڑ کو دیکھو۔ بھلا یہ کیا بات تھی؟ آپ نے فرمایا بخدا یہ بات میرے بس کی نہ تھی میں نے ان لوگوں کو دیکھا کہ ایک پہاڑ کے پاس جنگ کر رہے ہیں۔ ان پر آگے اور پیچھے سے حملے ہو رہے ہیں تو بے تحاشا میرے منہ سے نکل گیا کہ اے ساریہ پہاڑ! تاکہ وہ پہاڑ کے ساتھ مل جائیں۔ پس کچھ دن گزرے تو ساریہ کا قاصد اس کا خط لایا۔ کہ دشمن کی فوج جمعہ کے روز ہمارے مقابل آئی۔ ہم نے ان سے جنگ شروع کی۔ یہاں تک جب

حَتّٰی هَزَمَهُمُ اللّٰهُ وَقَتَلَهُمْ فَقَالَ اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ لَمَزُوْا عَلَيْهِ دَعُوْا هٰذَا الرَّجُلَ فَاِنَّهٗ مَصْنُوْعٌ لَهٗ (ایضاً)

جمعہ کا وقت آیا۔ تو ہم نے کسی پکارنے والے کی یہ آواز دو مرتبہ سنی کہ اے ساریہ پہاڑ کی طرف۔ پس ہم پہاڑ سے جا ملے۔ تو ہم برابر دشمن پر غالب آتے گئے۔ یہاں تک اللہ نے ان کو شکست دی اور ان کو تباہ کر دیا۔ اس پر اُن لوگوں نے جو انہیں طعنہ دیتے تھے کہا، ان صاحب کو کچھ نہ کہو۔ یہ اُن کا قدرتی فعل تھا۔

حضرت عمرؓ نے مدینے میں بیٹھے اپنی روحانیت سے اہل مصر کی مدد کی

قَالَ لَمَّا فُتِحَتْ مِصْرُ اَتٰی عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ حِيْنَ دَخَلَ يَوْمٌ مِّنْ اَشْهُرِ الْعَجَمِ فَقَالُوْا يَا اَيُّهَا الْاَمِيْرُ اِنَّ لِنِيْلِنَا هٰذَا سُنَّةً لَا يَجْرِيْ اِلَّا بِهَا قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالُوْا اِذَا كَانَ اِحْدٰى عَشَرَةَ لَيْلَةً تَخْلُوْا مِنْ هٰذَا الشَّهْرِ عَمَدْنَا اِلٰى جَارِيَةٍ بِكْرٍ بَيْنَ اَبَوَيْهَا فَاَرْضَيْنَا اَبَوَيْهَا وَجَعَلْنَا عَلَيْهَا الثِّيَابَ وَالْحُلِيَّ اَفْضَلَ مَا يَكُوْنُ ثُمَّ اَلْقَيْنَاهَا فِيْ هٰذَا النِّيْلِ فَقَالَ لَهُمْ عَمْرٌو اِنَّ هٰذَا لَا يَكُوْنُ اَبَدًا فِي الْاِسْلَامِ وَاِنَّ الْاِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهٗ فَاَقَامُوْا وَالنِّيْلُ لَا يَجْرِيْ قَلِيْلًا وَّلَا كَثِيْرًا حَتّٰى هَمُّوْا بِالْجَلَاءِ فَلَمَّا رَاٰى ذٰلِكَ عَمْرٌو كَتَبَ اِلٰى عُمَرَ

راوی کہتا ہے کہ جب مصر فتح ہوا۔ تو حضرت عمرو بن العاص وہاں آئے جب عجم کے مہینوں میں ایک دن آیا تو لوگوں نے کہا، اے امیر! ہمارے اس دریائے نیل کا ایک دستور ہے کہ وہ اس سے جاری ہوتا ہے۔ انھوں نے کہا وہ کیا دستور ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ جب اس مہینے سے گیارہ راتیں گزر جاتی ہیں تو ہم کسی کنواری لڑکی کو تلاش کرتے ہیں جس کے ماں باپ زندہ ہوں پھر اس کے ماں باپ کو راضی کر کے اسے اچھے سے اچھے کپڑے اور زیور پہناتے ہیں۔ پھر اس کو اس دریا میں ڈال دیتے ہیں۔ حضرت عمرو نے ان سے کہا اب اسلام میں یہ بات کبھی نہ ہوگی۔ اور بے شبہ اسلام پہلے مراسم کو مٹا دیتا ہے۔ تو وہ لوگ ٹھیرے رہے۔ اور نیل تھوڑا بہت کچھ بھی جاری نہ ہوا۔ یہاں تک کہ لوگوں نے اس علاقے سے نکل جانے کا قصد کیا۔ جب حضرت

بْنِ الْخَطَّابِ بِذٰلِكَ فَكَتَبَ
لَهُ اَنْ قَدْ اَصَبْتَ بِالَّذِیْ فَعَلْتَ
وَ اَنَّ الْاِسْلَامَ یَهْدِمُ مَا
كَانَ قَبْلَهُ وَ بَعَثَ بِطَاقَةً
فِیْ دَاخِلِ كِتَابِهٖ وَكَتَبَ اِلٰی
عَمْرٍو اِنِّیْ قَدْ بَعَثْتُ اِلَیْكَ
بِبِطَاقَةٍ فِیْ دَاخِلِ كِتَابِیْ فَاَلْقِهَا
فِی النِّیْلِ فَلَمَّا قَدِمَ كِتَابُ عُمَرَ
اِلٰی عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ اَخَذَ
الْبِطَاقَةَ فَفَتَحَهَا فَاِذَا فِیْهَا
مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عُمَرَ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ
اِلٰی نِیْلِ مِصْرَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنْ كُنْتَ
تَجْرِیْ مِنْ قَبْلِكَ فَلَا تَجْرِ وَ اِنْ
كَانَ اللّٰهُ یُجْرِیْكَ فَنَسْاَلُ اللّٰهَ الْوَاحِدَ
الْقَهَّارَ اَنْ یُّجْرِیَكَ فَاَلْقَی
الْبِطَاقَةَ فِی النِّیْلِ قَبْلَ الصَّلِیْبِ
بِیَوْمٍ فَاَصْبَحُوْا وَقَدْ اَجْرَاهُ
اللّٰهُ تَعَالٰی سِتَّةَ عَشَرَ ذِرَاعًا
فِیْ لَیْلَةٍ وَّاحِدَةٍ فَقَطَعَ اللّٰهُ
تِلْكَ السُّنَّةَ عَنْ اَهْلِ مِصْرَ
اِلَی الْیَوْمِ (تاریخ الخلفاء)

عمرو نے یہ حال دیکھا۔ تو حضرت عمرؓ کی
طرف اس کی اطلاع بھیجی۔ انہوں نے
جواباً لکھا تم نے جو کچھ کیا نیک کیا اور
بے شک اسلام پہلے مراسم کو مٹا دیتا ہے
اور خط کے اندر ایک پرچہ بھیجا اور
حضرت عمرو کو لکھا کہ میں تمہاری طرف
اس خط کے اندر ایک پرچہ بھیجتا ہوں
اس کو دریائے نیل میں ڈال دو۔ پس
جب حضرت عمرؓ کا خط عمرو کے پاس
پہنچا۔ تو انہوں نے پرچہ کھولا۔ تو اس
میں یہ لکھا پایا۔ یہ پرچہ اللہ کے بندے
عمر امیر المومنین کی طرف سے مصر کے دریا
نیل کی طرف ہے۔ اما بعد اے نیل اگر تو
پہلے باختیار خود جاری تھا۔ تو بے شک جاری
نہ ہو اور اگر تجھ کو اللہ جاری کرتا تھا تو
میں اللہ سے دعا کرتا ہوں جو واحد ہے
زبردست ہے کہ تجھ کو جاری کرے چنانچہ
یہ پرچہ دریائے نیل میں ستارہ صلیب کے
طلوع سے ایک دن پہلے ڈال دیا۔ صبح
کو کیا دیکھتے ہیں کہ اللہ نے اس کو ایک ہی
رات میں سولہ ہاتھ گہرے پانی کے ساتھ
جاری کر دیا۔ پس اللہ نے اہل مصر سے یہ رسم بد بند کر دی آج تک۔

اس روایت سے چار باتیں ثابت ہوتی ہیں (۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں بیٹھے بیٹھے صدہا
کوس کے فاصلے سے غیبت میں اہل مصر کے لئے دریائے نیل کو دوبارہ جاری کر دیا۔ اسی طرح اہل اللہ دور
بیٹھے استعانت کرنے والوں کی مدد کر سکتے ہیں (۲) یہ امانت درحقیقت بصورت دعا تھی یعنی اسأل اللہ الخ

القہار ان یجریک اے نیل میں خداوند واحد قہار سے دعا کرتا ہوں کہ تجھے جاری کر دے
چنانچہ دعا فوراً قبول ہوئی، اور دریا جاری ہو گیا۔ اسی طرح باقی تمام اہل اللہ کی امداد و اعانت بھی
بالاستقلال نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں اور ان کی دعا بوجہ تقرب خاص قبول
ہو جاتی ہے۔ پھر اس میں شرک کا کونسا شائبہ ہے (۳) اسمائے الواحد القہار کے ذکر میں یہ
اشارہ مضمر ہے۔ کہ اختیار و قدرت اکیلے خداوند تعالیٰ کا حق ہے کسی مخلوق کا یہ حق نہیں اور وہ
سب سے زبردست اور سب پر غالب ہے۔ خصوصاً اِن کُنتَ تجرِی الخ کے الفاظ نے اس
توحیدِ حق اور عجزِ مخلوق کو اور بھی واضح کر دیا۔ جس سے ظاہر ہے کہ اس قسم کی استعانت و اعانت
کی تہ میں کمال توحید مضمر ہوتی ہے۔ کوتہ اندیش لوگ اپنی تنگ نظری سے اس کو شرک سمجھ رہے ہیں۔
(۴) اگر حضرت عمرو بن العاص اس پرزہ کاغذ کو کھولے بدون دریا میں ڈال دیتے اور کوئی اس کے
توحید آموز مضمون پر آگاہ نہ ہوتا اور دریا اس عمل کی بدولت جاری ہو جاتا۔ تو شاید کج فہم لوگ اس
فعل کو معاذ اللہ خاص حضرت عمر فاروق کی مستقل تاثیر و تصرف کا شبہ کرتے۔ اسی طرح کج فہم
و کوتہ اندیش لوگ بزرگان دین کی اعانت اور متوسلین و معتقدین کی استعانت کو اپنی نادانی
سے شرک سمجھ بیٹھتے ہیں۔ کیونکہ ان کو نہ ان حضرات کی نیت کا پتہ ہے۔ نہ ان کے مضمون دعا
اور فحوائے سخن کی خبر ہے نہ شروع توحید اور وجوہِ شرک پر نظر ہے۔ بس اعانت و امداد
کا ذکر آیا اور جھٹ کفر و شرک کا فتویٰ جڑ دیا۔

حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مقالہ اولیاء اللہ کے مسافت بعیدہ سے امداد فرمانے کے اثبات پر

مجدد دِ توحید حق، مقوم اعوجاجاتِ خلق، قامع آثار بدعت، جامع اطوار سنت، حامی دین مبین،
کاسر جیوش شیاطین، الامام الربانی، مجدد الف ثانی، کاشف الاسرار اللدنیہ، مفیض الانوار
السرّیہ، المخصوص باللطف الخفی، حضرت الشیخ احمد السرہندی سہ

وہ یکتا وارثِ اقلیمِ تجدید — وہ ہیں مشکل کشائے سرِ توحید
ہے شانِ نسلِ فاروق ان سے صد چند — ہے پُر انوار ان سے شہر سرہند
تزلزل یاب تھا جب قصر اسلام — الٰہی کے ہاتھ نے اس کو لیا تھام
ہوئی ان سے بہارِ علم تازہ — رُخِ عرفاں نے پایاں سے غازہ
معارف سے اٹھیں صدیوں کی اغلاط — ہوئی نابود ہر تفریط و افراط

نے اپنے ایک مکتوب میں اس مضمون پر خوب روشنی ڈالی ہے۔ جو ان متوہم طبائع کے لئے

جن کو ہر ذرہ کی حرکت اور ہر پتے کی جنبش میں شرک کا ہم دامن گیر ہوتا رہتا ہے نہایت سبق آموز ہے۔ وہو ھذا:

سوال: از حضرت امیر کرم اللہ تعالیٰ وجہہ واز بعضے دیگر اولیاء اللہ نیز منقول ست کہ بعضے از اعمال غریبہ وافعال عجیبہ پیش از وجود عنصری بقرون متطاولہ ازیشان در عالم شہادت بوقوع آمدہ است صحت ایں بے تجویز تناسخ چگونہ الاست؟

جواب: صدور ایں اعمال و افعال از ارواح ایں بزرگواران است کہ بمشیت اللہ سبحانہ خود متجسد باجساد گشتہ مباشر افعال عجیبہ گشتہ اند جسد دیگر نیست کہ باں تعلق گیرند۔ تناسخ آں ست کہ روح پیش از تعلق بایں جسد بجسد دیگر کہ مباین و مغایر ایں روح ست تعلق گرفتہ باشد و چوں خود متجسد بجسد گردد تناسخ چہ بود۔ جنیاں کہ متشکل باشکال میگردند و متجسد باجساد مے شوند۔ و دریں حال اعمال عجیبہ کہ مناسب ایں اشکال و اجساد است بوقوع مے آرند ہیچ تناسخ نیست و ہیچ حلولے نہ۔ ہرگاہ جنیاں را بتقدیر اللہ سبحانہ ایں قدرت بود کہ متشکل باشکال گشتہ اعمال غریبہ

حضرت امیر کرم اللہ وجہہ سے اور بعض دیگر اولیاء اللہ سے بھی منقول ہے کہ ان سے ان کے وجود عنصری سے قرنہا قرن پہلے بعض احوال غریبہ اور افعال عجیبہ ظاہری عالم میں واقع ہوئے ہیں۔ اس کے ثبوت کی کیا صورت ہے جبکہ اس سے تناسخ لازم نہ آئے؟

(ج) ان اعمال و افعال کا صدور ان بزرگوں کی ارواح سے ہے۔ جو اللہ سبحانہ کے ارادے سے خود مجسم باجسام ہو کر افعال عجیبہ صادر کرتی ہیں کوئی دوسرا جسم نہیں ہوتا جس کے ساتھ ان کا تعلق ہو اور تناسخ یہ ہے کہ روح اس جسم کے ساتھ متعلق ہونے سے پہلے کسی دوسرے جسم سے جو اس جسم سے جداگانہ اور علیحدہ ہو متعلق ہو چکی ہو اور جب وہ روح خود مجسم ہوتی ہے تو تناسخ کا احتمال ہی کیا۔ جنات جو مختلف شکلیں بنا لیتے ہیں اور گوناگوں جسم اختیار کر لیتے ہیں اور اس حالت میں عجیب عجیب کام جو ان شکلوں اور جسموں کے لئے مناسب ہوں وقوع میں لاتے ہیں۔ تو یہ نہ تناسخ ہے نہ حلول ہے۔ جب

بوقوع آرند ارواح کمل را اگر ایں قدرت عطا فرمایند چہ تعجب ست و چہ احتیاج ببدن دیگر۔ ازیں قبیل ست آنچہ از بعضے اولیاء اللہ نقل مے کنند کہ در یک آن در امکنہ متعددہ حاضر مے گردند۔ و افعال متبائنہ بوقوع مے آرند۔ اینجا نیز لطائف ایشاں متجسد باجساد مختلفہ اند و متشکل باشکال متبائنہ۔ و ہمچنیں عزیزے کہ مثلاً در ہندوستان توطن دارد و از ان دیار نہ برآمدہ است۔ جمعے از حضرت مکہ معظمہ مے آیند و میگویند کہ آں عزیز را در حرم کعبہ دیدہ ایم۔ و چناں و چنیں درمیان ما و آں عزیز گذشتہ است و جمعے دیگر نقل مے کنند کہ ما او را در روم دیدہ ایم و جمع دیگر در بغداد دیدہ اند۔ ایں ہمہ تشکل لطائف آں عزیز است۔ باشکال مختلفہ۔ و گاہ ہست کہ آں عزیز را از اں تشکلات اطلاع نبود، لہذا در جواب آں جماعت گاہ مے گوید کہ ایں ہمہ بر من تہمت است، من از خانہ نہ برآمدہ ام و حرم کعبہ را ندیدہ ام۔ و روم و بغداد

جنات کو اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے ایسی قدرت حاصل ہے کہ وہ مختلف شکلوں میں نمودار ہو کر عجیب اعمال کرتے ہیں۔ تو کاملین کی ارواح کو بھی اگر اس قدر طاقت بخشی جائے۔ تو کونسا تعجب کا مقام ہے اور دوسرے بدن کی ان کو کیا ضرورت ہے۔ اسی قبیل سے ہر وہ جو بعض اولیاء اللہ سے نقل کرتے ہیں۔ کہ ایک آن میں مختلف مقامات کے اندر وہ حاضر ہو جاتے ہیں اور افعال گوناگوں وقوع میں لاتے ہیں۔ یہاں بھی ان کے لطائف مجسم یا اجسام مختلفہ ہوتے ہیں اور متشکل باشکال متفرقہ اسی طرح کوئی بزرگ[1] جو مثلاً ہندوستان میں مقیم ہے۔ اور اس ملک سے باہر نہیں نکلا۔ ایک جماعت مکہ معظمہ کی طرف سے آتی ہے اور کہتی ہے کہ اس بزرگ کو ہم نے حرم کعبہ میں دیکھا اور فلاں فلاں باتیں ہمارے اور ان کے مابین ہوئیں اور ایک گروہ نقل کرتا ہے کہ ہم نے ان کو روم میں دیکھا ہے اور ایک جرگہ نے بغداد میں ان کو دیکھا ہے یہ تمام ان بزرگ کے لطائف کی شکلیں ہیں مختلف صورتوں میں اور کبھی ایسا ہوتا ہے

[1] یہاں یہ بیان حضرت افضل تعین نے لکھا ہے۔ وار یہ واقعہ حقیقی ہے۔ اور خود حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے شیخ طریقت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کا واقعہ ہے۔ کہ وہ ہندوستان میں ہوتے تھے اور لوگ آپ کو حج میں ان کا عرب روم بغداد وغیرہ مختلف ممالک میں دیکھتے تھے۔

نے شناسم و نمیدانم ۔ شما چہ کسانید ۔ و
ہمچنیں ارباب حاجات از اعزّہ
احیا و اموات در مخاوف و مہالک
مدد ہا طلب مے نمایند و مے
بینند کہ صورِ آں اعزّہ حاضر شدہ
و دفع بلیّہ از یشاں نمودہ است و
گاہ ہست کہ آں اعزّہ را از دفع
آں بلیّہ اطلاع بود و گاہ نبود ۔
از ما و شما بہانہ بر ساختہ اند ایں
نیز تشکل لطائف آں اعزّہ است و ایں
تشکل گاہ در عالم شہادت بود و گاہ در عالم
مثال ۔ چنانچہ در یک شب ہزار کس آں
سرور را علیہ و آلہ الصلوٰۃ والسلام بصور
مختلفہ در خواب مے بینند و استفادہا
مے نمایند ۔ ایں ہمہ تشکل صفات و لطائف
اوست علیہ و علے آلہ الصلوٰۃ والسلام
بصورت ہائے مثالی ۔ و ہمچنیں
مریدان از صور مثالی پیران استفادہا
مے نمایند و حل مشکلات میسر یابند الخ

کہ ان بزرگ کو ان تشکلات کی خبر تک
نہیں ہوتی ۔ لہٰذا وہ ان لوگوں کے
جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ تمام باتیں مجھ
پر تہمت ہیں میں گھر سے باہر نہیں نکلا اور
نہ حرم کعبہ کو دیکھا ہے ۔ نہ میں روم و
بغداد کو جانتا ہوں اور میں نہیں جانتا کہ
تم کون لوگ ہو اور اسی طرح حاجتمند لوگ
زندہ اور وفات یافتہ بزرگوں سے خوف و
ہلاکت کے مواقع میں مدد و اعانت طلب
کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ان بزرگوں
کی صورتیں حاضر ہو کر ان لوگوں سے بلائیں
دور کرتی ہیں اور کبھی ایسا ہوا ہے ۔ کہ
ان بزرگوں کو ان بلاؤں کے دور کرنے
کی خبر ہوئی اور کبھی نہیں ہوئی ۔ ہمارا
تمہارا تو ایک بہانہ ہے ۔ یہ بھی ان بزرگوں
کے لطائف کا تشکل ہے اور یہ تشکل کبھی
عالم شہادت میں ہوتا ہے اور کبھی عالم
مثالی میں ۔ چنانچہ ایک رات میں ہزار
آدمی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو
مختلف صورتوں میں خواب کے اندر دیکھتا ہے اور استفادہ کرتا ہے یہ سب تشکل آپ کی
صفات و لطائف کا ہے علیہ الصلوٰۃ والسلام جو مثالی صورتوں میں ہے ۔ اور اسی طرح
مرید پیروں کی مثالی صورتوں سے استفادہ اور وہ مشکلات حل کرتے
ہیں الخ (مکتوبات شریف دفتر دوم مکتوب ۱۵۸)

حضرت المجددؒ کی تقریر سے ۵ گرانقدر سبق

اس تقریر سے ہم کو پانچ گرانقدر سبق ملتے ہیں (۱) قولہ رضی اللہ عنہ
"صدور آں اعمال و افعال از ارواح آں بزرگواران است" سے

معلوم ہوا کہ بزرگوں کی ارواح وجود عنصری سے پہلے بھی افعال عجیبہ کی مظہر ہو سکتی ہیں اور طرح طرح کی شکلوں میں ظاہر ہو کر امور تکوینی میں تصرفات باذن حق بجا لا سکتی ہیں۔ پس وجود عنصری میں آکر ان کا اپنے متوسلین کی امداد و اعانت کرنا تو بطریق اولیٰ جائز ہوگا۔

(۲) "ہرگاہ جنیاں را بتقدیر اللہ سبحانہ الخ" سے ظاہر ہے کہ جب جنات آنِ واحد میں کہیں سے کہیں پہنچ جاتے ہیں اور کچھ کا کچھ کر دکھاتے ہیں تو کاملان مقربین تو بفضل خدا ان سے بڑھ کر طاقت رکھتے ہیں۔ ان کا ان سے زیادہ عجیب کام کر دکھانا بطریق اولیٰ المتوقع ہے پس رہ دو صدہا و ہزارہا کوس سے اپنے متوسلین کی مدد کریں۔ یا ان کی صورت مثالیہ پہنچ کر مدد کرے تو اس میں کیا استبعاد و استعجاب ہے۔

(۳) "و ہمچنیں ارباب حاجات از اعزہ احیاء و اموات الخ" اس بیان سے استمداد و استعانت کا مسئلہ روز روشنی کی طرح واضح ولائح ہو گیا۔ منکرین، معترضین چشم بصیرت کھول کر غور کریں اور اپنی کج فہمی سے باز آئیں۔ مجدد صاحب رضی اللہ عنہ صاف فرماتے ہیں۔ کہ مرید اپنے پیر کا ہاہے خواہ وہ زندہ ہو یا واصل بحق ہو چکا ہو۔ غیبت میں استمداد کرے تو پیر کی صورت مثالی ہزار کوس سے اسکی مدد کو پہنچ سکتی ہے۔

(۴) "از ادشاہانہ بر ساختہ اند" میں اشارہ مضمر ہے۔ کہ یہ استعانت و استمداد جو ایک فانی فی اللہ کی طرف سے کی جاتی ہے درحقیقت خدا ہی سے استمداد ہوتی ہے۔ اور اس وقت خدا ہی اس مضطر و مستعین بندے کی اعانت فرماتا ہے۔ اور وہ بحکمت تسبیب اس کے مرشد کی صورت مثالی کو اس کی مدد کے لئے بھیج دیتا ہے۔ چنانچہ ممکن ہے کہ اس کے مرشد کو اس سارے واقعہ کی خبر بھی نہ ہو۔ کیونکہ خاص خدا ہی مددگار ہے۔ اسی نے یہ سارے سامان امداد کئے ہیں۔ مگر اس نے مرید کے اعتقاد کے موافق اور اس کی محبت مرشد کے تقاضے سے مرشد کی صورت کو اس کے پاس بھیج دیا۔ جس سے مرشد کا آگاہ ہونا ضروری نہیں۔

(۵) "مریدان از صورتِ مثالی پیران استفادہ ہا مے نمایند" سے مذکورہ تقریر کی تائید کے علاوہ یہ بات بھی مستفاد ہوتی ہے۔ مرید لوگ اپنے پیروں کی ارواحانیت سے علوم و معارف اخذ کرنے اور مقاماتِ کی ترقی حاصل کرنے کا بھی فائدہ اٹھا سکتے ہے۔ یہ بھی صریحاً استمداد و استعانت ہے۔ مکتوبات شریف کے ایک مقام پر راقم نے پڑھا ہے (دفتر اور مکتوب یاد نہیں) کہ ایک سائل نے حضرت مجدد صاحب سے سوال کیا کہ یہ تو کہتے ہیں کہ تمام اولیاء سے ان کی ولایت وفات

کے بعد سلب ہوجاتی ہے مگر چار سے سلب نہیں ہوئی۔ اس کا مطلب کیا ہے۔ حضرت مجدد
اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ درست ہے مگر سلب ولایت سے یہ مطلب نہیں کہ ان کے مراتب
قرب سلب ہوجاتے ہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ امور تکوینیہ میں ان کے تصرفات بند ہوجاتے ہیں
(او کما قال) اس سے یہ بات ثابت ہوئی۔ کہ بزرگان دین زندگی میں امور تکوینیہ میں تصرف کرنے کی قدرت
باعطائے حق رکھتے ہیں۔ جس سے متوسلین کا استمداد و استعانت حق بجانب ٹھہرتا ہے۔

اس مقام پر مکتوبات کے حاشیے میں لکھا ہے۔ کہ وہ چار بزرگ جو وفات کے بعد بھی گوناگوں
تصرفات و کرامات کے مظہر ہیں ایک غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ دوسرے خواجہ بزرگ
سید بہاؤالدین نقشبند قدس سرہٗ ہیں دو اور بزرگوں کا نام درج ہے جو اس وقت یاد نہیں۔ اسی
کتاب کے حاشیے میں ایک مرقع پر حضرت مرزا جانجاناں مظہر شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات سے
حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کے اپنے مستمدین کی مدد و اعانت فرمانے کا ذکر نقل کیا ہے وہو ہذا۔

حضرت خواجہ نقشبند کا اپنے مستمدین و معتقدین کو مدد پہنچانا

حضرت خواجہ نقشبند بحال معتقدان خود مصروف است مغلاں در صحرا یا در وقتِ خواب اسباب و اسپانِ خود بحمایت حضرت خواجہ مے سپارند و تائیدات از غیب ہمراہ ایشاں مے شود۔ دریں باب حکایات بسیار است (حاشیہ مکتوب ۵۰ دفتر دوم)

حضرت خواجہ نقشبند اپنے معتقدوں کے حال پر مصروف ہیں۔ مغل لوگ جنگلوں میں یا سوتے وقت اپنے اسباب اور گھوڑوں کو حضرت خواجہ کی حمایت کے سپرد کر دیتے ہیں۔ اور غیب سے تائیدات ان کے شامل حال ہو جاتی ہیں۔ اس بارہ میں بکثرت حکایات منقول ہیں۔

اہل اللہ کے تصرفات اور خدا داد اختیارات

کیا انبیاء و اولیاء کو اللہ تعالیٰ نے اعانت کے لئے پیدا کیا ہے یا نہیں؟

اولیاء اللہ امت نبویہ کے حقانی حکیم ہیں۔ جس طور سے وہ عرض و اعروض کو پہچانتے ہیں۔ کوئی دوسرا نہیں پہچان سکتا اور ان امراض کی سوادات میں جو مدد وہ دے سکتے ہیں۔ کوئی دوسرا نہیں دے سکتا چنانچہ بعض اولیاء اللہ کی ماموریت خاص اعانت کے لئے ہوئی ہے۔ اور ان سے استعانت ایسے وقت میں مشروع ہے جس وقت کوئی سہارا بادی النظر میں

نہ ہو۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ رسالہ الخبر الدال علی وجود القطب والاوتاد والنجباء والابدال میں تحریر فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کی تخلیق خاص اعانت کے واسطے یسقی بھم الغیث یعنی ان کے ذریعہ سے مینہ برستا ہے۔ تنتصر بہم علی الاعداء یعنی۔ ان کی مدد سے اعدا پر فتح کامل حاصل ہوتی ہے۔ ان کی وجہ سے عذاب ٹلا رہتا ہے۔ ان کی برکت سے بلاد دور ہوتی ہے جب اولیاء اللہ اس کام کے لئے مامور ہوئے تو پھر ان سے استمداد کرنا ناجائز کیوں ہوگا ؂

نہ خورشید روشن تواں جست نور که شد سایہ را سایہ نزیں کار دور

اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اپنے متوسلین و معتقدین کی اعانت و امداد کی پوری قوت حاصل ہے۔ چونکہ وہ فانی فی اللہ اور باقی باللہ ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کا ہر فعل خدائی فعل ہوتا ہے۔ اس بنا پر مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؂

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

یہی وجہ ہے کہ اس وقت اگر وہ یہ کہدے کہ خدا کی قسم یہ کام اس طرح ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اسی طرح ظاہر کر کے اس کی قسم پوری کر دیتا ہے۔ یہی معنی ہیں اس حدیث کے جو ترمذی میں مروی ہے کہ رُبَّ اشعث اغبر لو اقسم علی اللہ لابرہ۔ یعنی بہت اللہ کے بندے ایسے ہیں کہ بظاہر بال پریشان اور غبار آلودہ ہیں۔ اور اگر وہ اللہ کے بھروسہ پر قسم کھالیں کہ خدا کی قسم یہ کام اس طرح ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کام کو اسی طرح کر کے ان کی قسم پوری کر دیتا ہے۔ اور یہی مطلب ہے اس شعر کا جو مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے ؂

اولیاء را ہست قدرت از اِلٰہ تیر جستہ باز گرداند ز راہ

اس وقت ان کی مدد حقیقۃً اللہ ہی کی مدد ہوتی ہے اور ان سے مدد مانگنا اور طلب کرنا فی الواقع اللہ ہی سے مدد طلب کرنا اور مراد مانگنا ہوتا ہے اور ان کی محبت بعینہٖ اللہ کی محبت ہوتی ہے اور ان کی دشمنی اللہ کے ساتھ دشمنی ہوتی ہے ؂

مظہر اوصاف حق ہیں اولیاء | ان کی ہے امداد امداد خدا

پھر اس غایت محبت کا نتیجہ جو اللہ تعالیٰ کو بندے کے ساتھ بوجہ حصول قرب نوافل کے ہوتی ہے یہ ہوتا ہے کہ عام لوگ ان کو محبوب خدا سمجھ کر ان سے حاجتیں طلب کریں۔ مدد مانگیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے سے ان کی حاجتیں پوری کرکے ان کی عظمت اور ولایت کا سکہ لوگوں کے دل میں جمادے تاکہ وہ لوگ ان کی تعظیم اور محبت کے سبب اللہ تعالیٰ کو پیارے لگیں ؂

مسکیں حسن گوید ترا اے کارِ عشاق تو خوش من گرازیشاں نیستم در کارِ ایشاں کن مرا

ابدال اقطاب اوتاد ونجباء

قرون مشہود لہا بالخیر میں اور اس کے بعد ابدال کا وجود

مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بستان المحدثین میں تحریر فرماتے ہیں :۔

یکبار از بصرہ بمدینہ منورہ آمدہ و امام مالک را خبر قدوم او رسانیدند امام یاران خود را فرمود کہ برخیزید تا نزد بہترین اہلِ زمین برویم و بروے سلام کنیم۔ و ہرگاہ بطوافِ خانہ کعبہ زادہا اللہ تعظیماً و تشریفاً مشغول مے شد مے گفتند کہ ہیچکس افضل از قعنبی رحمۃ اللہ علیہ طواف این خانۂ متبرکہ نمے کند و او رحمۃ اللہ علیہ نیز مستجاب الدعوات بود و اکثر اہلِ زمن او را از ابدال دانستہ و بزرگی و صلاح او مجمع علیہ اہلِ عصر او بود و وفات او در مکہ معظمہ ۶ محرم ۲۲۱ ہجری واقع است

ایک مرتبہ وہ بصرہ سے مدینہ میں آئے اور امام مالک کو ان کی آمد سے مطلع کیا گیا۔ تو امام نے اپنے ساتھیوں کو فرمایا کہ اٹھو تاکہ ہم زمین بھر کے اچھے آدمی کے پاس چلیں اور اس کو سلام کریں اور جب خانہ کعبہ کے طواف کرتے (اس کی عظمت و شرافت کو بڑھائے) تو کہا جاتا کہ کوئی شخص قعنبی رحمۃ اللہ علیہ سے بہتر اس متبرک گھر کا طواف کرنے والا نہیں۔ اور وہ بھی اللہ ان پر رحم کرے مستجاب الدعوات تھے اور اکثر اہل زمانہ ان کو ابدال میں سے سمجھتے تھے اور اہل زمانہ کا ان کی بزرگی و نیکی پر اتفاق تھا وفات ان کی مکہ معظمہ میں ۶ محرم ۲۲۱ھ کو واقع ہوئی ہے۔

اس سے واضح ہے کہ حدیثیں مثبت ابدال دوسری صدی میں جو زمانہ ہے تابعین، و تبع تابعین کا مشہور تھیں اور لفظ ابدال مستعمل اور اُن کے مصداق کا وجود متحقق تھا۔

بستان المحدثین میں ترجمہ محمد بن اسلم میں ہے :۔

ابن خزیمہ و ابوبکر و ابوداؤد از وے شاگردی کردہ اند و از اجلۂ علماء و از اولیاء و ابدال وقت بود۔

ابن خزیمہ اور ابوبکر اور ابوداؤد نے ان سے شاگردی کی ہے۔ وہ بڑے علماء و اولیاء و ابدال وقت سے تھے۔

یہ تیسری صدی میں گزرے ہیں۔ اس سے وجود ابدال تیسری صدی میں ثابت ہے۔

بستان المحدثین میں ابن نجید نیشاپوری جو آٹھویں صدی میں ہوئے ہیں کے حال میں ہے:

او از ابدال سبعہ است — وہ سات ابدال میں سے ہیں۔

مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وصیت نامہ میں ائمہ اثنا عشر کی نسبت تحریر فرماتے ہیں کہ وہ اقطاب تھے۔ اس کی شرح میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

ولانچہ حضرت شیخ در اثبات قطبیت ائمہ اثنا عشر نوشتہ این مضمون را حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ در آج بیت حضرت غوث نوشتہ ؎

آفَلَتْ شُمُوسُ الْاَوَّلِیْنَ وَشَمْسُنَا
اَبَدًا عَلٰی دَمْنِ الْعُلٰی لَا تَغْرُبُ

وفقیر آں وہم در شمشیر برہنہ نوشتہ
شمشیر برہنہ میں لکھا ہے

اور وہ جو حضرت شیخ نے بارہ اماموں کے قطب ہونے کے اثبات میں لکھا ہے اس مضمون کو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت غوث کے اس شعر کی شرح میں لکھا ہے ؎ پہلے لوگوں کے سورج چھپ گئے اور ہمارا سورج ہمیشہ بلندی کے افق پہ ہے چھپتا نہیں۔ اور میں نے بھی اس کو کتاب

ابدال کی تعداد اور جائے قیام اور ان کے فیوض و برکات

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

عَنْ شُرَیْحِ ابْنِ عُبَیْدٍ قَالَ ذُکِرَ اَھْلُ الشَّامِ عِنْدَ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رضی اللہ عنہ وَھُوَ بِالْعِرَاقِ فَقَالُوْا الْعَنْھُمْ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ قَالَ لَا سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم یَقُوْلُ الْاَبْدَالُ بِالشَّامِ وَھُمْ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا کُلَّمَا مَاتَ رَجُلٌ اَبْدَلَ اللّٰہُ مَکَانَہٗ رَجُلًا یُسْقٰی بِھِمُ الْغَیْثُ وَیُنْتَصَرُ بِھِمْ عَلَی الْاَعْدَاءِ وَیُصْرَفُ عَنْ اَھْلِ الشَّامِ بِھِمُ الْعَذَابُ ؏ (رواہ احمد)

شریح بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس اہل شام کا ذکر ہوا۔ لوگوں نے کہا۔ یا امیر المومنین ان لوگوں پر لعنت بھیجئے، آپ نے کہا۔ نہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ابدال شام میں ہیں۔ وہ چالیس آدمی ہیں۔ جب ان میں سے کوئی شخص مرتا ہے۔ دوسرا شخص قائم مقام کیا جاتا ہے۔ انہیں کے سبب سے پانی برستا ہے دشمنوں پر فتح ہوتی ہے۔ اہل شام پہ عذاب نہیں ہوتا۔ (مشکوٰۃ)

ابدال کی تعداد میں اختلاف ہے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا ۔ آپ نے فرمایا سِتُّونَ رَجُلاً یعنی وہ ساٹھ آدمی ہیں ۔ لیکن ایک روایت میں ہے :-

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْاَبْدَالُ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا وَّ اَرْبَعُوْنَ امْرَاَۃً کُلَّمَا مَاتَ رَجُلٌ اَبْدَلَ اللّٰہُ مَکَانَہٗ رَجُلًا وَکُلَّمَا مَاتَتِ امْرَاَۃٌ اَبْدَلَ اللّٰہُ وَ کَانَھَا امْرَاَۃً

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ چالیس مرد چالیس عورتیں ہیں ۔ جب کوئی مرتا ہے تو مرد کی جگہ مرد، عورت کے قائم مقام عورت کی جاتی ہے ۔

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خِیَارُ اُمَّتِیْ فِیْ کُلِّ قَرْنٍ خَمْسُ مِائَۃٍ وَالْاَبْدَالُ اَرْبَعُوْنَ فَلَا الْخَمْسُمِائَۃِ یَنْقُصُوْنَ وَلَا الْاَرْبَعُوْنَ کُلَّمَا مَاتَ رَجُلٌ اَبْدَلَ اللّٰہُ مِنَ الْخَمْسِ مِائَۃٍ مَکَانَہٗ وَاَدْخَلَ مِنَ الْاَرْبَعِیْنَ مَکَانَھُمْ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ دُلَّنَا عَلٰی اَعْمَالِھِمْ قَالَ یَعْفُوْنَ عَمَّنْ ظَلَمَھُمْ وَیُحْسِنُوْنَ اِلٰی مَنْ اَسَاءَ اِلَیْھِمْ وَیَتَوَاسُوْنَ فِیْمَا اٰتَاھُمُ اللّٰہُ

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین میری امت سے ہر قرن میں پانسو آدمی ہیں اور چالیس ابدال کبھی ان سے کم نہیں ہوتے ۔ جب کوئی مرتا ہے تو اللہ تعالے پانسو سے اس کی جگہ کسی کو بدل دیتا ہے اور چالیس میں سے ان کی جگہ داخل کر دیتا ہے عرض کیا گیا یا رسول اللہ ان کے اعمال سے ہم کو آگاہ فرمائیے فرمایا وہ اس شخص کو معاف کر دیتے ہیں جو ان پر ظلم کرے اور اس شخص سے احسان کرتے ہیں جو ان سے برا سلوک کرے جو کچھ توفیق ان کو اللہ نے دی ہے اس سے ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں ۔

ان کے اماکن میں بھی متعدد روایات وارد ہیں چنانچہ ابو الطفیل سے مروی ہے ۔

اَلْاَبْدَالُ بِالشَّامِ وَالنُّجَبَاءُ بِالْکُوْفَۃِ ابدال شام میں ہیں اور نجباء کوفہ میں ہیں

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے ۔ اَلَا اِنَّ الْاَوْتَادَ مِنْ اَبْنَاءِ الْکُوْفَۃِ وَمِنْ اَھْلِ الشَّامِ اَبْدَالٌ یعنی یاد رکھو کہ اوتاد اہل کوفہ سے ہیں اور اہل شام سے ابدال ہیں ۔

ایک روایت آپ سے مروی ہے ۔ اَلْاَبْدَالُ مِنَ الشَّامِ وَالنُّجَبَاءُ مِنْ اَھْلِ مِصْرَ وَ

الْاَخْيَارُ مِنْ اَهْلِ الْعِرَاقِ یعنی ابدال شام سے ہیں اور نجباء اہل مصر سے اور اخیار اہل عراق سے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :۔

اَلْبُدَلَاءُ اَرْبَعُوْنَ اِثْنَانِ وَعِشْرُوْنَ بِالشَّامِ وَثَمَانِيَةَ عَشَرَ بِالْعِرَاقِ كُلَّمَا مَاتَ وَاحِدٌ اَبْدَلَ اللّٰهُ مَكَانَهٗ اٰخَرَ فَاِذَا جَاءَ الْاَمْرُ قُبِضُوْا كُلُّهُمْ فَعِنْدَ ذٰلِكَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ

ابدال چالیس ہیں۔ بائیس شام میں اٹھارہ عراق میں۔ جب ان میں سے کوئی مرتا ہے تو دوسرا شخص ان کے قائم مقام کیا جاتا ہے۔ جب سب مر جائیں گے تو قیامت قائم ہوگی۔

ان روایات سے ثابت ہوا کہ ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے نظام عالم موقوف رکھا ہے۔ جب تک یہ زندہ ہیں قیامت نہیں آنے کی۔ جس روز یہ سب کے سب مر جائیں گے قیامت آجائے گی۔ ایک گاؤں میں سات سات خاص بندے ایسے ہوتے ہیں جن کی بدولت گاؤں کے لوگ بلا سے پناہ میں رہتے ہیں

ابو اسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

اَلْاَبْدَالُ سَبْعُوْنَ فَسِتُّوْنَ بِالشَّامِ وَعَشَرَةٌ بِسَائِرِ الْاَرْضِ۔

ابدال ستر ہیں۔ ساٹھ شام میں۔ دس باقی تمام زمین میں۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ سَمِعْتُ الْكِتَّانِيَّ يَقُوْلُ النُّقَبَاءُ ثَلٰثُ مِائَةٍ وَالنُّجَبَاءُ سَبْعُوْنَ وَالْبُدَلَاءُ اَرْبَعُوْنَ وَالْاَخْيَارُ سَبْعَةٌ وَالْعُمُدُ اَرْبَعَةٌ وَالْغَوْثُ وَاحِدٌ فَمَسْكَنُ النُّقَبَاءِ الْمَغْرِبُ وَمَسْكَنُ النُّجَبَاءِ الْمِصْرُ وَالْعُمُدُ فِيْ زَوَايَا الْاَرْضِ وَمَسْكَنُ الْغَوْثِ بِمَكَّةَ فَاِذَا عَرَضَتِ الْحَاجَةُ مِنْ اَمْرِ الْعَامَّةِ ابْتَهَلَ فِيْهَا

عبداللہ ابن محمد سے روایت ہے کہ میں نے کتانی کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نقباء تین سو ہیں نجباء ستر۔ ابدال چالیس۔ اخیار سات اوتاد چار۔ غوث ایک۔ نقباء دیار مغرب میں رہتے ہیں۔ نجباء مصر میں۔ اوتاد زمین کے اطراف میں۔ غوث مکہ معظمہ میں۔ جب عام مخلوق کو کوئی حاجت پیش آتی ہے تو نقباء دعا کرتے ہیں۔ پھر نجباء۔ پھر ابدال۔ پھر اوتاد۔ اگر دعا قبول ہو گئی تو بہتر ورنہ غوث دعا کرتا ہے۔ تو اس کی دعا ختم ہونے سے

النقباء ثم النجباء ثم الابدال ثم الاخيار ثم العمد فان اجيبوا والا ابتهل الغوث فلا تتم مسألته حتى يجاب دعوته (رواه ابن عساكر والخطيب)

پہلے ہی قبول ہو جاتی ہے۔

عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان بدلاء امتي لم يدخلوا الجنة بكثرة صلاتهم واصيامهم ولكن دخلوها بسلامة صدورهم وسخاوة انفسهم۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری اُمت کے ابدال کچھ روزے نماز کی کثرت سے بہشت میں داخل نہیں ہونگے بلکہ اپنے قلوب کی صفائی اور اپنے نفوس کی سخاوت کی بدولت بہشت میں داخل ہونگے۔

عن عبادة بن صامت قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الابدال في امتي ثلثون رجلا بهم تقوم الارض وبهم يمطرون وبهم ينصرون۔

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری اُمت میں سے تیس ابدال ہیں۔ انہیں سے زمین قائم ہے۔ انہیں کے ذریعے مینہ برستا ہے، انہیں سے مدد دیجاتی ہے

پھر فرمایا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے کہ میں امید کرتا ہوں کہ انہیں ابدالوں میں سے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما خلت الارض من بعد نوح من سبعة يدفع الله بهم عن اهل الارض

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ کہ نوح علیہ السلام کے بعد سے ہمیشہ سات آدمی زمین پر رہتے ہیں۔ جن کے سبب سے اللہ تعالیٰ زمین سے بلا دور فرماتا ہے۔

عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يزال اربعون رجلا يحفظ الله بهم الارض كلما مات رجل ابدل الله

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چالیس اپنے خدا کے بندے ہمیشہ رہتے ہیں جن کی بدولت اللہ تعالیٰ نے زمین کو بلا سے محفوظ رکھا ہے

مکانہٗ، اَخْرَجَھُمْ فِی الْاَرْضِ کُلِّھَا	جب کوئی مرتا ہے تو اس کی جگہ قائم مقام کیا جاتا ہے۔ وہ لوگ تمام روئے زمین میں ہیں ۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حدیث ابدال و اوتاد و اقطاب کے بارے میں احادیث صحابہ اور تابعین میں شائع تھیں حتیٰ کہ ان کے مصادیق کا بھی اظہار صحابہ ۔ تابعین اور اتباع ومن بعدھم نے فرمایا ہے ۔ جیسا کہ اوپر کی حدیث عبادہ بن صامت سے امام طریقت خواجہ حسن بصری رحمۃ کی نسبت ابدال ہونے کی تعیین ثابت ہے ۔

امام شعرانی نے میزان میں امام ابو حنیفہ اور دیگر آئمہ مجتہدین کو اوتاد میں سے شمار کیا ہے اور امام احمد حنبل سری سقطی ۔ بشر حافی ۔ منصور بن عمار ۔ جنید بغدادی اور سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہم کو ان احادیث کا مصداق ٹھیرایا اور اوتاد عراق فرمایا ۔

مذکورہ بالا روایات سے یہی اشارہ پایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ان مقبولوں کو عالم کے انتظام اور تصرفات کونیہ کے لئے یعنی جو جو امور عالم میں واقع ہوتے ہیں ۔ جیسے مینہ کا برسنا ۔ بادشاہوں کا اقبال و ادبار ۔ محتاج کا غنی ہو جانا اور غنی کا محتاج ہو جانا ۔ اور بڑے چھوٹے منصب والوں کی ترقی اور تنزل ظاہر و باطن میں لشکروں کو فتح اور شکست دینا ۔ بیماریوں اور مصیبتوں کا ہٹانا ۔ فریاد والے کی فریاد رسی کرنا وغیرہ ۔ غرض تمام مطالب اور حوادث عالم کے لئے ۔ وسیلہ ۔ سبب اور ذریعہ انبیاء و اولیا کو ٹھیرایا ۔ بہرصورت اولیاء اللہ کو اللہ تعالیٰ نے حصول مقاصد دینی اور دنیوی کے لئے واسطہ ٹھیرایا بلکہ قیام و انتظام عالم سب انہیں کے وجود سے وابستہ ہے ۔

درمنثور اور روح البیان وغیرہ بہت سی احادیث اور آثار مرقوم ہیں ۔ جن میں سے چند ایک لکھی جاتی ہیں :۔

(۱) وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ (سورہ حج ع)	اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے سے دفع نہ کراتا رہتا ۔ تو نصاریٰ و یہود کے عبادت خانے اور مسجدیں جن میں بکثرت خدا کا ذکر کیا جاتا ہے کبھی کے منہدم کئے جا چکے ہوتے (سورہ حج ع)

اس سے یہ بات مستنبط ہو سکتی ہے کہ عبادت خانوں کی حفاظت کسی غیبی جماعت کے سپرد ہے

(۲) وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَاۗءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ	اور اگر کچھ مسلمان مرد اور کچھ مسلمان عورتیں نہ ہوتیں کہ تم ان سے واقف نہ تھے ۔ تم ان کو پامال کر

لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ أَنْ تَطَئُوْهُمْ فَتُصِيبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاءُ

کر ڈالتے اور نادانستہ ان کی طرف سے تم کو نقصان پہنچ جاتا (سورہ فتح رکوع ۳)

اس میں مستور الحال لوگوں کا جو ذکر ہے اس سے شاید ابدال مراد ہوں جن میں مرد اور عورتیں شامل ہیں اور عوام میں ملے جلے رہتے ہیں۔ چونکہ وہ اہل اللہ اور مامور من اللہ ہوتے ہیں۔ اس لئے اگر کوئی جاہل ان کو خاکسار اور غریب و مسکین سمجھ کر دکھ دیتا ہے۔ تو اپنی سزا پاتا ہے ؎

دلیر بہ صف افتادگانِ عشق متاز
کہ جائے گرد ازیں خاک مردے خیزد

غوث الاعظمؓ کی بزرگی تمام اولیاء اللہ پر

تفسیر روح البیان زیر آیت وَ جَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ (سورہ حم سجدہ رکوع ۲) لکھا ہے:

قَالَ بَعْضُهُمْ رَوَاسِي الْجِبَالِ اَوْتَادُ الْاَرْضِ فِي الصُّوْرَةِ وَالْاَوْلِيَاءُ اَوْتَادُ الْاَرْضِ فِي الْحَقِيْقَةِ فَكَانَ الْجِبَالُ مُشْرِفَةٌ عَلٰى سَائِرِ الْاَمَاكِنِ كَذٰلِكَ الْاَوْلِيَاءُ مُشْرِفُوْنَ عَلٰى سَائِرِ الْخَلَائِقِ دَلَّ عَلَيْهِ قَوْلُهٗ مِنْ فَوْقِهَا يَعْنِي مِنْ فَوْقِ الْعَامَّةِ فَكَانَ جَبَلُ قَافٍ مُشْرِفٌ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ كَذٰلِكَ الْقُطْبُ الْغَوْثُ الْاَعْظَمُ مُشْرِفٌ عَلٰى كُلِّ وَلِيٍّ وَبِهٖ قِوَامُ الْاَوْلِيَاءِ وَالرَّوَاسِي دُوْنَهٗ وَمِنْ خَوَاصِّ الْاَوْلِيَاءِ مَنْ يُقَالُ لَهُمُ الْاَوْتَادُ وَهُمْ اَرْبَعَةٌ وَاحِدٌ يَحْفَظُ الْمَغْرِبَ وَيُقَالُ لَهٗ عَبْدُ الْعَلِيْمِ وَلِاَحَدٍ يَحْفَظُ الْمَشْرِقَ بِاِذْنِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَيُقَالُ لَهُمْ لَهٗ عَبْدُ الْحَيِّ وَوَاحِدٌ يَحْفَظُ الْمَغْرِبَ وَيُقَالُ لَهٗ عَبْدُ الْعَلِيْمِ وَلِاَحَدٍ يَحْفَظُ الشِّمَالَ وَيُقَالُهٗ عَبْدُ الْمُرِيْدِ وَوَاحِدٌ

بعض محققین فرماتے ہیں۔ کہ رواسی سے جو پہاڑ مراد ہیں تو وہ ظاہری اوتاد ارض ہیں اور اولیاء حقیقی اوتاد ارض ہیں۔ پس جس طرح پہاڑ تمام مقامات سے بلند ہیں اسی طرح اولیاء تمام مخلوق پر بلند ہیں۔ جس پر اس کا قول فوقہا دلالت کرتا ہے یعنی عوام سے اوپر۔ پس جس طرح کوہ قاف ہر پہاڑ سے بلند ہے اسی طرح غوث اعظم ہر ولی سے بزرگ ہے۔ اور اولیاء کا نظام ولایت اسی سے ہے اور رواسی (یعنی اوتاد) اس سے کم رتبہ ہیں اور خاص اولیاء میں وہ ہیں جن کو اوتاد کہا جاتا ہے اور وہ چار ہیں ایک مشرق کا محافظ ہے اللہ تعالےٰ کے اذن سے اس کو عبد الحی کہا جاتا ہے اور ایک مغرب کا نگہبان ہے اس کا نام عبد العلیم ہے اور ایک شمال کا محافظ ہے اس کو عبد المرید کہتے ہیں اور ایک جنوب کا رکھوالا ہے اس کو عبد القادر کہا جاتا ہے اور امام شافعی نے اپنے زمانے میں اوتاد سے تھے۔ جیسے کہ شیخ اکبر قدس سرہٗ نے

يحفظ الجنوب ويقال له عبد القادر وكان الامام الشافعي في زمانه من الاوتاد على نص عليه الشيخ الاكبر قدس سره الاطهر في الفتوحات وببركات الاولياء ياتي المطر من السماء ويخرج النبات من الارض وبدعائهم يندفع من الخلق وان حياتهم ومماتهم سواء فانهم ماتوا من اوصاف وجودهم بالاختيار قبل الموت الاضطرار فهم احياء على كل حال ولنا اقبل ۵

فتوحات میں تصریح فرمائی ہے اور اولیاء کی برکت سے بارش آسمان سے آتی ہے اور نباتات زمین سے اگتی ہیں اور ان کی دُعا سے مخلوق سے بلائیں دور ہوتی ہیں۔ ان کی زندگی اور موت یکساں ہے۔ کیونکہ وہ موت اضطراری سے پہلے اپنے اوصاف وجود سے مر چکے۔ پس وہ ہر حالت میں زندہ ہیں اور اسی لئے کہا گیا ہے

۵

مشو بمرگ ز امدادِ اہلِ دل نومید
کہ خوابِ مردم آگاہ عینِ بیداری ست

اولیاء اللہ کا تصرف

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَالَ مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَیْهِ وَمَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ فَکُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا وَاِنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّهٗ (الحدیث رواہ بخاری)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص میرے ولی کا دشمن ہے اس کو میں جنگ کا پیغام دیتا ہوں اور میرے بندے نے اس فرض کے ادا کرنے سے جو میں نے اس پر مقرر کیا ہے بڑھ کر اور کسی شے سے جو میرے نزدیک زیادہ عزیز ہے مجھ تک تقرب حاصل نہیں کیا اور میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ساتھ مجھ تک تقرب حاصل کرتا ہے حتیٰ کہ میں اس کو دوست بنا لیتا ہوں اور جب میں اس کو اپنا دوست بنا لیتا ہوں تو پھر میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اسکی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اگر مجھ سے مانگتا ہے تو میں اس کو ضرور دیتا ہوں الخ (مشکوٰۃ)

غرض اولیاء اللہ کی یہ کیفیت ہے کہ اداے نوافل سے اللہ تعالیٰ کے ایسے محبوب ہو جاتے ہیں کہ اُن کے کان۔ آنکھ۔ ہاتھ پاؤں۔ زبان عین اللہ تعالیٰ کی ہو جاتی ہیں۔ وہ لوگ اللہ تعالیٰ میں فانی ہو جاتے ہیں ؎

آں دعائے بیخوداں خود دیگر است | آں دعا او نیست گفت داور است
آں دعا حق مے کند چوں او فنا است | آں دعا و آں اجابت از خدا است

قربِ نوافل

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ مثنوی شریف میں تحریر فرماتے ہیں ؎

گفت او را من زبان و چشم تو | من حواس و من رضا و خشم تو
اللہ تعالیٰ نے اسکو فرمایا کہ میں تیری زبان اور آنکھوں | میں تیرا حواس اور تیری خوشی و ناخوشی ہوں
رو کہ بے یسمع و بے یبصر توئی | سر توئی چہ جائے صاحب سر توئی
چلو تم مجھ سے سنتے اور دیکھتے ہو | سر تم ان ہو چہ جائیکہ سر والے ہو

مولانا عبد العلی بحر العلوم رحمۃ اللہ علیہ اپنی شرح مثنوی میں تحریر فرماتے ہیں ؎

این مرتبہ قرب نوافل ست حق دریں مرتبہ باطن عبد مے گردد و عبد ظاہر و قوای او کہ باطن اند در حق فانی مے شوند و باقی ببقاء حق میشوند پس شنیدن و دیدن و بطش و مشی و نطق کہ از قوی مے شود ہمہ از حق است

یہ قرب نوافل کا مرتبہ ہے اور حق تعالیٰ اس میں بندے کا باطن بنجاتا ہے اور بندہ ظاہر۔ اور اس کی قوتیں جو باطن ہیں حق میں فانی ہو جاتی ہیں اور باقی ببقاء حق ہو جاتی ہیں پس سننا اور دیکھنا اور پکڑنا اور چلنا اور بولنا جو قوتوں سے وقوع پاتا ہے ـــ سب حق تعالیٰ سے ہے۔

پس جو حضرات اللہ تعالیٰ کے ایسے مقرب ہیں ان کو کسی حاجت کا ذریعہ ٹھیرانا جائز نہیں ہو سکتا

اولیاء میں تکوین اور کن فیکون کی طاقت

جب اللہ تعالیٰ کا مقبول بندہ فانی فی اللہ اور باقی باللہ ہو جاتا ہے تو اس میں تکوین (پیدا کرنے کی قوت) اور کن فیکون (یعنی ہو جا۔ وہ ہو جاتی ہے) کی طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فتوح الغیب مقالہ سادس میں ارشاد فرماتے ہیں:

اُفْنَ عَنِ الْخَلْقِ بِحُكْمِ اللّٰهِ | مخلوق سے فانی ہو جا خدا کے حکم سے۔

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں:-

فَتَفْنٰى عَنِ الْاَخْلَاقِ الْبَشَرِيَّةِ فَلَنْ يَقْبَلَ بَاطِنُكَ شَيْئًا | پس تو بشریت کی خصلتوں سے دور ہوگا تیرا باطن سوائے اللہ تعالیٰ کے ارادے کے

غَیْرِ اِرَادَةِ اللّٰهِ نَحِیْنَئِذٍ یُضَافُ اِلَیْكَ اَشْكَوْلَنْ رَخَرْقُ الْعَادَاتِ	اور کوئی شہر گز قبول نہیں کرے گا۔ پس اس وقت تیری طرف موجودات کا پیدا کرنا اور خرق عادات منسوب ہوا ئے۔
غَیْرِی اِذَا لِكَ مِنْكَ فِیْ ظَاهِرِ الْعَقْلِ وَالْحُکْمِ۔	پھر وہ فعل اور تصرف تجھ سے ظاہر عقل و حکم میں دیکھا جاتا ہے (لیکن باطن اور نفس الامر میں خدا کا فعل ہوتا ہے)

کیونکہ معجزہ اور کرامت فعل خدا ہے کہ بندے کے ہاتھ پر بوجہ اس کی تصدیق اور تکریم کے ظاہر ہوتا ہے خود بندہ کا فعل نہیں کہ اور افعال کی طرح اُس سے صادر ہو۔ جیسا کہ آگے فرماتے ہیں :۔
وَهُوَ فِعْلُ اللّٰهِ وَاِرَادَتُهٗ حَقًّا فِی الْبَاطِنِ حالانکہ علمی نگاہ اور باطنی یقین میں وہ تکوین و خرقِ عادات اللہ تعالیٰ کا فعل و ارادہ ہے۔ پھر آگے چل کر فرماتے ہیں :۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ بَعْضِ کُتُبِهٖ یَا ابْنَ اٰدَمَ اَنَا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا اَقُوْلُ لِلشَّیْءِ کُنْ فَیَکُوْنُ وَاَطِعْنِیْ اَجْعَلْكَ تَقُوْلُ لِلشَّیْءِ کُنْ فَیَکُوْنُ وَقَدْ فَعَلَ ذٰلِكَ بِکَثِیْرٍ مِّنْ اَنْبِیَائِهٖ وَخَوَاصِّهٖ مِنْ بَنِیْ اٰدَمَ	اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا کہ اے ابن آدم میں خدا ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں شے سے کہتا ہوں ہو جا۔ وہ ہو جاتی ہے اور تو میری اطاعت کر میں تجھے ایسا کر دوں گا کہ تو کسی شے سے کہیگا ہو جا، تو ہو جائیگی اور بلاشبہ اس نے اپنے بہت سے

انبیاء اور اولیا اور خواص بنی آدم سے ایسا کیا ہے۔
دیکھئے حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ اولیاء اللہ کیلئے تصرف تکوین اور تو کن فیکون وغیرہ ثابت کرتے ہیں۔ کیا آپ بھی شرک کی تعلیم دیتے تھے۔ آپ ہی غنیۃ الطالبین کے مصنف ہیں جن کو منکرین بھی بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ آپ کی کتاب فتوح الغیب بھی ہے۔ اس کا بھی مطالعہ کر کے اپنے

لے د، بہ غنیۃ الطالبین کو محض اس نے وقعت دیتے ہیں۔ کہ اس میں ایک جگہ ایک گمراہ فرقہ مرجئہ کا ذکر ہے۔ اور اس فرقہ کی شاخوں میں ایک شاخ حنفیہ کے نام سے مذکور ہے۔ جس سے درحقیقت مرجیہ فرقہ کے وہ لوگ مراد ہیں جو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے درس فقہ میں شامل ہو جاتے تھے۔ اس لئے وہ حنفیہ کہلاتے تھے۔ جس طرح بعض وہابی مولوی شیخ الہند اور سید انور شاہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے حدیث پڑھنے کے سبب سے فاضل دیوبند کہلاتے ہیں حالانکہ ان کو علمائے دیوبند سے دور کی بھی نسبت نہیں بلکہ وہ ایک حنفی درسگاہ میں تعلیم پانے کے باوجود وہی وہابی کے وہابی رہے (باقی صفحہ

اعتقاد کو درست کیجئے۔

اولیاء اللہ کو تصرف کی طاقت عطا ہونا ، مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی زیر آیت اذا السماء انشقت کے تحریر فرماتے ہیں:

و بعضے از خواص اولیاء اللہ را کہ آلۂ جارحہ تکمیل و ارشاد بنی نوع خود گردانیدہ اند دریں حالت ہم تصرف در دنیا دادہ و استغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ ایں سمت نمے گردد و اویسیاں تحصیل کمالات باطنی از آنہا مے نمایند و ارباب حاجات و مطالب حل مشکلات خود از آنہا مے طلبند و مے یابند و زبان حال آنہا دراں وقت ہم مترنم بایں مقالات ست۔ مصرع

من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

بعض خاص اولیاء اللہ کو جنہیں اپنے بنی نوع کی تکمیل و ارشاد کے لئے خاص آلۂ کار بنایا گیا ہے اس حالت میں بھی دنیا میں تصرف کا اختیار دیا گیا ہے اور ان کا استغراق ان کے مدارک کے کمال کے باعث اس طرف توجہ کرنے کا مانع نہیں ہوتا۔ اویسی انہی سے تحصیل کمالات باطنی کرتے ہیں اور اہل حاجات و مطالب اپنی مشکلات کا حل ان سے چاہتے ہیں اور پاتے ہیں اور ان کی زبانِ حال اس وقت بھی ان الفاظ سے مترنم ہے۔

اگر تو جسم کے ساتھ آئے گا تو میں روح کے ساتھ آؤں گا

نیک روحیں ان فرشتوں میں جاتی ہیں جو مدبرات امر ہیں

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۙ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۙ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۙ

اللہ تعالیٰ سورہ النازعات رکوع اول میں ارشاد فرماتا ہے

قسم ہے ان کی جو گھس کر جان اخذ کرنے والے ہیں اور قسم ہے بند کھولنے والوں کی جو نرمی سے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۰) اسی طرح ان مذکورہ حنفیہ کے متعلق ہم قلیر کر بجائز عقاید غنیہ کے واو! صفحہ سے پورا ہی ہونا ممکن نہیں۔ جیسے کہ غنیۃ الطالبین کے اسی مقام پر اسی گروہ حنفیہ مرجیئہ کے مندرجہ عقاید سے ظاہر ہے مگر چونکہ وہابیہ کو اس میں سے عامہ حنفیہ کو بدنام کرنے کا خاص موقع مل گیا اس لئے اس کتاب کو جگہ جگہ اٹھائے پھرتے ہیں حالانکہ اس میں مسائل ایسے بھی مندرج ہیں جن کے خود وہابیہ خلاف ہیں۔ مثلاً نیت نماز بالفاظ۔ اور بیس تراویح وغیرہ مگر ان لوگوں کو اس سے کیا سروکار وہ تو صرف ان چند سطور پر فدا ہیں۔ جس کی بنا پر انہیں حنفیہ کو مرجیئہ کہہ کر بدنام کرنے کا موقع میسر ہے سچ ہے۔

ہنر بچشم عداوت بزرگ تر عیبے ست

گل ست سعدی و در چشم دشمناں خار ست

پھر دلچسپ تماشے کی بات یہ ہے کہ وہابیہ پنجاب نے جو حنفیہ کو چڑانے کیلئے غنیۃ الطالبین مترجم چھاپی ہے اس کے حاشیہ پر فتوح الغیب بھی ہے مگر شاید بھلے لوگوں کو فتوح الغیب کے یہ الفاظ نظر نہیں آئے کہ بندہ بھی کن فیکون کا مظہر ہو سکتا ہے۔ حضرت! یہ بات تو وہابیہ کے خرمن عقاید کے لئے برق خاطف ہے ع لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

فَالسَّابِقَاتِ سَبْقًا ۵ فَالْمُدَبِّرَاتِ أَمْرًا ۵

تفسیر بیضاوی میں ہے۔

پھرتے ہیں۔ پھر لپکتے ہیں۔ پھر جیسا حکم ہوتا ہے انتظام کرتے ہیں۔

اَوْ صِفَاتُ النُّفُوْسِ الْفَاضِلَةِ حَالَ الْمُفَارَقَةِ فَاِنَّهَا تَنْزِعُ عَنِ الْاَبْدَانِ غَرْقًا اَىْ نَزْعًا شَدِيْدًا وَتَنْشِطُ اِلٰى عَالَمِ الْمَلَكُوْتِ وَتَسْبَحُ فِيْهِ فَتَسْبِقُ اِلٰى حَظَائِرِ الْقُدْسِ فَتَصِيْرُ بِشَرَفِهَا وَقُوَّتِهَا مِنَ الْمُدَبِّرَاتِ

یا دان کلمات نازعات ناشطات وغیرہ سے مراد ارواح فاضلہ کی صفات ہیں۔ جبکہ وہ اجسام سے جدا ہوتی ہیں۔ چنانچہ وہ اجسام سے بطور غرق کشیدہ کی جاتی ہیں یعنی شدت سے کھینچی جاتی ہیں۔ عالم ملکوت کی طرف اور اس میں وہ تسبیح پڑھتی ہیں پھر فرشتوں کے مقام کی طرف عروج کرتی ہیں اس کے بعد وہ اپنے شرف اور قوت سے انتظام کرنے والے فرشتوں میں شامل ہو جاتی ہیں۔

جب ارواح مقدسہ کو اس قسم کا شرف حاصل ہوا کہ ان کو تدبیر عالم میں دخل دیا گیا تو ان سے توسل کئے جانے میں کیا قباحت ہے

تائید از قول شاہ ولی اللہ اس بیان کی تائید حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول سے ہوتی ہے :-

وَاِنَّ لِاَرْوَاحِ اَفَاضِلِ الْاٰدَمِيِّيْنَ دُخُوْلًا فِيْهِمْ وَلُحُوْقًا بِهِمْ كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِىْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً فَادْخُلِىْ فِىْ عِبٰدِىْ وَادْخُلِىْ جَنَّتِىْ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاَيْتُ جَعْفَرَ بْنَ اَبِىْ طَالِبٍ مَلَكًا يَطِيْرُ فِى الْجَنَّةِ مَعَ الْمَلٰۤئِكَةِ بِجَنَاحَيْنِ وَاَنَّ هُنَالِكَ يَنْزِلُ الْقَضَاءُ وَيَتَعَيَّنُ الْاَمْرُ الْمُشَارُ اِلَيْهِ بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ وَاَنَّ هُنَالِكَ يَنْفَرِ

افضل لوگوں کی ارواح کو فرشتوں میں داخل ہونے اور ان میں شامل ہو جانے کا حق ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے نفس مطمئنہ لوٹ جا اپنے پروردگار کی طرف بحالیکہ تو اس سے خوش ہوا اور وہ تجھ سے خوش ہو پس میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری بہشت میں داخل ہو جا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ میں نے جعفر بن ابی طالب کو فرشتہ بنا ہوا دیکھا۔ جو جنت میں فرشتوں کے ساتھ دو پروں کے ساتھ اُڑ رہا تھا۔ اور یہاں قضائے الٰہی نازل

الشَّرَائِعِ بِوَجْهٍ مِّنَ الْوُجُوْدِ۔	ہوتی ہے۔ اور وہ امر متین ہوتا ہے جس کے
(حجۃ اللہ البالغہ جلد اول صفحہ ۱۲)	بارے میں اللہ تعالیٰ کے اس قول میں اشارہ

ہے کہ "اس رات میں ہر معاملہ جو حکمت پر مبنی ہے فیصلہ پاتا ہے" اور یہاں شرائع کی قسم کے وجود سے تقرر باقی ہیں الخ

اس تقریر سے واضح ہے کہ افاضل بشر کی ارواح ایک ایسے مہتم بالشان مقام میں پہنچتی ہیں جہاں مصالح کائنات کا انصرام معاملات ارض وسما کا انتظام تقضائے الٰہی کا نزول اور شرائع کا تقرر ہوتا ہے دیکھئے بہ سبب عدالت کے لئے ادنےٰ چپڑاسی متوسلین کے بڑے بڑے کام بنا دیتے ہیں۔ تو پھر اتنی بڑی سرکار کے اس عظیم الشان دربار میں اس کے ان ارکان عظمےٰ سے توسل کرنا کیوں لاحاصل ہونے لگا۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں :۔

در میرد وزیر وسلطاں را	بے وسیلت مگرد پیرامن
سگ و دربان چو یافتند غریب	ایں گریبانش گیرد آں دامن

تائید دوم از امام فخر الدین رازی امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں :۔

ثُمَّ اِنَّ الْاَرْوَاحَ الْبَشَرِيَّةَ الْخَالِيَةَ	آدمیوں کی ارواح جو جسمانی مخلوق سے علیحدہ
عَنِ الْعَلَائِقِ الْجِسْمَانِيَّةِ الْمُشْتَاقَةَ	ہو جاتی ہیں اور عالم علوی کی طرف جا ملنے کی
اِلَى الْاِتِّصَالِ بِالْعَالَمِ الْعُلْوِيِّ بَعْدَ	مشتاق ہوتی ہے بعد اس کے کہ وہ اجسام کی
خُرُوْجِهَا مِنْ ظُلْمَةِ الْاَجْسَادِ	اندھیری کوٹھڑی سے نکل جاتی ہیں عالم ملائکہ کی طرف
تَذْهَبُ اِلَى عَالَمِ الْمَلٰئِكَةِ وَ	روانہ ہوتی ہیں اور نہایت جلدی منازل قدس
مَنَازِلِ الْقُدْسِ عَلَى اَسْرَعِ الْوُجُوْهِ	کی جانب جاتی ہیں نہایت خوشی و راحت
فِيْ رَوْحٍ وَّ رَيْحَانٍ فَعَبَّرَ عَنْ ذَهَابِهَا	کے ساتھ اور ان کی اس حالت میں اس زندگی
بِهَا عَلٰى هٰذِهِ الْحَالَةِ بِالسَّبْحِ ثُمَّ	کو سباحت کہتے ہیں۔ ان ارواح کے مراتب
ثُمَّ لَا شَكَّ اَنَّ مَرَاتِبَ الْاَرْوَاحِ	آپس میں مختلف ہوتے ہیں۔ بعض ارواح کو
فِي النَّفْرَةِ عَنِ الدُّنْيَا وَ مَحَبَّةِ الْاِتِّصَالِ	ازلیس دنیا سے نفرت ہوتی ہے اور عالم
بِالْعَالَمِ الْعُلْوِيِّ مُخْتَلِفَةٌ فَكُلَّمَا	علوی سے ملنے کا شوق انتہا درجہ کا ہوتا ہے
كَانَتْ اَتَمَّ فِيْ هٰذِهِ الْاَحْوَالِ كَانَ	بعض ارواح میں یہ دونوں امور کم ہوتے ہیں
سَيْرُهَا اِلٰى هُنَاكَ اَسْبَقَ وَ كُلَّمَا	بعض میں متوسط۔ الحاصل جس روح میں یہ

كَانَتْ اَضْعَفَ كَانَ سَيْرُهَا اِلَى
هُنَالِكَ اَثْقَلَ وَلَا شَكَّ اَنَّ الْاَرْوَاحَ
السَّابِقَةَ اِلَى هٰذِهِ الْاَحْوَالِ اَشْرَفُ
فَلَا جَرَمَ وَقَعَ الْقَسَمُ بِهَا ثُمَّ
اِنَّ هٰذِهِ الْاَرْوَاحَ الشَّرِيْفَةَ الْعَالِيَةَ
لَا يَبْعُدُ اَنْ يَكُوْنَ فِيْهَا لِقُوَّتِهَا وَ
شَرَفِهَا يَظْهَرُ مِنْهَا اٰثَارٌ فِيْ اَحْوَالِ
هٰذَا الْعَالَمِ فَهِيَ الْمُدَبِّرَاتُ اَمْرًا
اَلَيْسَ اَنَّ الْاِنْسَانَ قَدْ يَرَى اُسْتَاذَهٗ
فِي الْمَنَامِ وَيَسْأَلُهٗ عَنْ مُشْكِلَةٍ
فَيُرْشِدُهٗ اِلَيْهَا اَلَيْسَ اَنَّ الْاِبْنَ قَدْ
يَرَى اَبَاهُ فِي الْمَنَامِ فَيَهْدِيْهِ اِلَى
كَنْزٍ مَدْفُوْنٍ اَلَيْسَ اَنَّ جَالِيْنُوْسَ قَالَ
كُنْتُ مَرِيْضًا فَعَجَزْتُ عَنْ عِلَاجِ نَفْسِيْ
فَرَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ وَاحِدًا اَرْشَدَنِيْ
اِلَى كَيْفِيَّةِ الْعِلَاجِ اَلَيْسَ اَنَّ الْغَزَالِيَّ
قَالَ اِنَّ الْاَرْوَاحَ الشَّرِيْفَةَ اِذَا
فَارَقَتْ اَبْدَانَهَا ثُمَّ اتَّفَقَ اِنْسَانٌ
مُشَابِهُ الْاِنْسَانِ الْاَوَّلِ فِي الرُّوْحِ
وَالْبَدَنِ فَاِنَّهٗ لَا يَبْعُدُ اَنْ يَّكُوْنَ
يَحْصُلُ لِلنَّفْسِ الْمُفَارِقَةِ تَعَلُّقٌ
بِهٰذَا الْبَدَنِ حَتّٰى تَصِيْرَ كَالْمُعَاوِنَةِ
لِلنَّفْسِ الْمُتَعَلِّقَةِ بِذٰلِكَ الْبَدَنِ عَلٰى
اَعْمَالِ الْخَيْرِ فَتُسَمّٰى تِلْكَ الْمُعَاوَنَةُ
اِلْهَامًا وَنَظِيْرُهٗ فِيْ جَانِبِ النُّفُوْسِ

وہ تو حالتیں کمال در بر کو ہوتی ہیں ان کے سیر
منازل قدس میں سب سے بڑھی ہوتی ہے جن
کی حالت کم ہوتی ہے ان کی سیر بھی کم ہوتی ہے۔
جن کی حالت متوسط ہوتی ہے وہ سیر بھی متوسط
ہوتی ہیں۔ جن کی سیر سب سے بڑھی ہوتی
ہے وہ سب سے اشرف ہیں۔ اس لئے ایسے
ارواح کی قسم کھائی گئی۔ ان ارواح شریفہ کو
بسبب اپنی قوت و شرافت کے عالم دنیا
کے احوال میں ایک خاص قسم کا تعلق ہے
اسی وجہ سے وہ مدبرات سے سمجھے جاتے
ہیں چنانچہ شاگرد کبھی اپنے استاد کو خواب میں
دیکھتا ہے اور کسی مشکل مسئلے کا سوال کرتا ہے
اور استاد سے جواب شافی پاتا ہے۔ بیٹا کبھی
اپنے باپ کو خواب میں دیکھتا ہے اور باپ اسے
خزانہ بتا دیتا ہے جالینوس نے کہا میں مریض
تھا اپنے علاج سے کچھ فائدہ نہ ہوا تو خواب میں
کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص نے علاج کی کیفیت
بتائی جس سے مجھے صحت ہوئی امام غزالیؒ
فرماتے ہیں کہ ارواح طیبہ جب ابدان سے علیحدہ
ہوتی ہیں اور اپنی مماثل کوئی ایسی روح پاتے
ہیں جس کا تعلق ایسے بدن سے ہوتا ہے جو
مماثل اسی بدن کے ہے جس کے
ساتھ اس مبارک روح کو تعلق
تھا۔ تو ممکن ہے کہ اس مبارک روح
کو اس بدن سے خاص تعلق

الشَّرِيْكَةِ وَ سُوسَتِهٖ وَ هٰذِهِ الْمَعَانِیْ
وَ اِنْ لَمْ تَکُنْ مَنْقُوْلَةً عَنِ الْمُفَسِّرِیْنَ
اِلَّا اَنَّ النَّظْمَ یَحْتَمِلُ لَهَا جِدًّا ۝

پیدا ہو جائے جس سے یہ مبارک روح اس بدن کی
روح کو اعمالِ خیر میں مدد دی اسی معاونت کو الہام
کہتے ہیں اور اس کو بنظیر شریرہ ارواح میں وسوسہ ہے
اور پایا ہو اگرچہ مفسرین سے منقول نہیں مگر لفظ سے نکلتے ہیں۔

تائید سوم از حضرت شیخ ابن عربی قدس سرہ — شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فتوحات مکیہ میں تحریر فرماتے ہیں

اِنَّ اللّٰهَ اِذَا قَبَضَ الْاَرْوَاحَ مِنْ هٰذِهِ
الْاَجْسَادِ الطَّبِیْعِیَّةِ حَیْثُ کَانَتْ اَوِ
الْعُنْصُرِیَّةِ اَوْدَعَهَا صُوَرًا جَسَدِیَّةً
فِیْ مَجْمُوْعِ هٰذَا الْقَرْنِ النُّوْرِیِّ فَجَمِیْعُ
مَا یُدْرِکُهُ الْاِنْسَانُ بَعْدَ الْمَوْتِ فِی
الْبَرْزَخِ مِنَ الْاُمُوْرِ اِنَّمَا یُدْرِکُهٗ
بِعَیْنِ الصُّوْرَةِ الَّتِیْ هُوَ فِیْهَا فِی الْقَرْنِ
وَ بِنُوْرِهَا وَ هُوَ اِدْرَاکٌ حَقِیْقِیٌّ
وَ مِنَ الصُّوَرِ هُنَالِكَ مَا هِیَ مُقَیَّدَةٌ
عَنِ التَّصَرُّفِ وَ مِنْهَا مَا هِیَ مُطْلَقَةٌ
کَاَرْوَاحِ الْاَنْبِیَاءِ کُلِّهِمْ وَ اَرْوَاحِ
الشُّهَدَاءِ وَ مِنْهَا مَا یَکُوْنُ لَهَا نَظَرٌ
اِلٰی عَالَمِ الدُّنْیَا فِیْ هٰذِهِ الدَّارِ وَ
مِنْهَا مَا یَتَجَلّٰی لِلنَّائِمِ فِیْ حَضْرَةِ
الْخَیَالِ الَّتِیْ هِیَ فِیْهِ وَ هُوَ الَّذِیْ
تَصْدُقُ رُؤْیَاهُ اَبَدًا وَ کُلُّ رُؤْیَا
صَادِقَةٍ لَا تُخْطِئُ فَاِذَا اَخْطَاَتِ الرُّؤْیَا
فَالرُّؤْیَا مَا اَخْطَاَتْ وَ لٰکِنَّ الْعَابِرَ
الَّذِیْ یُعَبِّرُهَا هُوَ الْمُخْطِئُ حَیْثُ
لَمْ یَعْرِفْ بِالْمُرَادِ بِتِلْكَ الصُّوْرَةِ ۝

اللہ تعالیٰ جب ارواح کو ان کے اجسام طبعی سے
جس حیثیت سے ہوں یا اجسام عنصری سے قبض
کرتا ہے تو اس قرن نوری کے مجموعہ میں ان کو صورِ
جسمیہ عنایت فرماتا ہے۔ پس انسان موت کے
بعد برزخ میں جو امور ادراک کرتا ہے وہ اس
صورت کی آنکھ سے ادراک کرتا ہے اور اس
کے نور سے۔ وہ ادراک حقیقی ہے۔ یہاں
ان صورتوں میں سے بعض صور مقید ہوتے ہیں۔
انہیں کسی طرح تصرف کا اختیار نہیں ہوتا۔
بعض آزاد ہوتے ہیں انہیں تصرف کا اچھی طرح
اختیار ہوتا ہے تمامی انبیاء اللہ کی ارواح طیبہ
اور شہداء کی ارواح اسی قسم میں داخل ہیں۔
بعض ارواح کو عالم دنیا کی طرف توجہ ہوتی
ہے۔ بعض ارواح خواب میں نظر آتے ہیں۔
اس قسم کا خواب ہمیشہ سچا ہوتا ہے۔ رویائے
صادقہ میں خطا واقع نہیں ہوتی البتہ تعبیر
کہنے والے جب مطلب خواب کا نہیں سمجھتے
کچھ کا کچھ کہہ دیتے ہیں تو یہ خطا معبر کی طرف منسوب
ہوگی۔ اصل خواب غلط نہیں سمجھا جائے گا۔

اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ ارواح انبیاء و شہداء عالم میں تصرف کرتی ہیں اور ان کو عالم دنیا کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ ارباب حاجات و اصحاب مشکلات کی فریاد رسی کے واسطے۔ تو جس طرح زندگی میں اُن کی طرف رجوع کرنا اور مدد مانگنا اور مصیبت و مشکل کا حل چاہنا جائز اور مستحب تھا اسی طرح بعد وفات کے جائز اور مستحب رہیگا۔ بلکہ اس وقت ان کا ادراک اور توجہ بہ نسبت زندگی کے روشن اور زیادہ ہوتا ہے۔ اور قوت تصرف حالت حیات سے بڑھ کر بوجہ مزید تجرد کے ہوتی ہے۔

حضرت جعفر بن ابی طالب کا فرشتوں کے ساتھ دنیا میں آنا

حافظ ابن حجر عسقلانی اور ابن عساکر ابن اسحاق سے روایت ہے۔ کہ مجھ سے حسین بن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جعفر رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کے بعد فرمایا کہ ایک رات جعفر میرے پاس ہو کر گزرے اور وہ فرشتوں کی ایک جماعت کے پیچھے جاتے تھے اور اُن کے دو پر تھے کہ جس کا اگلا حصہ خون سے رنگین تھا۔ اور ان سب کا قصد بیشہ میں جانے کا تھا جو یمن کا ایک شہر ہے"

"ابن عدی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہم نے جعفر کو فرشتوں کی جماعت میں پہچانا اور وہ سب کے سب بیشہ کے لوگوں کو پانی برسنے کی خوشخبری دینے جاتے تھے۔" (حاکم)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے اور اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا اُن کے قریب تھیں کہ اچانک آپ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا اے اسماء یہ جعفر ہیں جو جبرئیل اور میکائیل کے ساتھ۔ یہ سب چلے جا رہے تھے۔ انہوں نے مجھ کو سلام کیا اور جعفر نے مجھ کو خبر دی کہ وہ مشرکوں سے فلاں فلاں روز لڑے تھے۔ انہوں نے کہا کہ میرے بدن پر نیزہ اور تلوار کے تہتر زخم پہنچے تھے۔ پھر میں نے علم کو داہنے ہاتھ میں لے لیا۔ میرا وہ ہاتھ کٹ گیا پھر میں نے اس کو اپنے بائیں ہاتھ میں لے لیا وہ بھی کٹ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں ہاتھوں میں دو پر دیئے کہ اس سے میں جبرئیل اور میکائیل علیہما السلام کے ساتھ اڑتا ہوں اور جنت سے اترتا ہوں جس جگہ چاہتا ہوں اور اس کا پھل کھاتا ہوں جو چاہتا ہوں"۔ حضرت اسماء نے کہا کہ جعفر کو خوشی ہو گیا اچھی روزی اللہ تعالیٰ نے ان کو دی۔ لیکن ہم کو یہ خوف ہے کہ لوگ اس بات کا یقین نہ کریں گے۔ پس آپ منبر پر چڑھ کر اس حال سے لوگوں کو خبر دیدیں۔ آپ نے منبر پر چڑھ کر خدا کی تعریف کی۔ پھر کہا کہ جعفر بن ابی طالب جبرئیل اور میکائیل کے ساتھ چلے جاتے اور ان کے دو پر تھے جو اللہ نے دونوں ہاتھوں کے عوض میں دئے ہیں۔ انہوں نے مجھے سلام کیا اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ خبر بیان کی جو پہلے بیان کی تھی۔

اس حدیث سے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا شہید ہونے کے بعد دنیا میں آنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرنا اور جس جگہ وہ چاہیں وہاں سیر کرنا ثابت ہوتا ہے۔

شہیدوں کی اعانت اپنے متعلقین کو

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری زیر آیت وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ تحریر فرماتے ہیں :-

وَقَدْ تَوَاتَرَ عَنْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَكَابِرِ اَنَّهُمْ يَنْصُرُوْنَ اَوْلِيَائَهُمْ وَيُدَمِّرُوْنَ اَعْدَائَهُمْ ۔

اور بڑے بڑے فضلا سے متواتر منقول ہے کہ اولیاء اللہ وفات کے بعد اپنے دوستوں کی مدد کرتے ہیں اور دشمنوں کو تباہ کرتے ہیں۔

قاضی صاحب تذکرۃ الموتیٰ والقبور میں یوں تحریر فرماتے ہیں :-

اولیاء اللہ دوستاں و معتقداں را در دنیا و آخرت مددگاری مے فرمایند و دشمناں را ہلاک مے نمایند

اولیاء اللہ دنیا و آخرت میں دوستوں اور معتقدوں کی مدد فرماتے ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں۔

شہدا کا شعور و ادراک

مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں تحریر فرماتے ہیں :-

مگوئید در حق کسے کہ کشتہ شود در راہ خدا در جہاد کہ ایشاں مردہ اند روح چنانچہ حال قوی بود حالا ہم ہست و شعورے و ادراکے کہ داشت حالا ہم دارد بلکہ صاف تر و روشن تر زیرا کہ تدبیر بدن و توجہ بامور سفلانیہ اورا از صفائی ادراک مانع مے شد بچوں از بدن جدا شد آں مانع مرتفع گشت پس در حقیقت حیات ایشاں اتم حیات نیوی است ۔ ولکن لا یشعرون لیکن شما شعور ندارید کہ ایشاں در ترقی اعمال و در تمتعات و در تلذذات بدنی باشما شریک اند بلکہ از شما زیادہ تر و افزوں تر بایں جہت کہ آں ابدان ایشاں از نظر شما غائب اند و در عالمے دیگر ورائے عالم شما و زندگی ایشاں

اس شخص کے حق میں جو جہاد کے اندر راہ خدا میں کام آیا۔ یہ نہ کہو کہ مارا گیا۔ روح جس طرح پہلے قوتوں کی مالک تھی اب بھی ہے۔ اور شعور اور ادراک جو پہلے رکھتی تھی اب بھی رکھتی ہے بلکہ پہلے سے زیادہ صاف روشن۔ کیونکہ پہلے بدن کی تدبیر اور امور سفلیہ کی طرف توجہ اس کو صفائی ادراک سے مانع ہوتی تھی۔ جب اس بدن سے جدا ہوئی۔ تو مانع مرتفع ہو گیا پس در حقیقت ان کی زندگی دنیاوی زندگی سے زیادہ مکمل ہے ولکن لا تشعرون۔ لیکن تم شعور نہیں رکھتے کہ یہ ترقی اعمال اور بدنی نفع اٹھانے اور لذتیں پانے میں تمہارے ساتھ شریک ہیں۔ بلکہ تم سے زیادہ تر اور بڑھ کر ہیں اس لحاظ سے کہ ان کے وہ بدن تمہاری نظر سے غائب ہیں اور ایک اور

مقرراست مانند کسے کہ در ولایت میوہ ہا میخورد وسیر گلزارمے نماید واہل ہندوستاں چوں اورا نہ بینند مردہ انگارند۔

عالم میں جو تمہارے اس عالم سے بعد اگانہ ہے ان کا رزق اور سیر وگردش مقرر ہے۔ اس شخص کی طرح جو ولایت میں میوے کھاتا ہے اور گلزار کی سیر کرتا ہے اور اہل ہند جب اس کو دیکھتے نہیں تو مردہ سمجھتے ہیں ۔

مرد ہمت گرچہ میرد زاں نکوتر مے شود
ابر گر ہم داشت آب از بحر گوہر مے شود

اولیاء اللہ کے تصرفات افعال الٰہیہ ہیں سید احمد حموی نفحات القرب والاتصال میں تحریر فرماتے ہیں:۔

اَمَّا بَعْدَ مَمَاتِهِمْ فَتَصَرُّفُهُمْ اِنَّمَا هُوَ بِاِذْنِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَ اِرَادَتِهٖ لَا شَرِيْكَ لَهٗ خَلْقًا وَّ اِيْجَادًا اَكْرَمَهُمُ اللّٰهُ بِهٖ وَ اَجْرَاهُ عَلٰی اَيْدِيْهِمْ وَ بِسَبَبِهِمْ خَرْقًا لِلْعَادَةِ وَ تَارَةً بِاِلْهَامٍ وَ تَارَةً بِدُعَائِهِمْ وَ تَارَةً بِفِعْلِهِمْ وَ اخْتِيَارِهِمْ وَ تَارَةً بِغَيْرِ اخْتِيَارِهِمْ وَ تَارَةً بِالتَّوَسُّلِ بِهِمْ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی فِیْ حَيَاتِهِمْ وَ بَعْدَ مَمَاتِهِمْ مِمَّا يُمْكِنُ فِی الْقُدْرَةِ الْاِلٰهِيَّةِ وَ لَا يَقْصُدُ النَّاسُ بِسُؤَالِهِمْ ذَالِكَ مِنْهُمْ قَبْلَ الْمَوْتِ وَ بَعْدَهٗ نِسْبَتَهُمْ اِلَی الْخَلْقِ وَ الْاِيْجَادِ وَ الْاِسْتِقْلَالِ بِالْاَفْعَالِ فَاِنَّ هٰذَا لَا يَقْصُدُهٗ مُسْلِمٌ وَ لَا يَخْطُرُ بِبَالِ اَحَدٍ مِّنَ الْعَوَامِّ فَضْلًا عَنْ غَيْرِهِمْ فَصَرْفُ الْكَلَامِ اِلَيْهِ وَ مَنْعُهٗ مِنْ بَابِ التَّلْبِيْسِ فِی الدِّيْنِ وَ التَّشْوِيْشِ عَلٰی عَوَامِّ الْمُوَحِّدِيْنَ وَ كَيْفَ يَحْكُمُ بِالْكُفْرِ عَلٰی مَنِ اعْتَقَدَ ثُبُوْتَ التَّصَرُّفِ

انبیاء و اولیاء کے انتقال کے بعد جو کچھ تصرفات ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے حکم وارادے سے ہوتے ہیں جس کا کوئی شریک نہیں نہ خلق میں نہ ایجاد میں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس تصرف سے بزرگی دی ہے اور اس کو ان کے ہاتھ پر اور ان کے سبب سے جاری کیا ہے۔ اُن کا تصرف کبھی بطور خرق عادت ہوتا ہے۔ کبھی بالہام، کبھی ان کی دُعا سے۔ کبھی اُن کے فعل و اختیار سے کبھی بغیر اختیار کے۔ کبھی اُن سے اللہ کی طرف توسل کرنے سے۔ ان باتوں میں جو قدرت الٰہیہ میں ممکن ہیں عام اَزینکہ وہ زندہ ہوں۔ یا انتقال کر گئے ہوں۔ اور لوگ جو اُن سے اُن کی زندگی میں یا موت کے بعد سوال کرتے ہیں تو ان کو مستقل سمجھ کر نہیں سوال کرتے۔ یہ کسی مسلمان کا کام نہیں۔ عوام کے بھی ذہن میں یہ بات نہیں آتی خواص تو اس قسم کو کب جائز سمجھیں گے۔ پھر خواہ مخواہ اس سے یہی مطلب نکالنا اور اس کو ممنوع قرار دینا ایک قسم کا فریب ہے دین میں۔ اور موحدین کو

بِهِمْ فِي حَيَاتِهِمْ وَبَعْدَ مَمَاتِهِمْ
حَيْثُ كَانَ مَرْجِعُ ذَالِكَ إِلَى قُدْرَةِ
اللّٰهِ تَعَالٰى خَلْقًا وَإِيْجَادًا كَيْفَ وَ
كُتُبُ جَمْهُوْرِ الْمُسْلِمِيْنَ طَافِحَةٌ
بِهٖ وَإِنَّهٗ جَائِزٌ وَوَاقِعٌ لَامِرْيَةَ
فِيْهِ الْبَتَّةَ حَتّٰى يَكَادُ أَنْ يَلْحَقَ
بِالضَّرُوْرِيَاتِ بَلْ بِالْبَدِيْهِيَاتِ
وَذَالِكَ لِأَنَّ جَمِيْعَ كَرَامَاتِ هٰذِهِ
الْأُمَّةِ فِيْ حَيَاتِهِمْ وَبَعْدَ مَمَاتِهِمْ
تَصَرُّفًا أَوْ غَيْرَهٗ مِنْ جُمْلَةِ مُعْجِزَاتِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الدَّالَّةِ
عَلٰى نُبُوَّتِهٖ وَعُمُوْمِ رِسَالَتِهِ الْبَاقِيَةِ
بَعْدَ مَوْتِهٖ لَا يَنْقَطِعُ دَوَامُهَا بِتَعَدُّدِ
الْكَرَامَاتِ فِيْ كُلِّ عَصْرٍ مِّنَ الْأَعْصَارِ
إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۝

پریشانی میں ڈالتا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں کہ ایسا
شخص کیونکر کافر ہو سکتا ہے جس کا یہ عقیدہ
ہو کہ اُن کے تصرفات بحالتِ زندگی یا بعد
وفات کا مرجع خلقاً و ایجاداً اللہ تعالیٰ کی قدرت
ہے۔ اور کیوں نہ ہو جبکہ جمہور مسلمین کی کتابیں
اس سے لبریز ہیں اور وہ جائز اور واقع ہے
جس میں ہرگز کسی قسم کا شک نہیں حتٰی کہ وہ
ضروریات میں شامل ہے بلکہ بدیہیات میں
داخل ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس امت
کی تمام کرامات جو اُن کی زندگی میں ہوں یا
ان کی وفات کے بعد تصرف ہو یا کچھ اور سب
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ہیں۔ جو
آپ کی نبوت و عموم رسالت پر دال ہیں جو آپ کی وفات کے
بعد باقی رہنے والی ہے کہ اس کا دوام منقطع نہ ہوگا
اسلئے کہ ہر زمانے میں بکثرت کرامات کا ظہور ہوتا ہے قیامت تک ہوگا۔

اولیاء اللہ کی کرامات نبی کے معجزات ہیں | بر ہادی رحمۃ اللہ علیہ رسالہ الدلائل الواضحات فی اثبات الکرامات
فی الحیات و بعد الممات میں لکھتے ہیں کہ جن لوگوں نے کرامت اولیا کو اُن کی زندگی میں اور وفات کے بعد ثابت کیا ہے
ان میں سے شیخ الاسلام ابو شحنہ حنفی ہیں اور شیخ عبد الباقی مقدسی حنفی ہیں جنہوں نے سیوف صقال میں لکھا ہے اور شرح منہ ہندی حنفی ہیں اس کی عبارت یہ ہے کہ جب مرجع
کرامات طرف قدرت اللہ تعالیٰ کے ہے تو ایسی حالت میں اولیا کی حیات اور موت میں کچھ فرق نہیں ہے اس واسطے
کہ اس کا خالق خدا ہے اور اولیاؤں کے ہاتھ سے اس واسطے جاری کراتا ہے تاکہ ان کو بزرگی حاصل ہو اور یہ کبھی
اُنکی دعا سے ہوتا ہے اور کبھی ان کے فعل اور اختیار سے اور کبھی بغیر اختیار اور قصد ان کے اور کبھی اُن کو اللہ تعالیٰ کے یہاں
وسیلہ ٹھیرانے سے ہوتا ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کی شرکت نہیں رہتی۔ اور علمائے اسلام اس بات پر
متفق ہیں کہ ہمارے پیغمبر کے معجزے غیر منحصر ہیں۔ کچھ اُنہیں سے اللہ تعالیٰ جاری کر چکا اور کچھ اولیاؤں کے
ذریعے بطور کرامت جاری کریگا ان کی زندگی میں اور ان کی وفات کے بعد قیامت تک اور یہ امر ایسا ہے کہ جس کا حصر غیر ممکن
ہے پس کرامات اولیاء اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ ہے جو ان کے وصال کے بعد باقی رہتا ہے اور جو ان کی

صحت ثبوت پر ہر وقت قیامت تک دلالت کرے گا۔ اور کوئی اس کا انکار نہیں کر سکتا مگر ذلیل اور بد اعتقاد

ظاہر و مظہر | شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ الطاف القدس میں تحریر فرماتے ہیں :۔

چوں رفتہ رفتہ سخن بحقائق غامضہ افتاد از اں حالت نیز رمزے باید گفت چوں آب از سر گذشت چہ یک نیزہ چہ یک مشت کمال عارف از حجر بحت بالاتر مے رود و نفس کلیہ بجائے جسد عارف مے شود ذات بحت بجائے روح او ہمہ عالم را تبعاً بعلم حضوری در خود بیند

جب رفتہ رفتہ بات باریک نکتوں تک پہنچی تو اس حالت سے بھی ایک رمز کہنی چاہئے۔ جب پانی سر سے گذر گیا تو گیا ایک نیزہ بھر اور گیا ایک مشت بھر ہوا ہے۔ عارف حجر بحت سے بالاتر جاتا ہے اور نفس کلیہ عارف کے جسم کا قائم مقام ہو جاتا ہے ذات اصل الاصل اس کی روح کی بجائے تمام عالم کو تبعاً علم حضوری سے اپنے اندر دیکھتی ہے۔

دیکھئے یہ ایک ایسا امر ہے جسے شارع کھول کر بیان نہیں کیا لیکن یہ حضرت شاہ صاحب کا ہی حوصلہ تھا کہ آخر رہ سکے اور کیفیت واقعہ کو صاف صاف بیان فرمایا پس جب ذات بحت بجائے روح کے ہوئی تو کوئی شے اُس پر مخفی نہیں رہ سکتی۔

ایک شہید نوجوان نے اپنے ماں باپ کو سلام کیا

عن عبد العزیز بن عبد اللہ بن ابی سلمۃ قال بینما رجل بالشام و معہ زوجتہ وقد کان استشھد لہ ابن قبل ذالک بما شاء اللہ اذ رای فارسا قد اقبل فقال لامرأتہ ابنی و ابنک یا فلانۃ فقالت لہ اخر عنک الشیطان ابنک قد استشھد منذ حین و انت مفتون فاقبل علی عملک و استغفر اللہ ثم نظر و دنا الفارس فقال ابنک و اللہ یا فلانۃ و نظرت فقالت ھو و اللہ فوقف علیھما فقال لہ ابوہ الیس

عبد العزیز بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص اپنی بیوی کے ہمراہ شام میں تھا جن کا بیٹا شہید ہو چکا تھا اور اس پر ایک عرصہ گزر گیا تھا اچانک اس نے ایک سوار آتا دیکھا۔ تو اس نے اپنی بی بی سے کہا۔ اے فلانی یہ سوار میرا اور تیرا بیٹا ہے بیوی بولی کہ تجھے شیطان نے دھوکا دیا ہے تیرا بیٹا تو مدت ہوئی شہید ہو چکا تو دیوانہ ہے اپنا کام کر اور استغفار کر۔ اس نے پھر غور سے دیکھا اور وہ سوار قریب آ گیا۔ تب اس نے کہا کہ خدا کی قسم اے فلانی یہ تیرا ہی بیٹا ہے اور اس عورت نے دیکھا تو کہا قسم اللہ کی ہو وہی ہے۔ وہ اُن کے قریب آکر کھڑا ہو گیا۔ تب باپ نے اس سے کہا کہ اے

حَتّٰی اسْتُشْهِدْتَ یَا بُنَیَّ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِالْعَزِیْزِ تُوُفِّیَ فِیْ هٰذِهِ السَّاعَةِ فَاسْتَاْذَنَ الشُّهَدَاءُ رَبَّهُمْ فِیْ شُهُوْدِهٖ فَکُنْتُ مِنْهُمْ وَاسْتَاْذَنْتُ فِی السَّلَامِ عَلَیْکُمَا ثُمَّ دَعَا لَهُمَا وَانْصَرَفَ فَوُجِدَ عُمَرُ تُوُفِّیَ فِیْ تِلْکَ السَّاعَةِ (رواہ المحاملی فی امالی)

پیارے بیٹے تو شہید نہیں ہوا تھا۔ اس نے کہا بیشک (میں شہید ہو چکا ہوں) لیکن اسی وقت حضرت عمر بن عبدالعزیز کی وفات ہوئی ہے شہیدوں نے اپنے پروردگار سے ان کے جنازے پر حاضر ہونے کے لئے اجازت چاہی اللہ تعالیٰ نے اجازت فرمائی میں بھی انہیں سے ہوں اور اللہ تعالیٰ سے یہ اذن بھی طلب کیا کہ ماں باپ کو سلام کرتا ہوا جاؤں پھر ماں باپ کو دعا دیکر رخصت ہوا تحقیق کیا اسی وقت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی انتقال ہوا تھا۔

دو شہید اپنے بھائی کے نکاح میں شامل ہوئے

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب عیون الحکایات میں بسند ابی علی الضریر کے لکھا ہے کہ ملک شام میں تین بھائی تھے کہ وہ اکثر جہاد کیا کرتے تھے اور بڑے بہادر تھے۔ ایک بار رومیوں نے ان کو پکڑ لیا۔ شاہ روم نے ان سے کہا کہ اگر تم عیسائی ہو جاؤ۔ تو ہم تم کو ملک اور جاگیر دیں گے اور اپنی لڑکیوں سے تمہاری شادی بھی کر دیں گے۔ انہوں نے انکار کیا اور کہا یا محمداہ۔ بادشاہ کے حکم کے مطابق تین دیگیں لائی گئیں اور ان میں روغن زیتون ڈالا گیا تین روز تک۔ اس کے نیچے آگ سلگائی گئی تاکہ ان تینوں کو ان دیگوں میں ڈالکر ہلاک کیا جائے اور ہر روز یہ لوگ ان دیگوں کے پاس لائے جاتے تھے اور عیسائی مذہب کے قبول کرنے کو کہا جاتا تھا مگر وہ لوگ انکار ہی کرتے تھے۔ ایک روز ان میں سے بڑے بھائی کو دیگ میں ڈال دیا اور پھر منجھلے کو۔ پھر چھوٹے کو دیگ کے پاس لاکر دھمکایا اور اس کو دین اسلام سے پھرنے کی ترغیب دیتے تھے۔ حتی کہ ایک کافر نے کہا کہ بادشاہ سلامت ہم اس کو اس کے دین سے پھیر دیں گے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ کس طرح۔ اس نے کہا کہ بادشاہ سلامت یہ ہم جانتے ہیں کہ عرب عورتوں کی طرف زیادہ میلان رکھتے ہیں اور میری ایک ایسی لڑکی ہے جو ملک روم میں سب سے زیادہ خوبصورت اور خوش شکل ہے۔ میں اس کے ساتھ علیحدہ ایک جگہ چھوڑ دونگا، اور وہ اس کو دین اسلام سے پھیر دے گی آپ اس کو مجھے دے دیں۔ بادشاہ نے ان کو اس کافر کے حوالے کر دیا اور چالیس روز کی مہلت دی۔ پس وہ کافر اس جوان کو لے آیا اور اپنی لڑکی کے پاس چھوڑ دیا اور لڑکی کو اصل حال سے مطلع کر دیا۔ لڑکی نے کہا کہ میں اس کام کو کروں گی تو بے غم رہ۔ پس وہ جوان لڑکی کے ساتھ اس طرح سے رہا کہ دن بھر روزہ رکھتا اور رات بھر نماز پڑھتا۔ یہاں تک کہ میعاد میں سے اکثر دن گزر گئے اس کافر نے اپنی لڑکی کو کہا کہ تو نے کچھ نہیں کیا۔ لڑکی نے کہا کہ میں یہ سمجھتی ہوں۔ چونکہ اس کے دو بھائی اس شہر میں مارے گئے ہیں۔ اس واسطے یہ ان کی نشانیوں کو دیکھ کر میری بات قبول نہیں کرتا۔ لہذا تم بادشاہ سے کچھ

مدت اور بڑھوا کر مجھے اور اس کو کسی دوسرے شہر میں بھیجدو۔ بادشاہ نے اسکے کہنے کے مطابق کچھ اور مدت بڑھا دی اور ان کو دوسرے شہر میں بھیجدیا۔ وہ جوان وہاں بھی صائم الدہر اور قائم اللیل رہتا تھا۔ حتیٰ کہ میعاد معینہ میں سے تھوڑے دن باقی رہ گئے ایک دن اُس لڑکی نے اس سے کہا کہ اے شخص تو جس پروردگار کی پاکی بیان کرتا ہے وہ بڑا پروردگار ہے۔ بیشک تیرا دین سچا ہے اور میں اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ کر تیرے دین میں داخل ہوتی ہوں تب اس نے اس لڑکی سے کہا کہ کسی حیلہ سے یہاں سے بھاگنا چاہئے۔ اُس لڑکی نے کہا کہ میں ایک تدبیر کرتی ہوں وہ ایک جانور لے آئی۔ پھر وہ دونوں سوار ہو کر وہاں سے چلے۔ رات کو چلتے اور دن کو چھپ رہتے۔ ایک رات ایسا ہوا کہ وہ جا رہے تھے کہ اچانک انہوں نے گھوڑوں کے قدم کی آواز سُنی۔ جو دیکھا تو اس کے وہ دونوں بھائی جن کو دیگ میں ڈال دیا گیا تھا ان گھوڑوں پر سوار تھے اور اُن کے ساتھ کچھ فرشتے بھی تھے۔ جو اُن کے پاس بھیجے گئے تھے۔ انہوں نے اُن دونوں کو سلام کیا اور اُن کا حال دریافت کیا۔ انہوں نے کہا کہ جب ہم دیگ میں ڈالے گئے اس میں جاتے ہی جنت الفردوس میں پہنچ گئے اور اب اس وقت اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمہارے نکاح میں شریک ہونے کے لئے بھیجا ہے تاکہ تمہارا نکاح اس نوجوان عورت کے ساتھ کریں۔ الغرض ان دونوں بھائیوں نے اس چھوٹے بھائی کا اس عورت سے نکاح کر دیا۔ اس کے بعد وہ چلے گئے۔

اس روایت سے تین باتیں ثابت ہوئیں: اوّل صحابہ اکثر مصائب کے وقت بلفظ یا محمداہ کا پکارا کرتے تھے۔ دوئم بعض ان میں سے صائم الدہر اور قائم اللیل رہتے تھے۔ سوئم جو دو بھائی شہید ہوئے تھے وہ پھر جنت سے دنیا میں اپنے چھوٹے بھائی کے پاس آئے اور زندوں کی طرح اُن کا نکاح کر کے چلے گئے۔

چند شہیدوں کی ملاقات اپنے ایک زندہ رفیق سے

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ قَالَ عُمَيْرُ بْنُ الْحَبَابِ السُّلَمِيُّ قَالَ اُسِرْتُ اَنَا وَ ثَمَانِيَةٌ مَعِيَ فِي زَمَانِ بَنِي اُمَيَّةَ فَاَدْخَلْنَا عَلٰى مَلِكِ الرُّوْمِ فَاَمَرَ بِاَصْحَابِي فَضُرِبَتْ رِقَابُهُمْ ثُمَّ اِلَيَّ قُدِّمْتُ لِضَرْبِ عُنُقِي فَقَامَ اِلَيْهِ بَعْضُ الْبَطَارِقَةِ فَلَمْ يَزَلْ يُقَبِّلُ رَاْسَهُ وَ رِجْلَيْهِ وَ يَطْلُبُ اِلَيْهِ حَتّٰى كَفَّنِي لَهُ ثُمَّ اِنَّهُ جَعَلَ اِبْنَةً لَهُ مِنْ اَجْمَلِ

محمد بن اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ عمیر بن الحباب سلمی نے کہا کہ ہم آٹھ آدمی زمانہ بنی امیہ میں قید کئے گئے۔ پھر ہم کو شاہ روم کے پاس لایا گیا۔ بادشاہ نے ہمیں قتل کرنے کا حکم دیا۔ اسی وقت میرے ساتھی قتل کئے گئے پھر میں قتل کے واسطے لایا گیا۔ تو ایک پادری نے کھڑے ہو کر بادشاہ کے سر اور پاؤں کو بوسہ دیا اور مجھے اپنے واسطے مانگا۔ حتیٰ کہ بادشاہ نے مجھے اُس کو بخش دیا۔ اور پھر اُس نے اپنی ایک لڑکی کو جو نہایت خوبصورت تھی مجھ پر تعینات کیا کہ وہ مجھے

النِّسَاءِ لِتُغْوِيَهٗ وَلِتَفْتِنَهٗ عَنْ دِيْنِهٖ فَلَمْ تَقْدِرْ عَلَيْهِ قَدْ عَنَتْنِيْ اِبْنَتُهٗ ذَاتَ لَيْلَةٍ اِلٰى بُسْتَانٍ لَهَا فَقَالَتْ مَا يَمْنَعُكَ مِمَّا عُرِضَ عَلَيْكَ فَقُلْتُ مَا اَتْرُكُ دِيْنِيْ لِامْرَاَةٍ وَلَا لِشَيْءٍ قَالَتْ فَتُحِبُّ الْمُكْثَ عِنْدَنَا اَوِ اللِّحَاقَ بِبِلَادِكَ فَقُلْتُ الذَّهَابَ اِلٰى بِلَادِيْ قَالَ فَاَرَتْنِيْ نَجْمًا وَقَالَتْ سِرْ عَلٰى هٰذَا النَّجْمِ بِاللَّيْلِ وَاكْمُنْ بِالنَّهَارِ فَاِنَّهٗ يُلْقِيْكَ اِلٰى بِلَادِكَ فَسِرْتُ ثَلَاثَ لَيَالٍ فَبَيْنَا اَنَا فِي الْيَوْمِ الرَّابِعِ مُكْمِنٌ اِذَا بِالْخَيْلِ فَقُلْتُ طُلِبْتُ فَاَشْرَفُوْا عَلَيَّ فَاِذَا اَنَا بِاَصْحَابِي الْمَقْتُوْلِيْنَ عَلٰى دَوَابٍّ مَعَهُمْ اٰخَرُوْنَ عَلٰى دَوَابٍّ شُهُبٍ فَقَالَ عُمَيْرٌ فَقُلْتُ اَوَلَيْسَ قَدْ قُتِلْتُمْ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّ اللّٰهَ نَشَرَ الشُّهَدَاءَ وَاَذِنَ لَهُمْ اَنْ يَّشْهَدُوْا جَنَازَةَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ فَقَالَ بَعْضُ الَّذِيْنَ مَعَهُمْ نَاوِلْنِيْ يَدَكَ يَا عُمَيْرُ فَنَاوَلْتُهٗ يَدِيْ فَاَرْدَفَنِيْ ثُمَّ سِرْنَا يَسِيْرًا ثُمَّ قَذَفَنِيْ قَذْفَةً وَقَعْتُ قُرْبَ مَنْزِلِيْ ؀

بہکائے اور مجھے دین اسلام سے پھیرے لیکن وہ اس پر قادر نہ ہوئی۔ ایک رات اس لڑکی نے مجھے اپنے باغ میں بلایا اور کہا کہ کس چیز نے تجھے اس بات کے قبول کرنے سے منع کیا ہے جو تجھ کو کہا جاتا ہے۔ تب میں نے کہا کہ میں اپنے دین کو عورت کے طمع یا اور کسی چیز کے لالچ سے نہیں چھوڑوں گا۔ پھر اس نے کہا کہ تو ہمارے پاس رہنا پسند کرتا ہے یا اپنے شہر کو جانا۔ میں نے کہا کہ اپنے شہر کو جانا۔

کہتے ہیں ۔ پھر اسی .... نے ایک ستارہ مجھے دکھلایا اور یہ کہا کہ اسی ستارے کے رخ پر رات کو چلنا اور دن کو چھپ رہنا۔ یہ ستارہ تجھے تیرے شہر پہنچا دیگا۔ پس میں تین رات تک چلتا رہا اور چوتھے روز چھپا ہوا بیٹھا تھا کہ میں نے اچانک گھوڑوں کو دیکھا تو میں نے سمجھا کہ اب میں پکڑا گیا پس وہ سب میرے پاس کھڑے ہوئے۔ دراصل وہ سب سوار میرے وہ ساتھی تھے جو شہید ہوئے تھے اور ان کے ساتھ دوسرے لوگ سرخ گھوڑوں پر تھے۔ عمیر کہتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا کہ کیا تم لوگ قتل نہیں کئے گئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہاں لیکن اللہ تعالیٰ نے شہیدوں کو روانہ کیا ہے اور یہ اجازت دی ہے کہ عمر بن عبد العزیز کے جنازہ پر حاضر ہوں۔ پھر ان میں سے بعض نے مجھے کہا کہ اے عمیر اپنا ہاتھ مجھے دو۔ میں نے اپنا ہاتھ اس کو دیا اور انہوں نے مجھے ساتھ بٹھلایا۔ پھر ہم تھوڑا چلے۔ پھر انہوں نے مجھے پھینک کر اتار دیا تو میں اپنے گھر کے پاس اترا۔ (ابن عساکر)

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ شہداء اللہ تعالیٰ کے حکم سے عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ پڑھنے کے واسطے آئے اور ان مقتولوں میں سے ایک نے اپنے گھوڑے پر حضرت عمیر کو چڑھا کر

ان کے گھر پہنچا دیا۔

انبیاء علیہم السلام کی دعوات مستجابہ | شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حجۃ اللہ البالغہ میں تحریر فرماتے ہیں :

لِلْاَنْبِیَاءِ عَلَیْہِمُ السَّلَامُ دَعْوَاتٌ کَثِیْرَۃٌ مُسْتَجَابَۃٌ وَکَذَا اسْتُجِیْبَ لِنَبِیِّنَا صلی اللہ علیہ وسلم فِیْ مَوَاطِنَ کَثِیْرَۃٍ لٰکِنْ لِکُلِّ نَبِیٍّ دَعْوَۃٌ وَاحِدَۃٌ مُنْبَجِسَۃٌ مِنَ الرَّحْمَۃِ الَّتِیْ ھِیَ مَبْدَءُ نُبُوَّتِہٖ فَاِنَّھَا اِنْ اٰمَنُوْا کَانَتْ بَرَکَاتٍ عَلَیْہِمْ وَانْبَجَسَ فِیْ قَلْبِ النَّبِیِّ اَنْ یَّدْعُوَا لَھُمْ وَاِنْ اَعْرَضُوْا صَارَتْ نَقِمَاتٍ عَلَیْہِمْ وَانْبَجَسَ فِیْ قَلْبِہٖ اَنْ یَّدْعُوَ عَلَیْہِمْ وَاسْتَشْعَرَ نَبِیُّنَا صلی اللہ علیہ وسلم اَنَّ اَعْظَمَ مَقَاصِدِ بِعْثَتِہٖ اَنْ یَّکُوْنَ شَفِیْعًا لِلنَّاسِ وَوَاسِطَۃً لِنُزُوْلِ رَحْمَۃٍ خَاصَّۃٍ یَوْمَ الْحَشْرِ فَاخْتَبَأَ دَعْوَتَہُ الْعُظْمٰی الْمُنْبَجِسَۃَ مِنْ اَصْلِ نُبُوَّتِہٖ لِذٰلِکَ الْیَوْمِ ۔

انبیاء علیہم السلام کے لئے بہت سی مقبول دعائیں ہیں اور اسی طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں بہت سے مقامات میں قبول ہوئیں لیکن ہر نبی کی دعا ایک ہی ہے۔ جس کی مظہر وہ رحمت ہے جو نبوت کی مبدا ہے۔ کیونکہ اگر وہ ایمان لائیں تو وہ ان کے لئے بمنزلہ برکات ہوگی۔ اور نبی کے قلب میں یہ تحریک ہوگی کہ ان کے حق میں اپنی دعا کرے اور اگر روگردانی کریں تو وہ اُن کے لئے بمنزلہ غضب ہوگی اور نبی کے دل میں یہ تحریک ہوگی کہ ان کے خلاف بددعا کرے۔ اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ آپ کی بعثت سے بڑا مقصد یہ ہے کہ وہ لوگوں کے لئے شفاعت کریں۔ تاکہ نزول رحمت کا ذریعہ ہوں خصوصاً قیامت کے روز۔ پس آپ نے اپنی بڑی دعا جو آپ کی اصل نبوت سے ہے اس دن کے لئے مخفی رکھی۔

اس تقریر سے انبیاء کی تاثیر دعا کا ثبوت ملتا ہے پس ایسے مستجاب الدعوات حضرات علیہم السلام سے توسل کیوں ناجائز ہو۔

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے :

لِکُلِّ نَبِیٍّ دَعْوَۃٌ قَدْ دَعَا بِھَا فَاسْتُجِیْبَ فَجَعَلْتُ دَعْوَتِیْ شَفَاعَۃً لِاُمَّتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ (رواہ البخاری)

ہر نبی کے لئے دعا ہے جو دُنیا میں مستجاب ہوئی ہماری وہ دعا جو ہم نا مقبول ہوئی وہ شفاعت ہے۔ (مشکوٰۃ)

اس میں شک نہیں کہ تمام انبیا کی اکثر دعائیں مقبول ہوئیں ۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیشمار دعائیں مقبول ہوئی ہیں۔

ہر نبی کے لئے ایک دعا خاص ہے جو نبی کی مبدء نبوت سے جوش زن ہوتی ہے ۔ جس نبی کی اُمت ایمان لائی اس کے لئے بھلائی کی دُعا کی جاتی ہے اور جس نے نافرمانی کی ۔ اُن کے حق میں عذاب کی ۔ دونو حال میں یہ دعا فیر بہ رف ہوتی ہے ۔ ادھر زبانِ قلب سے نکلی ادھر مقبول ہوئی ۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص دعا یہی تھی کہ آپ قیامت کے دن اپنی اُمت کے شفیع ہوں پھر اُس کے مقبول ہونے میں کسی طرح کا شبہ نہیں

حضرت کا فریاد رس ہونا ۔ جانوروں کا آپ سے فریاد کرنا

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَحْرَاءَ فَنَادَتْهُ ظَبْيَةٌ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ مَا حَاجَتُكِ قَالَتْ صَادَنِي هٰذَا الْأَعْرَابِيُّ وَلِي خِشْفَانِ فِي ذٰلِكَ الْجَبَلِ فَأَطْلِقْنِي حَتّٰى أَذْهَبَ فَأُرْضِعَهُمَا وَأَرْجِعَ قَالَ أَوَ تَفْعَلِيْنَ قَالَتْ نَعَمْ فَأَطْلَقَهَا فَذَهَبَتْ وَرَجَعَتْ فَأَوْثَقَهَا فَانْتَبَهَ الْأَعْرَابِيُّ وَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ أَلَكَ حَاجَةٌ قَالَ أَطْلِقْ هٰذِهِ الظَّبْيَةَ فَأَطْلَقَهَا فَخَرَجَتْ تَعْدُو فِي الصَّحْرَاءِ وَتَقُولُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ (رواہ الشفاء)

ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحرا میں تھے ایک ہرنی نے ندا کی یا رسول اللہ ۔ فرمایا کیا حاجت ہے ۔ عرض کیا مجھے اس اعرابی نے پکڑ لیا ہے اور اس پہاڑ میں میرے دو چھوٹے بچے ہیں مجھے کھول دیجئے کہ میں انہیں دودھ پلا لوں ۔ پھر میں واپس آ جاؤں گی ۔ فرمایا ۔ تو ایسا کرے گی ؟ عرض کیا ضرور ۔ آپ نے اس کو کھول دیا وہ گئی اور دودھ پلا کر واپس آ گئی ۔ پھر اس کو باندھ دیا ۔ اب اعرابی بیدار ہوا ۔ عرض کرنے لگا یا رسول اللہ کچھ حکم ہے ۔ فرمایا اس ہرنی کو چھوڑ دے ۔ اُس نے ہرنی کو کھول دیا ۔ وہ کلمہ شہادت أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللهِ پڑھتی ہوئی جنگل میں دوڑ گئی ۔

غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک مصیبت زدہ کے کام آتے ہیں اور ہر ایک کی فریاد کو سُنتے ہیں ۔ چنانچہ روض النضیف میں ہے ؎

فَالله اَقْسِمُ مَا وَآفَاكَ مُنْكَسِرٌ | اِلَّا وَ اَصْبَحَ مِنْهُ الْكَسْرُ يَنْجَبِرُ

میں قسم کھاتا ہوں کہ آپ کے پاس کوئی شکستہ حال نہیں پہنچا کہ اس کی شکستگی کی اصلاح نہ ہو گئی ہو۔

وَلَا اَحْتَمٰی بِجَاہِکَ الْمُحْتَمِی فَزَعًا | اِلَّا وَعَادَ بِاَمْنٍ مَالَہٗ خَطَرٌ

اور کسی پناہ لینے والے نے گھبرا کر آپ کے دربار میں پناہ لی مگر امن وامان کے ساتھ ایسا ہوا کہ اب اسکو کسی قسم کی بدی کی خوف نہیں

وَلَا اَتَاکَ فَقِیْرُ الْحَالِ ذُوْ اَمَلٍ | اِلَّا وَفَازَ مِنَ الْاَثَرِ لَہٗ ثَمَرٌ

اور نہ آپ کے پاس کوئی فقیر حال امیدوار حاضر ہوا مگر اس کے نشان قدم ہی سے اس کے لئے ثمر حوائج کی جا نکلی

وَلَا اَتَاکَ امْرُءٌ مِنْ ذَنْبِہٖ وَجِلٌ | اِلَّا وَعَادَ بِعَفْوٍ وَھُوَ مُغْتَفِرٌ

اور نہ آپ کے پاس کوئی شخص اپنے گناہ سے ڈرا ہوا آیا مگر وہ عفو کے ساتھ بخشا ہوا گیا

وَلَا دَعَاکَ لَھِیْفٌ عِنْدَ نَازِلَۃٍ | اِلَّا وَلَبَّاہُ مِنْکَ الْعَوْنُ وَالْیُسُرُ

اور نہ کسی مغموم نے کسی حادثہ کے وقت آپ کو پکارا مگر آپ کی جانب سے عون اور آسانی نے اسکو لبیک کہا

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا | عَلٰی حَبِیْبِکَ مَنْ زَانَتْ بِہِ الْعُصُرُ

اے پروردگار اپنے حبیب پر جس سے کہ زمانوں نے زینت پائی ہمیشہ ابد الآباد تک درود و رحمت بھیج

انبیاء کرام و اولیاء عظام و صلحاء عالی مقام سے غائبانہ استمداد کرنے کا جواز

(۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا انْفَلَتَتْ دَابَّۃُ اَحَدِکُمْ عَلَیْنَا فَاَعِیْنُوْنِیْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ رَحِمَکُمُ اللّٰہُ (رواہ البزار)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کسی کا چوپایہ بھاگ جائے تو چاہیے کہ یوں پکارے مدد کرو میری اے خدا کے بندو، اللہ تم پر رحم کرے (حصن حصین)

(۲) عَنْ عُتْبَۃَ بْنِ غَزْوَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَضَلَّ اَحَدُکُمْ شَیْئًا وَاَرَادَ عَوْنًا وَھُوَ بِاَرْضٍ لَیْسَ بِھَا اَنِیْسٌ فَلْیَقُلْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ

عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ جب تم میں کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے۔ یا راہ بھولے اور مدد چاہے اور وہ ایسی جگہ ہو جہاں کوئی ہمدم نہیں تو اسے چاہیے کہ یوں پکارے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو

فَاِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا لَا یَرَاھُمْ وَقَدْ جُرِّبَ ذَالِکَ (رواہ الطبرانی)

میری مدد کرو ۔ اے اللہ کے بندو ۔ میری مدد کرو کیونکہ اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں ۔

جن کو یہ نہیں دیکھتا (وہ اس کی مدد کریں گے) طبرانی کہتے ہیں کہ یہ بات بارہا آزمائی گئی بالکل صحیح نکلی حصن حصین ۔ ذہبی نے ایک دفعہ آزمایا اور صحیح پایا۔

(۳) عن بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فَلْیُنَادِ یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَحْبِسُوْا

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کسی کا جانور جنگل میں بھاگ جائے ۔ تو

یوں ندا کرے کہ اللہ کے بندو روک دو ۔ عباد اللہ اُسے روک دیں گے (ابن السنی)

(۴) عن بن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَعِیْنُوْنِیْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۔ مدد کرو اے اللہ کے بندو (ابن شیبہ ، بزار)

اگر انبیاء و اولیاء اللہ (رجال الغیب) کو غائب میں پکارنا شرک ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی ایسا نہ فرماتے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رجال الغیب کو پکارنا جائز ہے ہاں باطل معبودوں اور بتوں کو پکارنا البتہ ممنوع اور شرک ہے ۔

دیکھیے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ندائے غیبیہ سے پکارنے اور غیر اللہ سے مدد مانگنے کی کیسی صاف طور پر تعلیم فرمائی ۔ کیا اب بھی کوئی ناسمجھ ایسے کلمات کو شرک کہہ سکتا ہے ۔ کیا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر آیت اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ نہ تھی ۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر انبیاء و اولیاء سے مدد مانگنا اور ان کو غائب میں خطاب حاضر کرنا شرک ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی ایسی تعلیم نہ دیتے ۔

غرض ان احادیث سے ثابت ہو گیا کہ اللہ کے بندوں سے مدد مانگنا اور ان کو غائب میں خطاب حاضر کرنا شرک نہیں ہے ۔ بلکہ ارشاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عین مطابق ہے ۔

اولیاء اللہ کی برکت سے عذاب کا ٹلنا فتح پانا ۔ بادلوں کا آنا

مشکوٰۃ شریف میں مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۔

اَلْاَبْدَالُ یَکُوْنُوْنَ بِالشَّامِ وَھُمْ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا کُلَّمَا مَاتَ رَجُلٌ اَبْدَلَ اللّٰہُ مَکَانَہٗ رَجُلًا

ابدال ملک شام میں رہتے ہیں وہ چالیس مرد ہیں ۔ جب ان میں سے کسی کا انتقال ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ ایک قائم مقام

يُسْقَى بِهِمُ الْغَيْثُ وَ يُنْتَصَرُ بِهِمْ عَلَى الْأَعْدَاءِ وَ يُصْرَفُ عَنْ أَهْلِ الشَّامِ بِهِمُ الْعَذَابُ۔

کردیتا ہے۔ انہیں کی وجہ سے بادل لائے جاتے ہیں۔ انہیں کی بدولت دشمنوں پہ نصرت دی جاتی ہے۔ انہیں کی برکت سے اہل شام سے عذاب دفع کیے جاتے ہیں۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقات المفاتیح میں ایک حدیث ابن عساکر سے بروایت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ تحریر کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

بِهِمْ يُدْفَعُ الْبَلَاءُ عَنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ

ان کی برکت سے اس امت سے بلا دفع کی جاتی ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ اطیب النغم میں ارقام فرماتے ہیں :-

وَأَنْتَ مُجِيْرِيْ مِنْ هُجُوْمِ مُلِمَّةٍ اِذَا اَنْشَبَتْ فِي الْقَلْبِ شَرَّ الْمَخَالِبِ

یعنی آپ مصیبت کے حملہ آور ہونے کے وقت پناہ دینے والے ہیں جب کوئی شیر اپنے پنجے قلب میں گاڑ دے۔

حضرت غوث اعظم کے نزدیک اولیاء اللہ کو ندا اور ان سے استمداد جائز ہے

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ علی الاعلان ارشاد فرماتے ہیں کہ تکالیف و مصائب کے وقت مجھ کو پکارو اور میرا توسل پکڑو۔ تو تمہاری تکالیف اور حاجات بر آئیں گی۔ چنانچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ زبدۃ الآثار میں تحریر فراتے ہیں کہ حضرت غوث اعظم ارشاد فرماتے ہیں :-

مَنِ اسْتَغَاثَ بِيْ فِيْ كُرْبَةٍ كُشِفَتْ عَنْهُ وَمَنْ نَادٰى بِاسْمِيْ فِيْ شِدَّةٍ فُرِّجَتْ عَنْهُ وَمَنْ تَوَسَّلَ بِيْ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فِيْ حَاجَتِهٖ قُضِيَتْ لَهٗ وَمَنْ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ يَقْرَأُ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ بَعْدَ الْفَاتِحَةِ سُوْرَةَ الْإِخْلَاصِ إِحْدٰى عَشَرَةَ مَرَّةً ثُمَّ يُصَلِّيْ عَلٰى

جو کسی تکلیف میں مجھ سے فریاد کرے وہ تکلیف دفع ہو اور جو کسی سختی میں میرا نام لیکر ندا کرے وہ سختی دور ہو اور جو کسی حاجت میں اللہ تعالیٰ کی طرف مجھ سے توسل کرے وہ حاجت بر آئے اور جو دو رکعت نماز ادا کرے ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص گیارہ بار پڑھے پھر سلام پھیر کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجے۔ پھر عراق کی طرف گیارہ

رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یعنی السَّلَامُ وَ یُسَلِّمُ عَلَیْہِ ثُمَّ یَخْطُو اِلٰی جِهَةِ الْعِرَاقِ اِحْدٰی عَشَرَةَ خُطْوَةً یَذْکُرُ فِیْهَا اِسْمِیْ وَیَذْکُرُ حَاجَتَہٗ فَاِنَّهَا تُقْضٰی

قدم چلے۔ ان میں میرا نام لیتا جائے اور اپنی حاجت یاد کرے اُس کی وہ حاجت روا ہو۔

اس نماز کا نام صلوٰۃ غوثیہ اور صلوٰۃ اسرار ہے۔ یہ روایت ایسی صحیح اور مستند ہے کہ اس پر بڑے بڑے ائمہ محدثین نے گواہی دی ہے اور اپنی اپنی تصنیفات میں اس کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ :۔

(۱) شیخ مجدالدین شیرازی فیروزآبادی مصنف قاموس نے روض الناظرین میں (۲) شیخ محمد سعید زنجانی نے نزہۃ الخواطر میں (۳) شیخ شہاب الدین قسطلانی نے روض الزاہر میں (۴) امام عبداللہ یافعی نے خلاصۃ المفاخر میں (۷) شیخ محمد یحییٰ التتانی نے قلائد الجواہر میں (۸) شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے زبدۃ الاسرار اور زبدۃ الآثار (مختصر بہجۃ الاسرار) میں (۹) شاہ ابوالمعالی نے تحفہ قادریہ میں (۱۰) ملا علی قاری نے نزہۃ الخاطر الفاتر میں۔ ملا علی رحمۃ اللّٰہ علیہ اس وظیفہ کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔ وَقَدْ جُرِّبَ ذٰلِکَ مِرَارًا فَصَحَّ یعنی اور بتحقیق یہ وظیفہ بارہا آزمایا اور تجربہ کیا صحیح اور درست نکلا

ہمہ شیران جہاں بستہ ایں سلسلہ اند
آں سگے کیست کہ بگسلد ایں سلسلہ را

شیخ شہاب رملی انصاری کے نزدیک انبیاء و اولیاء سے مدد مانگنا جائز ہے

شیخ الاسلام شہاب رملی انصاری رحمۃ اللّٰہ علیہ ندائے غیبیہ کو خطاب حاضر کرنا جائز فرماتے ہیں چنانچہ فتاویٰ شیخ الاسلام رملی انصاری میں ہے :۔

سُئِلَ عَمَّا یَقَعُ مِنَ الْعَامَّةِ مِنْ قَوْلِهِمْ عِنْدَ الشَّدَائِدِ یَا شَیْخُ فُلَانُ وَ نَحْوُ ذٰلِکَ مِنَ الْاِسْتِغَاثَةِ بِالْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَالصَّالِحِیْنَ وَهَلْ لِلْمَشَائِخِ اِغَاثَةٌ بَعْدَ مَوْتِهِمْ اَمْ لَا۔ فَاَجَابَ بِمَا نَصُّهٗ اَنَّ الْاِسْتِغَاثَةَ بِالْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ

شیخ الاسلام شہاب رملی انصاری رحمۃ اللّٰہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ عوام الناس جو مصائب کے وقت انبیاء و مرسلین اور صالحین (اولیاء) سے فریاد کرتے ہیں یا شیخ فلاں اور مثل اس کے کلمات کہتے ہیں کیا یہ جائز ہے یا نہیں۔ اور کیا مشائخ (اولیاء) وصال کے بعد بھی مدد کرتے ہیں یا نہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ بیشک

وَالْاَوْلِیَاءِ وَالصَّالِحِیْنَ جَائِزَۃٌ وَلِلْاَنْبِیَاءِ وَالرُّسُلِ وَالْاَوْلِیَاءِ وَالصَّالِحِیْنَ اِغَاثَۃٌ بَعْدَ مَوْتِہِمْ

انبیاء و مرسلین اور اولیاء و صالحین سے مدد مانگنی جائز ہے۔ اور انبیاء و رسول اور اولیاء و صالحین موت کے بعد بھی امداد فرماتے ہیں

مُردہ کی مدد زندہ کی امداد سے زیادہ قوی ہے | شیخ احمد بن زروق رحمۃ اللہ

علیہ گفت کہ حضرت شیخ ابوالعباس حضرمی از من پرسید کہ امداد حی قوی ہست یا امداد میت۔ من گفتم قومے میگویند کہ امداد حی قوی است و من مے گویم امداد میت قوی تر است۔ پس شیخ گفت نعم، زیرا کہ او در بساطِ حق و در حضرت اوست (بہجۃ الاسرار)

شیخ احمد بن زروق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک روز شیخ ابوالعباس حضرمی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے پوچھا کہ زندہ کی مدد زیادہ قوی ہے یا مُردہ کی۔ جواب میں میں نے کہا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ زندہ کی مدد زیادہ قوی ہے مگر میں کہتا ہوں کہ مُردہ کی مدد زیادہ قوی ہے شیخ نے فرمایا کہ بیشک کیونکہ وہ اللہ تعالےٰ کے حضور میں ہے۔

انبیاء و اولیاء سے براہِ راست مدد مانگنا | توسل کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ خود انبیاء سے براہِ راست مدد و اعانت مانگی جائے اور اپنا مقصود ان سے طلب کیا جائے مثلاً:

یَا رَحْمَۃَ اللّٰہِ اِنِّیْ خَائِفٌ وَجِلٌ
اے اللہ کی رحمت میں خوفزدہ اور تشویشناک ہوں

یَا نِعْمَۃَ اللّٰہِ اِنِّیْ مُفْلِسٌ عَانٍ
اے اللہ کی نعمت میں مفلس اور تکلیف زدہ ہوں

فَکُنْ اَمَانِیْ مِنْ شَرِّ الْحَیٰوۃِ وَمِنْ
پس تم میری زندگی کی شر سے مجھے امن دلاؤ

شَرِّ الْمَمَاتِ وَمِنْ اِحْرَاقِ جُسْمَانِیْ
اور موت کے شر سے اور میرے جسم کے عذاب نار سے

یا محمد بین بے سروساماں مدد ے
قبلۂ دین مددے کعبۂ ایماں مددے

یا نبی کشتیِ اُمت بکفِ ہمت تست
اندریں ورطۂ غم صدمۂ طوفاں مددے

ما گدائیم تو سلطانِ دو عالم شدۂ
شاہِ شاہاں مددے شاہِ گدایاں مددے

عاصیم پر گناہم سخت غریبے دارم
رحم فرما زغریبے غریباں مددے

شیئاً للہ چوں گدائے مستند
المدد خواہم زشاہِ نقشبند

امداد کن امداد کن از بند و غم آزاد کن
در دین و دنیا شاد کن یا غوث اعظم دستگیر

اگر مسئول مسئول عنہ کا اختیاری ہے تو اس قسم کا توسل انبیاء و اولیاء سے بلا خلاف جائز ہے۔ کیونکہ ارواح مقدسہ مدبرات سے ہیں۔ اللہ تعالٰی کے حکم سے وہ افعال اختیاریہ کو اچھی طرح کر سکتے

ہیں چنانچہ قاضی بیضاوی۔ امام رازی۔ مجدد الف ثانی شاہ ولی اللہ اور محی الدین ابن عربی وغیرہ کا یہی مسلک ہے۔

امام بوصیری نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ندائے غائبانہ کر کے مرض فالج سے شفا پائی

منقول ہے کہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ مصنف قصیدہ بردہ راستے میں جاتے ہوئے یکایک مرض فالج میں مبتلا ہو گئے اس وقت ان کے ہمراہ نہ تو کوئی رفیق تھا اور نہ کوئی اور مددگار تھا جو ان کو منزل مقصود تک پہنچا دیتا۔ پس انہوں نے اسی حالت میں یہ قصیدہ بردہ تصنیف کیا جس کے دو شعر یہ ہیں :۔

يَا اَكْرَمَ الْخَلْقِ مَالِيْ مَنْ اَلُوْذُ بِهٖ
سِوَاكَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمِمِ
وَلَنْ يَّضِيْقَ رَسُوْلَ اللّٰهِ جَاهُكَ بِيْ
اِذَا الْكَرِيْمُ تَجَلّٰى بِاسْمِ مُنْتَقِمِ

(آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں التجا کرتے ہیں) کہ اے بزرگترین خلائق میرے لئے عام حادثہ اور مصیبت کے وقت آپ کے سوا کوئی نہیں ہے۔ جس کے ساتھ پناہ مانگوں۔ اور اے رسول آپ کی شان ہماری شفاعت کرنے سے کچھ کم نہ ہو گی۔ جس وقت اللہ تعالیٰ صفت انتقام سے ظہور فرمائیگا الغرض جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ کیا اور قصیدہ کو ختم کیا تو ان کو یک بیک نیند سی آگئی۔ خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ آپ تشریف لائے ہیں اور میری حالت کو دیکھ کر آپ نے میرے جسم پر اپنا ہاتھ مبارک پھیرا۔ جب میں بیدار ہوا تو میں نے اپنے آپ کو بالکل تندرست پایا۔ اور فالج کا نام و نشان تک نہ دیکھا۔

گم شدہ اونٹوں کی بازیافت یا غوث اعظم پکارنے سے

علامہ شیخ نور الدین شافعی رحمۃ اللہ علیہ بہجۃ الاسرار میں تحریر فرماتے ہیں کہ عبد اللہ جبائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :

میں ہمدان میں دمشق کے ایک شخص سے ملا اور وہ بشر قرظی رحمۃ اللہ علیہ سے شہر نیشا پور میں ملاقی ہوا۔ اس کے ہمراہ چودہ اونٹ شکر سے لدے ہوئے تھے۔ اس نے کہا کہ ہم نے ایک ایسے خوفناک جنگل میں جا کر رات گزاری جہاں کوئی شخص بھی خوف کے مارے ٹھیر نہیں سکتا تھا۔ غرض جب میں نے رات کے وقت اونٹوں کی پڑتال کرنی شروع کی تو چار اونٹ گم نکلے۔ میں نے ادھر ادھر ان کی بڑی تلاش و جستجو کی مگر کہیں دستیاب نہ ہوئے۔ آخر میرے ہمراہی مجھے تنہا چھوڑ کر چل دئیے۔ صرف ایک ساربان

میری خاطر پھر گیا۔ اُس نے بھی اونٹوں کے تلاش کرنے میں میری بڑی مدد کی۔ لیکن جب صبح نمودار ہوئی تو مجھے غوث پاک کا ارشاد یاد آگیا کہ آپ نے مجھے فرمایا تھا کہ اگر تو کبھی کسی مصیبت میں مبتلا ہو جائے تو مجھے یاد کرنا۔ فوراً رفع ہو جائے گی۔ میں نے اسی وقت باآواز بلند پکارا یا حضرت شیخ سید محی الدین عبد القادر جیلانی (رحمۃ اللہ علیہ) میرے اونٹ گم ہو گئے ہیں۔ اللہ کے لئے میری مدد کیجئے تھوڑی دیر کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص مشرق کی طرف ٹیلہ پر کھڑا ہے۔ جس کے کپڑے سفید براق ہیں۔ اس نے مجھے اشارے سے بلایا میں اسی وقت اُٹھ کر اس شخص کی طرف چل پڑا جب میں اس ٹیلہ پر چڑھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں نہ تو کوئی آدمی ہے اور نہ چرند پرند۔ اور وہ شخص بھی غائب تھا۔ اسی حیرانی میں میں نے اِدھر اُدھر دیکھا تو اپنے گم شدہ اونٹوں کو وہاں پایا ۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔ میں نے نہایت خوشی سے اونٹوں کو جا کر پکڑا اور ساربان کے حوالہ کیا۔ پھر ہم جلدی جلدی قدم اٹھا کر قافلے کے ساتھ جا ملے۔ قافلہ والوں نے دریافت کیا کہ اونٹ کس طرح ہاتھ آئے۔ میں نے تمام واقعہ بیان کر کے کہا کہ وہ ٹیلہ والا شخص غوث پاک تھے کہ وہ یاد کرنے پر حاضر ہو کر بتلا گئے۔ یہ واقعہ سن کر تمام قافلہ والے حضرت غوث پاک کے سلسلہ میں داخل ہو گئے۔

غوث پاک کو پکار کر ڈاکوؤں کے ہاتھ سے رہائی پانا

شیخ نور الدین شافعی رحمۃ اللہ علیہ بہجۃ الاسرار میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ شیخ ابو عمرو عثمان صریفینی اور شیخ ابو محمد عبد الحق حریمی رحمۃ اللہ علیہما سے مروی ہے کہ ہم بروز اتوار ۳ صفر ۵۹۹ھ ہجری بغداد کے مدرسہ میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے یکایک اُٹھ کر وضو کیا اور دوگانہ ادا کیا پھر بڑے زور سے نعرہ مارا اور اپنی ایک کھڑاؤں کو اٹھا کر ہوا میں پھینک دیا اور وہ ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ پھر آپ نے دوبارہ نعرہ مارا اور دوسری کھڑاؤں کو بھی ہوا میں پھینک دیا وہ بھی غائب ہو گئی۔ پھر آپ خاموش ہو کر بیٹھ گئے لیکن حاضرین میں سے کسی کو اس کے دریافت کرنے کی جرأت نہ ہوئی لیکن تئیس روز کے بعد عجم کے شہروں سے ایک قافلہ آیا اور کہنے لگا کہ ہم نے غوث پاک کو نذر دینی ہے حضرت شیخ سے اجازت مانگی کہ کیا ان سے نذر لی جائے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں لے لو۔ انہوں نے ایک سیر ریشم چند ریشمی کپڑے تھوڑا سا سونا اور شیخ کی دو کھڑائیں۔ ہم نے ان سے پوچھا کہ یہ کھڑائیں کہاں سے ملیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم اتوار کے روز ۳ صفر کو جا رہے تھے کہ راستہ میں ہم پر عربیوں کے بدوؤں نے حملہ کر دیا۔ انہوں نے ہمارا تمام مال و اسباب لوٹ لیا اور ہم میں سے بعض کو مار ڈالا اور بعض کو زخمی کیا۔ پھر وہ جنگل کی طرف بھاگ گئے

ہم بھی ان کے پیچھے ہو گئے۔ وہ ایک جگہ ٹھیر کر وہ مال و اسباب آپس میں تقسیم کرنے لگے۔ یکایک ہمارے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر اس وقت ہم غوث پاک سے فریاد کریں اور اُن سے مدد مانگیں تو ہماری مشکل آسان ہو جائے گی اور مال کے مل جانے پر کچھ حصہ نذر دیا جائے گا۔ غرض ہم نے با آواز بلند پکارنا شروع کیا۔ یا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی المدد تھوڑی دیر کے بعد ایسی خوفناک آواز آئی۔ کہ تمام لوگ کانپ اُٹھے۔ ہم نے خیال کیا کہ شاید لٹیروں پر اور زبردست ڈاکو حملہ آور ہو گئے ہیں۔ ابھی ہم یہ خیال کر رہے تھے کہ چند آدمی دوڑتے ہوئے ہمارے پاس آکر کہنے لگے کہ چل کر اپنا تمام مال و اسباب گن کر لے لو اور جو مصیبت ہم پر نازل ہوئی ہے اس کو اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کرو۔ چنانچہ ہم ان کے ساتھ چل کر وہاں پہنچے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ اُن لٹیروں کے دو سردار مرے پڑے ہیں اور ان دونوں کے پاس ایک ایک کھڑاؤں پڑی ہوئی ہے۔ غرض انہوں نے ہمارا تمام مال و اسباب دے کر کہا کہ یہ کوئی راز ہے جس کو ہم نہیں سمجھ سکے۔ ہم نے اس راز کا انکشاف کیا۔ جب لٹیروں نے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کرامت دیکھی تو سب کے سب تائب ہو کر غوث پاک کی خدمت مبارک میں پہنچ کر بیعت مسنونہ سے مشرف یاب ہوئے اور تھوڑے ہی عرصے میں حضرت کی توجہ سے سب کے سب ولی اللہ ہو گئے۔

دستِ پیر از غائباں کوتاہ نیست
دستِ او جز قبضۂ اللہ نیست

التماس

لو خبر میری خدارا غوثِ اعظم دستگیر
پھر رہا ہوں بے سہارا غوثِ اعظم دستگیر

ہو رہے ہیں ہم غریقِ بحرِ عصیاں المدد
ہاتھ پکڑو اب ہمارا غوثِ اعظم دستگیر

چھوڑ کر جاؤں کدھر میں آپ کو فرمائیے
ہے کہاں تم سا سہارا غوثِ اعظم دستگیر

کس کے در جاؤں پکاروں کس کو اے فریاد رس
کون ہے تم بن ہمارا غوثِ اعظم دستگیر

آتشِ دوزخ جلا دیگی مجھے کیا تاب ہے
نام لیوا ہوں تمہارا غوثِ اعظم دستگیر

کون ہے جز آپ کے دیگر مرا حاجت روا
دو مجھے اپنا سہارا غوثِ اعظم دستگیر

قبر میں پرسش کریں گے جب فرشتے آن کر
نام کہہ دوں گا تمہارا غوثِ اعظم دستگیر

پار اس کا ہو گیا بیڑا بحکمِ ذوالجلال
آپ کو جس نے پکارا غوثِ اعظم دستگیر

ہوتی رہے ان کی تسلی دستگیر بیکساں
رات دن پڑھتے ہیں جو یا غوثِ اعظم دستگیر

حضرت نجم الدین کا امام رازی کو غائبانہ امداد دینا

ایک روز حضرت نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ حسب معمول وضو کر رہے تھے اور آپ کا ایک مرید پانی ڈال رہا تھا کہ یکایک آپ بے خیال ہو گئے حتیٰ کہ ایک ہاتھ کے دھونے میں تین لوٹے پانی صرف ہو گیا۔ اس اثنا میں آپ نے ایک چلو پانی مغرب کی طرف پھینکا اور کہا کہ کیوں نہیں کہتے ہم بغیر دلیل کے خدا کو واحد مانتے ہیں۔ کیونکہ خدا بدیہات میں سے ہے اور بدیہی کے لئے دلیل کی ضرورت نہیں ہوا کرتی ع

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

یہ کلمات سن کر آپ کا مرید اور بھی متعجب ہوا۔ پس جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو مرید نے موقع پا کر آپ سے عرض کیا۔ آج کیا بات تھی۔ آپ نے صرف ایک ہاتھ دھونے میں تین لوٹے خرچ کر دیئے حالانکہ تمام وضو کے لئے صرف ایک لوٹا خرچ ہوا کرتا تھا۔ اور نیز آپ نے غیر معمولی ایک چلو پانی مغرب کی طرف پھینکا۔ آپ نے فرمایا کہ بات یہ ہے کہ امام فخر الدین رازی نزع کی حالت میں ہیں اور شیطان ان کو تنگ کر رکھا ہے وہ ان سے سوال کرتا ہے کہ خدا کی ہستی کی دلیل کیا ہے۔ آپ نے یکے بعد دیگرے ایک سو ساٹھ دلیلیں پیش کیں وہ سب کو رد کرتا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ ایک دلیل باقی رہ گئی۔ قریب تھا کہ وہ لاجواب ہو کر کافر ہو جاتے۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر میں نے ایک چلو پانی ان کے سینہ کی طرف پھینک کر کہا کہ تم یہ کہو کہ میں بے دلیل خدا کو مانتا ہوں۔ چنانچہ اسی وقت انہوں نے شیطان کو یہی جواب دیا۔ وہ یہ سن کر بھاگ گیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ صرف ایک روز کے لئے امام صاحب میری ملاقات کے لئے آئے تھے ؎

یک زمانہ صحبت با اولیا   بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

چند قصائد واشعار بمضمونِ ندا غائبانہ

ذیل میں ہم چند قصائد واشعار اکابر امت کے لکھے ہوئے نقل کرتے ہیں۔ جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غائبانہ استغاثہ واستمداد کی گئی ہے۔ یہ کلام ان لوگوں پر حجت ہے جو ندائے غائبانہ کو شرک ٹھیراتے ہیں۔

۱۔ قصیدہ

از شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بنام قصیدۂ اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم

تَطَلَّبْتُ هَلْ مِنْ نَاصِرٍ أَوْ مُسَاعِدٍ   أَلُوذُ بِهٖ مِنْ خَوْفِ سُوْءِ الْعَوَاقِبِ

میں نے تلاش کی کہ کیا کوئی مددگار یا دستگیر ہے
فَلَسْتُ أَرٰی إِلَّا الْحَبِیْبَ مُحَمَّدًا
تو مجھے کوئی نظر نہ آیا مگر پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
وَمُعْتَصَمَ الْمَکْرُوْبِ فِیْ کُلِّ غَمْرَۃٍ
اور مصیبت زدہ کا سہارا ہیں ہر مشکل میں
مَلَاذُ عِبَادِ اللّٰہِ مَلْجَأُ خَوْفِھِمْ
آپ اللہ کے بندوں کیلئے جائے پناہ ہیں اور انکے خوف میں جائے رجوع
وَأَحْسَنُ خَلْقِ اللّٰہِ خَلْقًا وَخِلْقَۃً
اور اللہ کی ساری مخلوق سے خلق اور پیدائش میں اچھے ہیں
وَصَلّٰی عَلَیْکَ اللّٰہُ یَا خَیْرَ خَلْقِہٖ
اور اے اللہ کی مخلوق میں سب سے اچھے آپ پر اللہ کی رحمت ہو
وَیَا خَیْرَ مَنْ یُرْجٰی لِکَشْفِ رَزِیَّۃٍ
اور اے ان لوگوں سے اچھے جن سے مصیبت دفع کرنے کی امید کیجاتی ہے
وَإِنَّکَ أَعْلَی الْمُرْسَلِیْنَ مَکَانَۃً
اور بے شک آپ تمام پیغمبروں سے درجہ میں بڑھ کر ہیں
فَأَنْتَ شَفِیْعٌ یَوْمَ لَا ذُوْ شَفَاعَۃٍ
اور آپ شفیع ہیں جس روز کوئی شفاعت والا
وَأَنْتَ مُجِیْرِیْ مِنْ هُجُوْمِ مُلِمَّۃٍ
اور آپ مجھے پناہ دینے والے ہیں حادثہ کے ہجوم کے
فَمَا أَنَا أَخْشٰی أَزْمَۃً مُدْلَھِمَّۃً
پس میں نہ کسی تاریک قحط سے ڈرتا ہوں

جس میں انجام امور کی خرابی سے پناہ لوں
رَسُوْلُ إِلٰہِ الْخَلْقِ جَمُّ الْمَنَاقِبِ
جو مخلوق کے الٰہ کے رسول ہیں اور بڑی صفات والے ہیں
وَمُبْتَغَی الْغُفْرَانِ مِنْ کُلِّ تَائِبِ
اور ہر تائب کے لئے مغفرت تلاش کرنے کی جگہ ہیں
إِذَا جَاءَ یَوْمٌ فِیْہِ شَیْبُ الذَّوَائِبِ
جب وہ دن آئیگا جس میں سر کے بال سفید پڑ جائیں
وَأَنْفَعُھُمْ لِلنَّاسِ عِنْدَ النَّوَائِبِ
اور سب سے بڑھ کر لوگوں کیلئے مصائب میں نفع رساں ہیں
وَیَا خَیْرَ مَأْمُوْلٍ وَیَا خَیْرَ وَاھِبِ
اور اے ان لوگوں سے اچھے جن سے امید کی جاتی ہے اور اس سے اچھے عطا کرنیوالے
وَمَنْ جُوْدُہٗ قَدْ فَاقَ جُوْدَ السَّحَائِبِ
اور وہ کہ جنکی بخشش بادلوں کی بارش سے بڑھ کر ہے
وَأَنْتَ لَھُمْ شَمْسٌ وَھُمْ کَالثَّوَاقِبِ
اور آپ ان کیلئے آفتاب ہیں وہ ٹوٹنے والے تاروں کی مثل ہیں
بِمُغْنٍ کَمَا أَثْنٰی سَوَادُ بْنُ قَارِبِ
کام نہ ہوگا جیسے کہ سواد بن قارب نے تعریف کی ہے
إِذَا نَشِبَتْ فِی الْقَلْبِ شَرُّ الْمَخَالِبِ
جب اس نے دل میں سخت پنجے گڑھے ہوئے ہوں
وَمَا أَنَا مِنْ رَیْبِ الزَّمَانِ بِرَاھِبِ
اور نہ میں زمانہ کی گردش سے خائف ہوں

فَإِنِّیْ مِنْکُمْ فِیْ قِلَاعٍ حَصِیْنَۃٍ
کیونکہ میں آپ کی بدولت مضبوط قلعوں میں پناہ گیر ہوں
وَحِرْزٍ حَرِیْزٍ مِنْ سُیُوْفِ الْمُحَارِبِ
اور بنجو (?) رکھنا لڑنے والوں کی تلواروں کی تیز دھار دل میں

(۲) از مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی مخمس بر قصیدہ شاہ ولی اللہ صاحب رح۔

تَقَضّٰى شَبَابُ الْعُمْرِ فِيْ غَفْلَتِيْ سُدًى
زندگی کا شباب میری غفلت میں رائگاں تلف ہو گیا

وَمَا زِلْتُ فِيْ قَيْدِ الْمَعَاصِيْ مُقَيَّدًا
اور میں ہمیشہ گناہوں کی قید میں گرفتار رہا

وَلَمْ اَدَّخِرْ لِلذَّنْبِ عُذْرًا مُمَهَّدًا
اور میں نے گناہ کے لئے کوئی باقاعدہ عذر نہ تیار کیا

فَلَسْتُ اَرٰى اِلَّا الْحَبِيْبَ مُحَمَّدًا
پس میں کسی کو مددگار نہیں دیکھتا مگر پیارے محمد کو

رَسُوْلَ اِلٰهِ الْخَلْقِ جَمَّ الْمَنَاقِبِ
جو خداوند مخلوقات کے پیغمبر ہیں بڑی صفات والے ہیں۔

مَدَارُ وُجُوْدِ الْكَوْنِ فِيْ كُلِّ لَحْظَةٍ
آپ ہر وقت وجود کائنات کے مدار ہیں

وَمِفْتَاحُ بَابِ الْجُوْدِ فِيْ كُلِّ عُسْرَةٍ
ہر تنگی میں بخشش کے دروازے کی کلید ہیں

وَمُعْتَمَدُ الْمَلْهُوْفِ فِيْ كُلِّ شِدَّةٍ
اور ہر سختی میں مغموم کا سہارا ہیں

وَمُعْتَصَمُ الْمَكْرُوْبِ فِيْ كُلِّ غَمْرَةٍ
اور ہر مشکل میں مصیبت زدہ کا سہارا ہیں

وَمُنْتَجَعُ الْغُفْرَانِ مِنْ كُلِّ تَائِبٍ
اور ہر توبہ کرنے والے کے لئے بخشش تلاش کرنے کی جگہ ہیں

وَمَقْصَدُ اَهْلِ اللّٰهِ كَعْبَةُ طَوْفِهِمْ
اور اہل اللہ کا مقصد ہیں۔ ان کے طواف کا کعبہ ہیں

وَمُسْتَنْجِحُهُمْ مِنْ بِرِّهٖ كُلَّ حَاجِهِمْ
اور اپنے احسانات سے انکو ہر تنگی کے وقت پورا کر دینے والے ہیں

اِلَيْهِ اَشَارُوْا فِيْ عَسَاهُمْ وَسَوْفِهِمْ
لوگ اپنی امید اور توقع میں انہی کی طرف اشارہ کرتے ہیں

مَلَاذُ عِبَادِ اللّٰهِ مَلْجَا خَوْفِهِمْ
آپ بندگان خدا کی جائے پناہ ہیں اور ان کے خوف میں جائے رجوع

اِذَا جَاءَ يَوْمٌ فِيْهِ شَيْبُ الذَّوَائِبِ
جب وہ دن آئے گا جس میں بال سفید پڑ جاتے ہیں

اِلَيْكَ تَمُدُّ الْعَيْنُ حِيْنَ ضَرَاعَةٍ
عاجزی کے وقت میں آپ ہی کی طرف آنکھ اٹھتی ہے

وَفِيْكَ تَفِرُّ الْخَلْقُ مِنْ هَوْلِ سَاعَةٍ
اور قیامت کے خوف سے مخلوق آپ ہی کی طرف دوڑتی ہے

وَيَرْجُوْ نَدَاكَ الْعَفْوَ كُلُّ جَمَاعَةٍ
اور ہر جماعت آپ ہی کی وسیع بخشش کی امیدوار ہے

وَاَنْتَ شَفِيْعٌ يَوْمَ لَا ذُوْ شَفَاعَةٍ
اور آپ شفاعت کرنے والے ہیں اس روز جب کوئی شفاعت کرنیوالا نہ

بِمُغْنٍ كَمَا اَثْنٰى سَوَادُ بْنُ قَارِبٍ
کافی نہیں جیسے سواد بن قارب نے تعریف کی ہے

بُلِيتُ بِأَحْزَانٍ تَطُولُ مُعِمَّةٍ ۔ وَفَاتْرَةِ عَزْمٍ فِي أُمُورٍ مُهِمَّةٍ

میں غموں میں مبتلا ہوں جو لمبے ہیں وسیع ہیں ۔ اور ارادے کی سستی میں جو اہم امور سے متعلق ہیں

فَأَنْتَ الَّذِي أَرْجُوهُ فِي كَشْفِ غُمَّةٍ ۔ وَأَنْتَ مُجِيرِي مِنْ هُجُومِ مُلِمَّةٍ

پس آپ ہی ہیں جن سے دفع غم کی امید رکھتا ہوں ۔ اور آپ حادثہ کے ہجوم سے مجھے پناہ دینے والے ہیں

إِذَا أَنْشَبَتْ فِي الْقَلْبِ شَرَّ الْمَخَالِبِ

جب وہ قلب میں سخت پنجے گاڑ دے

وَإِنْ كُنْتُ لَا أَرْعَى عُهُودًا وَذِمَّةً ۔ وَلَا آمِنَ الشَّيْطَانِ شَرًّا وَلَمَّةً

اور اگرچہ میں عہد و پیمان کو نباہ نہیں سکتا ۔ اور شیطان کی برائی اور وسوسہ سے امن میں ہوں

فَمَا زِلْتُ أَرْجُو مِنْ جَنَابِكَ هِمَّةً ۔ فَمَا أَنَا أَخْشَى أَزْمَةً مُدْلَهِمَّةً

تاہم میں ہمیشہ حضور سے توجہ (و دعا) کا امیدوار ہوں ۔ پس میں نہ کسی تاریک قحط سے ڈرتا ہوں

وَلَا أَنَا مِنْ رَيْبِ الزَّمَانِ بِرَاهِبٍ

اور نہ زمانہ کی گردش ۔ سے خائف ہوں

فَلَوْ قَطَّعُونِي كُلَّ عِرْقٍ وَلِيتَةٍ ۔ وَثَارَتْ وَسْطَ الْبَحْرِ غَرْقَ سَفِينَةٍ

پس اگر میری رگ رگ اور بوٹی بوٹی کاٹ ڈالی جائے ۔ اور منجدھار میں یوں کشتی ڈوبنے لگے

فَمَا زِلْتُ خَوْفًا عَنْ مَقَامِ سَكِينَةٍ ۔ فَإِنِّي مَكِينٌ فِي قِلَاعٍ حَصِينَةٍ

تو بھی میں اطمینان کے مقام سے سرکنے والا نہیں ۔ کیونکہ میں آپ کی بدولت مضبوط قلعوں میں پناہ گیر ہوں

وَحَيٍّ حَدِيدٍ مِنْ سُيُوفِ الْمَحَارِبِ

اور اس محافظ خنجر کی تلواروں کی تیز دھاروں میں

(۳) شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ ہمزہ میں تحریر فرماتے ہیں:

وَآخِرُ مَا لِمَادِحِهِ إِذَا مَا ۔ أَحَسَّ الْعَجْزَ عَنْ كُنْهِ الثَّنَاءِ

اور آپ کا مدح سرا جب حقیقت مدح سے (اپنا) ۔ عجز محسوس کرے تو اس کا آخری جملہ یہ ہے کہ

يُنَادِي ضَارِعًا بِخُضُوعِ قَلْبٍ ۔ وَذُلٍّ وَابْتِهَالٍ وَالْتِجَاءِ

نہایت اشتیاق ہو کر خضوع دل سے ۔ اور خاکساری و زاری اور التجا کے ساتھ ندا کرے

رَسُولَ اللهِ يَا خَيْرَ الْبَرَايَا ۔ نَوَالَكَ أَبْتَغِي يَوْمَ الْقَضَاءِ

رسول اللہ کو کہ اے مخلوق سے افضل ۔ میں قیامت کے روز آپ کی بخشش کا خواہاں ہوں

إذا ما حلّ خطبٌ مدلهمٌ ۔ فأنت الحصن من كل البلاءِ

جب کوئی تاریک حادثہ آ پڑے ۔ تو ہر بلا سے آپ ہی دامن کا قلعہ ہیں

إليك توجهي وبك استنادي ۔ وفيك مطامعي وبك افتخاري

آپ ہی کی طرف میری توجہ اور سہارا ہے ۔ اور آپ ہی سے میری امید وابستہ اور آپ ہی سے مجھے تقویت ہے

(۴) شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ میں دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں ؎

فأغثنا يا من هو الغوث والغيث ۔ إذا أحرجت الورى اللأواءُ

پس فریاد رسی کیجئے ہماری اے وہ جو فریادرس اور باران رحمت ہیں ۔ جب تنگ کر دیا خلق کو سختی نے

والجواد الذي به تفرج الغمة ۔ عنا وتكشف الحوباءُ

اور وہ جوانمرد ہیں جن کے ہاتھوں دور ہوتا ہے ۔ غم ہم سے اور کھل جاتا ہے قلب

(۵) ابو یحییٰ صرصری رحمۃ اللہ علیہ جو اقران مجد الدین جد تقی الدین بن تیمیہ سے تھے اور جن کو ابن تیمیہ نے کتاب انتصار میں لکھا ہے۔ الفقيه الصالح صاحب الشعر المشهور یعنی وہ ایک نیک حنفیہ شاعر ہیں جن کے شعر مشہور ہیں۔ اور ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات میں لکھا ہے۔ کہ مدائحه سائرة وكان حسان وقته۔ یعنی ان کے نعتیہ قصائد مشہور ہیں اور اپنے زمانے کے حسان ہیں :۔

ألا يا رسول الله أنت وسيلتي ۔ إلى الله إن ضاقت بأزمت حيلتي

ہاں یا رسول اللہ آپ میرے وسیلہ ہیں ۔ اللہ کی طرف۔ اگر میرے مقصد کی طرف میرا حیلہ قاصر ہے

وأنت نصيري في خطوبٍ تتابعت ۔ عليّ وذخري عند فقري وعيلتي

اور آپ میرے مددگار ہیں حوادث میں جو لگاتار آئیں ۔ مجھ پر اور میرے کام آنے والے ہیں میری محتاجی و تنگدستی میں

ایک قصیدہ میں فرماتے ہیں ؎

يا سيدي يا رسول الله يا سندي ۔ في كل خطبٍ ثقيلٍ موجعٍ ألمِ

اے میرے آقا اے اللہ کے رسول اے میرے سہارا ۔ ہر بھاری حادثہ اور دردناک تکلیف رساں میں

فاستغفر الله لي يا من إذا نزلت ۔ بي شدةٌ أنجو فيه من النقمِ

پس میرے لئے اللہ سے بخشش مانگو جب مجھ پر ۔ سختی نازل ہوئی تاکہ میں عتاب سے چھوٹ جاؤں

(۳۱) وظیفہ یا شیخ عبد القادر شیئاً للہ کے جواز کی تحقیق

بعض لوگ وظیفہ یا شیخ سید عبد القادر شیئاً للہ کا پڑھنا کفر و شرک کہتے ہیں۔ حالانکہ تمام محققین صوفی مشرب علما و صلحا اس وظیفہ کو مصائب و تکالیف اور قضائے حاجات کے واسطے پڑھنا اکسیر فرماتے ہیں۔ حقیقت میں اگر عقل سلیم سے غور کیا جائے تو پھر شرک کا احتمال جاتا رہتا ہے۔

یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ کے لغوی معنی یا شیخ یعنی اے بزرگ عبد القادر یعنی بندۂ قادر۔ جیلانی یعنی جیلان (گیلان) کے رہنے والے، شیئاً للہ یعنی کوئی چیز خدا کے واسطے یعنی فی سبیل اللہ اور اگراً للہ دیجئے۔ مطلب یہ ہوا کہ یا شیخ عبد القادر جیلانی فی سبیل اللہ کوئی چیز عطا فرمائیے۔

خود منکرین شیئاً کہنے کے مرتکب ہیں منکرین کو بھی منبروں اور پلیٹ فارموں پہ یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ اس درویش اور فقیر کو للہ روٹی دو، کپڑا دو۔ کرایہ دو۔ فلاں مولوی صاحب کی امداد کرو۔ علیٰ ہذا انجمنیں بھی یہی کہتی ہیں کہ یتیموں کی للہ امداد کرو۔ طالب علموں کی مدد کرو۔ غرضکہ ہر قوم اور ہر فرقہ شیئاً للہ کہتا ہے مگر فرق صرف یہ ہے کہ بعض لوگ فارسی۔ اردو، پنجابی اور عربی میں کہتے ہیں لیکن مطلب سب کا ایک ہی ہے۔ حالانکہ شرک نہ عربی میں ہے۔ نہ فارسی میں۔ نہ اردو میں اور نہ پنجابی وغیرہ میں۔

رفع اشتباہ غرض شیئاً للہ کہنے میں کسی طرح کا بھی گناہ نہیں ہے کیونکہ اس کا پڑھنے والا نہ تو حضرت غوث پاک کو خدا سمجھتا ہے اور نہ خدا کا بیٹا نہ خدا کا شریک۔ نہ مختار ذاتی۔ نہ متصرف کلی و جزئی۔ بلکہ ہر وقت عبد القادر یعنی اللہ کا بندہ جانتا ہے۔ اور سوال بھی بلفظ للہ پیش کرتا ہے اور آپ کا دور سے سننا بھی باذن اللہ جانتا ہے۔ اگر آپ امداد فرمائیں تو اس امداد کی توفیق بھی اللہ کی طرف سے خیال کرتا ہے۔ پھر بھلا عقل سلیم والا اس وظیفہ کو کس طرح شرک کہہ سکتا ہے۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں ؎

آب خواہ از جو بجو خواہ از سبو
پانی خواہ نہر سے لو یا گھڑے سے (یکساں ہے)

کاں سبو را ہم مدد باشد ز جو
کیونکہ گھڑے کو بھی نہر ہی سے (پانی کی) مدد ملتی ہے

نور خواہ از مہ طلب خواہی ز خور
روشنی خواہ چاند سے حاصل کر یا سورج سے (برابر ہے کیونکہ)

نور مہ ہم ز آفتاب است اے پسر
اے عزیز چاند کا نور بھی سورج سے ہے

علامہ خیر الدین رملی کا فتویٰ در بارہ جواز یا شیخ عبد القادر الخ علامہ خیر الدین رملی رحمۃ اللہ علیہ جو علامہ علاء الدین

حصکفی، مصنف درمختار کے استاد ہیں۔ وظیفہ یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ کو جائز فرماتے ہیں۔

چنانچہ فتاویٰ خیریہ میں ہے،

(سئل) فی دمشق عن الشیخ الصمادی فیما اعتادہ السادۃ الصوفیۃ من حلق الذکر والجھریۃ فی المساجد من الجماعۃ وبرثوا ذالک من ابائھم واجدادھم والصمادیۃ عن ذوی المعارف الالھیۃ کالقادریۃ والسعدیۃ ویقولون یا شیخ عبد القادر یا شیخ احمد الرفاعی شیئاً للہ ونحو ذالک ویحصل لھم فی اثناء الذکر وجد عظیم ہ

(اجاب) بعد ما ذکر ان حقیقۃ ما علیہ الصوفیۃ لا ینکرھا الا کل نفس جاھلۃ غلیۃ و بعد ما ذکر جواز حلق الذکر والجھر بہ وانشاد القصائد والاشعار فی المسجد بما صورتہ واما قولھم یا شیخ عبد القادر فھو نداء و اذا اضیف الیہ شیئاً للہ فھو طلب شیء اکراماً للہ فھو جائز ولا یجوز الاعتراض بقول من انکرہ او نقدہ من الوھابیۃ نظراً

دمشق میں شیخ خیر الدین رملی سے شیخ ابراہیم صمادی کی طرف سے سوال کیا گیا دربارہ عادات صوفیہ کے کہ حلقہ میں وہ ذکر وجہر مساجد میں کرتے ہیں جیسا کہ انہوں نے اپنے آباء واجداد سے ورثہ میں پایا ہے اور اشغال صوفیہ جو اہلِ معارف الٰہیہ مثلاً قادریہ وسعدیہ سے انہوں نے لئے ہیں پڑھتے ہیں اور وہ یا شیخ عبد القادر، یا شیخ احمد رفاعی شیئاً للہ وغیرہ کہتے ہیں اور اثنائے ذکر میں ان کو وجد عظیم ہوتا ہے۔

جواب۔ شیخ خیر الدین رملی رحمۃ اللہ علیہ نے اس ذکر کے بعد کہ صوفیہ کے دستور العمل اور مشرب کا انکار وہی شخص کرتا ہے جس کا نفس جاہل وغبی ہے اور اس ذکر کے بعد کہ ذکر وجہریہ کے حلقے اور قصائد واشعار کا پڑھنا مسجد میں جائز ہے۔ جواب دیا جس کی صورت یہ ہے کہ ان لوگوں کا یا شیخ عبد القادر کہنا محض ندا ہے اور جب اس ندا کے ساتھ شیئاً للہ لگایا جائے تو اس کا مطلب کسی چیز کا لوجہ اللہ طلب کرنا ہے اور یہ جائز اور درست ہے اور اس شخص کے قول سے دھوکا کھانا درست نہیں جو اس کا انکار کرتا ہے۔ یا اس کو وہابیئیہ سے نقل کرتا ہے

إلى أن معناه أعطِ اللهَ شيئاً و
هذا المعنى لا يجوز قطعاً وعلى
هذا نقل صاحب الدر المختار
غير جوازه والحال أنه لا يختلج
ببال أحد من المسلمين أن الله
فقير أعطه شيئاً (نعوذ بالله من
ذالك) بل معناه الصحيح لتلك
الكلمة أعطني شيئاً لوجه الله
أو إكراماً لله وهذا جائز و
صحيح ونظيره في القرآن معمول
وموجود فأن لله خمسه وللرسول
وقد رده يعني صاحب الدر
المختار في هذا القول جم كثير
من الفقهاء منهم خير الدين
الرملي أستاذه في الفتاوى
الخيرية من هامش الفتاوى
الحامدية في الجزء الثاني
مطبوعة مصر صفحه ۲۸۲ وفي
رد المحتار للعلامة الشامي في الجزء
الثالث أن يقول أردت أن أطلب
شيئاً لكن إكراماً لله تعالى أن القصد
المعنى الصحيح فأنه لا بأس به
هكذا في طوالع الأنوار شرح
الدر المختار للشيخ محمد عابد
السندي ثم المدني وفي الطحطاوي على الدر المختار

اس خیال سے اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ کو
کچھ دو، حالانکہ یہ معنی قطعاً درست نہیں اسی لئے
اس کلمہ کا عدم جواز صاحب درمختار نے نقل
کرلیا۔ حالانکہ کسی مسلمان کے دل میں ایسے معنی
نہیں گزرتے کہ اللہ محتاج ہے اس کو کچھ دو ا
(نعوذ باللہ من ذالک) بلکہ اس کلمہ کے صحیح
معنی یہ ہیں کہ مجھ کو کوئی چیز برائے خدا
یا باکرام خدا عطا کرو۔ اور یہ معنی حق ہیں
اور جائز ہیں اور اس کی نظیر قرآن مجید میں بھی
پائی جاتی ہے۔ مثلاً فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ
وَلِلرَّسُوْلِ (سورہ انفال رکوع ۵) بیشک
مال غنیمت کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے
رسول کے لئے ہے۔ اور صاحب درمختار
کی اکثر فقہا مثلاً علامہ خیر الدین رملی۔ علامہ
شامی۔ محمد عابد سندھی اور طحطاوی وغیرہ
نے معنی اول کے سمجھنے میں تردید کی ہے۔
چنانچہ فتاوی حامدیہ (خیریہ) جلد دوم صفحہ
۲۸۲ اور رد المحتار شرح در المختار جلد
سوم میں ہے کہ کسی چیز کا اکراماً للہ طلب کرنا
صحیح ہے اور اس میں کسی قسم کا خوف نہیں ہے
اسی طرح طوالع الانوار شرح درمختار شیخ محمد
عابد سندھی ثم المدنی اور طحطاوی شرح درمختار
میں ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے نزدیک وظیفہ
یا شیخ عبد القادر جیلانی کا جواز

کتاب دعوت الحق میں لکھا ہے:۔

هٰذَا مَا حَقَّقَهُ الشَّيْخُ عَبْدُ الْحَقِّ الْمُحَدِّثُ الدِّهْلَوِيُّ فِي كِتَابِهِ الْمُسَمّٰى بِتَوْصِيْلِ الْمُرِيْدِ الْمَشْهُوْرِ بِدَعْوَةِ الْحَقِّ فِي اخْتِتَامِ شَبْرِ الْأَسْمَاءِ الْإِلٰهِيَّةِ وَ بِمَا يَتَحَفَّظُ وَ يَسْتَعْصِمُ وَ يَتَمَسَّكُ هٰذَا الْعَبْدُ فِي قِرَاءَةِ هٰذِهِ الْأَحْزَابِ اَنْ يَّقْرَأَ عِنْدَ اَوَّلِ كُلِّ شَبْرٍ هٰذِهِ الصِّيْغَةَ مِنَ الصَّلٰوةِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تُنْجِيْنَا بِهَا مِنْ جَمِيْعِ الْأَهْوَالِ وَ الْآفَاتِ اِلَخ وَ يَسْتَحْضِرُ جَمَالَ الْحَضْرَةِ النَّبَوِيَّةِ وَ يَلْتَجِيْ اِلَيْهَا وَ كَمَالَ الْحَضْرَةِ الْاِلٰهِيَّةِ وَ يَسْتَعِيْنُ بِهَا مِنْ جَمِيْعِ الْآفَاتِ ثُمَّ يَقُوْلُ هٰذِهِ الْكَلِمَةَ عَشْرَ مَرَّاتٍ مُتَصَاعِدًا يَا شَيْخ عَبْدَ الْقَادِرِ شَيْئًا لِلّٰهِ ثُمَّ يَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ثُمَّ يَشْرَعُ وَ يَقُوْلُ بَعْدَ تَمَامِ كُلِّ شَبْرٍ اٰمِيْن

یہ وہ وظیفہ ہے۔ جس کی تصدیق شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی کتاب کے توصیل المرید الی المراد مشہور بہ دعوة الحق میں اسماء الٰہیہ کے شبر کے شروع میں جس چیز کے ساتھ حفاظت چاہتا اور امن طلب کرتا اور سہارا پکڑتا ہے وہ درود شریف کا یہ صیغہ ہے کہ اللّٰھم صل علیٰ سیدنا محمدا صلوۃ تنجینا من جمیع الاحوال و الآفات الخ اور اس وقت حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا جمال حاضر فی الذہن کرکے اور اس کی پناہ چاہے اور جناب الٰہی کا کمال مستحضر کرے اور اس کی پناہ لے تمام آفات سے پھر یہ کلمہ دس یا زیادہ مرتبہ کہے کہ یا شیخ عبدالقادر شیئاً للّٰہ پڑھے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پھر شروع کرے اور ہر شبر کے خاتمہ پر کہے آمین اللّٰھم صل علیٰ محمد و آلہ و صحبہ وسلم تین مرتبہ کہے۔
یا شیخ عبد القادر شیئاً للّٰہ تین مرتبہ پھر کہا ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پھر دوسرا شبر شروع کیا اور یہ اسی حزب کا اعتصام ہے۔

اللّٰهم صل علی محمد و آله و صحبه و سلم ثلثا یا شیخ عبد القادر شیئاً لله ثلثاً

تیرے نزدیک اللہ سبحانہ کا الہام ہے اور اور اللہ حافظ ہے۔

ثم یقول بسم الله الرحمٰن الرحیم ثم یشرع فی شیٔ آخر وهذا اختتام هذا الحزب عندی بالهام الله سبحانه والله الحفیظ

وظیفہ یاگیلانی شیئاً للّٰہ

قال الشیخ المحقق عبد الحق المحدث الدهلوی البخاری رحمة الله فی کتاب دعوة الحق وعبارته اقول بعد تمام هذا الدعاء یا شیخ عبد القادر الجیلی الحسنی الحسینی شیئا لله ثلثا او فصاعدا"

وحضرت شیخ عبدالحق دهلوی در رساله ضرب الاقدام می نویسند" چوں فقیر در سفر حرمین الشریفین در کشتی بودم که اکثر اهل آں کشتی جدید و اشتن لنگر کشتی یاد نام حضرت غوث الاعظم رضی الله عنه میکردند فقیری را شنیدم که باین کلمات مشغول بود یا گیلانی شیئا لله یا جیلانی شیئا لله ...... یا شیخ عبد القادر شیئاً لله و حضرت شاه ابو المعالی قادری لاهوری که عالم و فاضل صوفی کامل عالم عامل در وقت خود بی نظیر بودند داد محبت و عشق حضرت سید الاولیا رضی الله عنه دادند مریدان و تلمیذان

شیخ المحقق عبدالحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ کتاب دعوت الحق میں فرماتے ہیں اور ان کی عبارت یہ ہے :۔ اس دعاء کا خاتمہ پر میں کہتا ہوں' "یا شیخ عبد القادر الجیلی الحسنی الحسینی شیئاً للہ تین مرتبہ یا اس سے زیادہ اور شیخ ممدوح اپنے رسالہ ضرب الاقدام میں لکھتے ہیں۔ کہ جب فقیر حرمین شریفین کے سفر میں کشتی میں بیٹھا تھا۔ تو اس کشتی کے اکثر مسافر کشتی کا لنگر اٹھانے میں حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کا نام یاد کرتے تھے ایک فقیر کو میں نے سنا جو ان کلمات میں مشغول تھا۔ یا گیلانی شیئاً للہ یا جیلانی شیئاً للہ یا شیخ عبد القادر شیئاً للہ اور حضرت شاہ ابو المعالی قادری لاہوری جو عالم و فاضل صوفی کامل اور عالم عامل اپنے وقت میں لاثانی تھے اور حضرت سید الاولیا رضی اللہ عنہ کے عشق و محبت کی داد دیتے تھے اپنے مریدوں اور شاگردوں کو یا شیخ عبد القادر شیئاً للہ ہزار بار پڑھنے کی وصیت دیا کرتے

نحو را بخوانند یا شیخ عبد القادر شیئاً للہ ہزار بار وصیت میفرمودند۔

شیخ شہاب الدین شعرانی رح کا قول

حضرت شیخ شہاب الدین شعرانی تلمیذ بلا واسطہ مولانا شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہما کہ محدث و فقیہہ بود در طبقات در ذکر سید احمد بدوی می آرد کہ عارف اہل مصر وغیرہ ہمیں بود کہ سید احمد شیئاً للہ و در رسالہ حصامیہ کہ تصنیف خلف الصدق خواجہ باقی باللہ قدس سرہ در مناقب حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ می نویسند کہ زیادہ ازیں چہ منقبت ایشاں خواہد بود کہ عوام و خواص حرمین الشریفین یاد آنحضرت رضی اللہ عنہ عقب یاد حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میکنند و در پیش آمدن مہم ہر کار بعد از التجا بدرگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم از و استعانت جویند و ساکنان حرمین بخواندن شیئاً للہ یا شیخ عبد القادر مخصوص و ملتزم اند۔

حضرت شیخ شہاب الدین شعرانی جو مولانا شیخ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہما کے شاگرد بلا واسطہ ہیں جو محدث و فقیہہ تھے طبقات کے اندر سید احمد بدوی کے ذکر میں بیان فرماتے ہیں کہ اہل مصر وغیرہ کی عادت ایسی تھی کہ سید احمد کے ساتھ استغاثہ کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ

یا سید احمد شیئاً للہ اور رسالہ حصامیہ میں جو خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کے فرزند کی تصنیف حضرت غوث الاعظم رضی اللہ کے مناقب میں لکھا ہے کہ زیادہ اس سے کیا منصب ان کا ہوگا کہ حرمین شریفین کے عوام و خواص آنحضرت رضی اللہ عنہ کی یاد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد کے بعد کرتے ہیں۔ اور ہر کام کی مہم پیش آنے کے وقت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی درگاہ میں التجا کرنے کے بعد ان سے استعانت کرتے ہیں۔ اور حرمین کے باشندے شیئاً للہ یا شیخ عبد القادر کے پڑھنے میں مخصوص و ملتزم ہیں۔

مُحِبّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی زیارت کرسکتا ہے اور آپ سے ہم کلام ہو سکتا ہے

حضرت مولانا علی القاری در شرح حدیث عرضت علی صلوتہ نوشتہ ای یا لمکاشفۃ او بواسطۃ"

حضرت مولانا علی القاری نے اس حدیث کی شرح میں کہ عرضت علی صلوتہ لکھا ہے یعنی مکاشفہ کے ساتھ یا بذریعہ ملائکہ۔ اور نیز شیخ جلال الدین سیوطی نے

الملائکة و نیز شیخ جلال الدین سیوطی در کتاب انتباه الاذکیا فی حیات الانبیاء بحدیث صحیح اثبات کرده که آنحضرت صلی الله علیه وسلم را در عالم برزخ وجود سمع خارق عادت ست که از اطراف ودور و بعید الارجا نداء و آواز صلوٰة و سلام دنیا از اہل زمانہ میشنوند ۔ چنانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم در دنیا بسمع خارق عادت ممتاز بودند و ھذا عبارتہ قدس سرہ اِنَّ اللّٰہ یَرُدُّ عَلَیْہِ سَمْعَہُ الخَارِقَ لِلعَادَۃِ بِحَیْثُ یَسْمَعُ سَلَامَ المُسْلِمِ وَ اِنْ بَعُدَ لَفْظُہٗ وَقَدْ کَانَ لَہٗ صلی اللہ علیہ وسلم فِي الدُّنْیَا ذَا حَالَۃٍ یَسْمَعُ فِیْہَا سَمْعًا خَارِقًا لِلعَادَۃِ بِحَیْثُ کَانَ یَسْمَعُ اَطِیْطَ السَّمَاءِ وَحَالُہٗ صلی اللہ علیہ وسلم فِي البَرْزَخِ کَحَالِہٖ فِي الدُّنْیَا سَوَاءٌ انتہی

در مشکوٰۃ از ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مذکور قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُہٗ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نَائِیًا اُبْلِغْتُہٗ اور بعض احادیث وارد گشتہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درود و سلام بغیر اسطہ از دور سماع می نمایند چنانچہ شیخ سلیمان جزولی در کتاب دلائل الخیرات روایت کردہ قیل لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أرأیت صلاۃ المصلین علیک ممن غاب عنک ومن یأتی بعدک

کتاب انتباہ الاذکیا فی حیات الانبیا میں حدیث صحیح سے ثابت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے عالم برزخ میں شنوائی کا وجود خارق عادت ہے کہ تمام دور دراز کی طرفوں سے درود اور ندا، آواز صلوٰۃ وسلام کا اور دنیا نہ اہل زمانہ کا سن لیتے ہیں ۔ جیسے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے اندر شنوائی کے خارق عادت سے ممتاز تھے اور یہ اُن کی عبادت ہے اللہ ان کے راز کو پاک کرے" اللہ تعالیٰ آپ کو شنوائی بطور خرق عادات واپس کر دیتا ہے چنانچہ آپ مسلمان کا سلام سنتے ہیں اگرچہ وہ آپ کی نظر سے دور ہو ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت دنیا میں ایسی تھی کہ آپ اس میں بطور خرق عادت سنتے تھے ۔ یہاں تک کہ آسمان کی چرچر کی آواز سن لیتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حال برزخ ایسا ہی ہے جیسے دنیا میں تھا ۔ انتہی ہم

اور مشکوٰۃ میں حضرت ابوہریرہ رضی سے مروی ہے ۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھا میں اُس کو سن لیتا ہوں اور جس نے دور سے مجھ پر

بُعْدَاۤ فَمَا حَالُھُمَا عِنْدَكَ فَقَالَ اَسْمَعُ صَلٰوۃَ اَھْلِ مَحَبَّتِیْ وَاَعْرِفُھُمْ الْحَدِیْثُ

در مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات گفتہ وظاہر الحدیث اَنَّہٗ صلعم یَسْمَعُ صَلٰوۃَ اَھْلِ مَحَبَّتِہٖ سَوَاءٌ صلی اللہ علیہ وسلّم المُحِبُّ لَہٗ عِنْدَ قَبْرِہٖ اَوْ نَائِیًا عَنْہُ لَبَعِیْدٌ مِنْہُ

در مشکوٰۃ شریف آوردہ کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گفت شنیدم کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلّم کہ فرمود صَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ تَبْلُغُنِیْ حَیْثُ کُنْتُمْ رواہ النسائی قال ابن حجر رواہ احمد فی مسندہ و ابوداود وصححہ النووی فی الاذکار۔ دریں جا تسلیہ وتبشراست مرمشتاقاں را اگر بسبب دوری ضروری از سعادت قرب صوری محروم باشند باید کہ از توجہ وحضور قلبی غافل نباشند وخود را از ساحت حضور دور خیال نکنند" ؎

یکساں بہ پیش مہر بود قرب وبُعدِ خاک
کو ذرہ پیہ وراست بہر شہر وہر دیار

در راہِ عشق مرحلہ قرب وبعد نیست
می بینمت عیاں ودعا می فرستمت

مصرعہ قرب جانے جو بود بعد مکانے سہل است

کذا فی الحجۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ

(طبع نول کشور صفحہ ۴۲۹ جلد اول)

درود پڑھا وہ مجھ کو پہنچا دیا جاتا ہے۔ اور بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درود وسلام بلا واسطہ دور سے سُن لیتے ہیں جیسے شیخ سید سلیمان جزولی نے کتاب دلائل الخیرات میں روایت کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے پوچھا گیا۔ ان لوگوں کے درود کے متعلق آپ کیا فرماتے ہیں جو آپ سے غائب ہیں اور جو آپ کے بعد پیدا ہوں گے۔ آپ کے نزدیک ان کا کیا حال ہے۔ تو فرمایا میں اپنے اہل محبت کا درود سنتا ہوں اور ان کو پہچانتا ہوں آخر حدیث تک۔ مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات میں لکھا ہے۔ کہ اس حدیث کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل محبت کا درود سُن لیتے ہیں خواہ آپ کا محب آپ کی قبر کے پاس پڑھے یا آپ سے دور فاصلے پر درود پڑھے۔ مشکوٰۃ شریف میں مروی ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے۔ تم اپنا درود مجھ پر پڑھو وہ مجھے پہنچ جائے گا جہاں بھی تم ہو۔ اس کو نسائی نے روایت کیا ہے۔ ابن حجر نے کہا ہے کہ احمد نے بھی اس کو اپنی مسند میں روایت کیا ہے اور ابوداؤد نے اذکار میں روایت کیا ہے اور

قدوی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے"۔ یہاں تسلی و بشارت ہے خاص مشتاقوں کو۔ سو اگر وہ مجبوراً دوری کے سبب سے ظاہری مراتب کی سعادت سے محروم ہیں تو چاہیئے کہ قلب کے حضور و توجہ سے غافل نہ ہوں اور اپنے آپ کو قدم حضور سے دور نہ سمجھیں کیونکہ درود وسلام کے وسیلے اور اس کے پہنچ جانے کی بدولت وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قریب ہیں ؎

سورج کے آگے خاک کا قرب و بعد یکساں ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ ہر شہر و ملک میں ذرہ پرور ہے۔ ؎ عشق کی راہ میں قرب و بعد کا مرحلہ نہیں ہے۔ میں آپ کو ظاہر دیکھ رہا ہوں اور آپ کی طرف دعا بھیج دیتا ہوں۔ (مصرعہ) جب روحانی قرب ہو۔ تو مکانی دوری معمولی بات ہے۔ (اشعۃ اللمعات)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی در جلد ثانی اخیر مدارج النبوۃ می فرمایند فصل نوع ثانی کہ تعلق معنوی است بجناب محمدی وآں نیز بر دو قسم است۔ قسم اول دوام استحضار آنحضرت بدیع الجمال واگر مستی تو کہ بتحقیق دیدہ وقتی از اوقات در خواب وتو مشرف شدہ بداں پس استحضار کن صورتے کہ دیدہ کہ دیدہ در منام و اگر ندیدہ ہرگز و مشرف شدہ باں و استطاعت نداری کہ استحضار کنی کہ آں صورت موصوفہ بایں صفات را بعینہا ذکر کن او را و درود و بفرست بروی صلی اللہ علیہ وسلم و باش در حال ذکر گویا حاضر است پیش تو در حالت حیات وی بینی تو او را متادب با جلال و تعظیم و ہیبت و حیا وید انکہ وی صلعم می بیند و مے شنود کلام ترا دی متصف است بصفات اللہ تعالےٰ و یکے از صفات الٰہی آنست کہ انا جلیس من ذکرنی، پیغمبر را صلی اللہ علیہ وسلم نصیب و

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ کی دوسری جلد کے آخر میں فرماتے ہیں۔ فصل دوسری قسم جو تعلق معنوی ہے جناب محمدی کے ساتھ اور وہ بھی دو قسم پر ہے۔ قسم اول اس صورت بدیع الجمال کا دوام استحضار۔ اور اگر تم کو یہ موقع میسر ہے کہ تم نے کسی نہ کسی وقت آپ کو خواب میں دیکھا ہے اور تم اس سے مشرف ہوئے ہو۔ پس اس صورت کو جو تم نے خواب میں دیکھی ہے استحضار کرو۔ اور اگر ہرگز خواب میں زیارت نہیں کی اور اس پر مشرف نہیں ہوئے اور طاقت نہیں رکھتے۔ کہ اس صورت موصوفہ بایں صفات کا بعینہا استحضار کرو۔ تو آپ کو یاد ہی کرو اور آپ پر درود بھیجو۔ صلی اللہ علیہ وسلم اور ذکر میں تم ایسی حالت میں رہو۔ کہ گویا آپ تمہارے آگے بحالت حیات تشریف فرما ہیں اور تم آپ کو مودبانہ تعظیم و تکریم سے اور ہیبت و حیا کے ساتھ دیکھ رہے ہیں اور واضح رہے کہ آنحضرت

امر است ازیں صفت زیرا کہ عارف وصف
او وصف معروف است وسبحانہ ووی صلعم
اعرف الناس باللہ تعالے است واگر نمیتوانی
نزد وی بایں صفت وہستی تو کہ روزی قبر
شریف او را ودیدہ روضہ عالیہ او را استحضا
کن در ذہن خود وہرگاہ ذکر کنی او را درود
بفرست بروی وباش چنانکہ ایستادہ
بہ قبہ شریف وے با اجلال وتعظیم تا آنکہ
مشاہدہ کنی روحانیت او را ظاہراً وباطناً
واگر نیستی تو کہ زیارت کردہ قبر شریف
او را وندیدہ موطن حضرت وروضہ منورہ
او را پس دائم بفرست صلوٰۃ وسلام بروی
وتصور کن وی ہمی شنود سلام ترا وباش
در حال تادب شرم دار از انکہ ذکر کنی او را
یا بفرستی بروی درود تو مشغولی بغیر وی
باشی وباشد صلوٰۃ تو در حکم جسم بے روح
وچون دانستی از انچہ ذکر کردیم مر ترا کہ قسم
اول از تعلق معنوی استحضار صورت
شریف او ست بآنچہ متعلق است بوی پس
لازم گیر آں را در قسم ثانی، از تعلق معنوی
استحضار حقیقت کاملہ موصوف باوصاف
کمال وے کہ جامع است میان جمال و
جلال ومتحلے باوصاف خدائے کبیر متعال
مشرف بنور ذات الٰہی در آباد وآزال
محیط بکل کمال مستوعب بہر فضیلت جو

صلی اللہ علیہ وسلم تم کو دیکھ رہے ہیں اور
تمہارے کلام کو سن رہے ہیں۔ اور آپ
اللہ تعالےٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ "میں
اس شخص کا ہم نشین ہوں جو مجھے یاد کرے"
اس صفت سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کو کافی حصہ ملا ہے۔ کیونکہ اس کا وصف
عارف ایک مشہور وصف ہے۔ سبحانہٗ
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں
سے بڑھکر عارف باللہ ہیں۔ اور اگر تم اس
صفت کے ساتھ آپ کے نزدیک نہیں ہو
سکتے اور تم کو یہ بات حاصل ہے۔ کہ کسی دن
آپ کی قبر شریف کی زیارت کی ہے۔ تو
آپ کے روضہ عالیہ کا استحضار اپنے ذہن
میں کرو۔ اور جب آپ کو یاد کرو تو آپ پہ
درود بھیجو اور ایسا تصور کرو کہ گویا تم آپ
کی قبر شریف پہ کمال تکریم وتعظیم کے ساتھ
کھڑے ہو۔ حتے اکہ تم ظاہراً وباطناً آپ کی
روحانیت کو مشاہدہ کرو گے۔ اگر تم نے آپکی
قبر شریف کی زیارت نہیں کی۔ اور حضرت
کے وطن اور آپ کے روضہ منورہ کو نہیں
دیکھا۔ پس ہمیشہ آپ پہ درود وسلام بھیجے
رہو۔ اور تصور کرو کہ آپ سن رہے ہیں۔
تمہارے سلام کو اور ادب کے حال میں رہو
اس بات سے شرم کرو۔ کہ آپ کی یاد کے
وقت یا آپ پہ درود بھیجتے وقت غیر کے [illegible]

صورت و معنی حقیقت و حکماً و عیناً و شہادۃً ظاہراً و باطناً و
دیدیوں کہ استحضار کنی این ہمہ را مگر آنکہ بدانی کہ وی
برزخ کلیت قائم در حقائق موجود قدیم و حدیث پس
اوست حقیقت ہر یک از ایشان پس ذاتاً و صفاتاً و افعالاً و
آثاراً اسماءً حکماً و عیناً وصیت میکنم ترا ای برادر بدوام
ملاحظہ صورت و معنی او و اگر باشی تو متکلف و مستحضر
پس نزدیک است کہ الفت گیرد روح تو بوی پس حاضر آید
نزد تو صلی اللہ علیہ وسلم عیاناً و یابی او را حدیث کنی
با وی و جواب دہد ترا وی و حدیث گوید ترا و خطاب کند
ترا پس فائز شوی بدرجہ صحابہ عظام و لاحق شوی بایشان
انشاء اللہ تعالیٰ اھ - اب فرمایا ہے

مدارج النبوۃ للشیخ المحقق والمدقق
المحدث عبد الحق الدہلوی قدس سرہ جلد ۲

مشغول رہو۔ اور تمہارا درود مثل جسم بے روح
ہو اور جب مذکورہ باتوں سے تم نے سمجھ لیا کہ
تعلق معنوی سے پہلی قسم آپ کی صورت شریفہ کا
استحضار ہے ان صفات سے جو آپ سے متعلق ہیں۔ پس بحولہ تم
پتہ قسم دوم از تعلق معنوی کی اس حقیقت طیبہ کا استحضار ہے
جو آپ کے اوصاف کمال کے ساتھ موصوف ہے۔ جو جمال و جلال
کی جامع ہے اور جملہ تدبیر تعلق کے اوصاف سے آراستہ ہے ذاتِ
الٰہی کے نور سے ازل و ابد میں مشرف ہے
ہر کمال پر حاوی ہے بوجہ صورت اور معنی حقیقت
کی۔ ہر فضیلت کو گھیرنے والی ہے حکماً و عیناً
اور شہادۃً ظاہراً اور باطناً۔ اور ان تمام
باتوں کا استحضار تم نہیں کر سکتے کہ جب تک یہ
نہ سمجھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برزخ کلی ہیں
جو وجود قدیم و حدیث کے حقائق میں قائم ہے
پس ہر ایک کی حقیقت دونوں طرف سے ذاتاً و
صفاتاً آپ ہی ہیں۔ چونکہ آپ اس ذات کے نور سے پیدا ہوئے ہیں جو حکماً و عیناً اپنے اسماء و صفات و
افعال و آثار کی جامع ہے۔ اے بھائی میں تم کو وصیت کرتا ہوں۔ کہ آپ کی صورت اور معنے کا ہمیشہ تصور
رکھو۔ اگر تم متکلف اس کو مستحضر رکھو گے تو نزدیک ہے کہ تمہاری روح آپ کے ساتھ الفت
اختیار کریگی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیاناً تمہارے پاس تشریف لائیں گے اور تم آپ سے ملاقات کرو گے
آپ کے ساتھ بات کرو گے آپ تم کو جواب دیں گے تم سے بولیں گے تم سے خطاب کریں گے پس تم صحابہ عظام
کے درجے پر فائز ہو گے۔ اور ان کے ساتھ جا ملو گے۔ انشاء اللہ تعالے۔

(۲۴) خود بعض اکابر وہابیہ کا پاؤں استمداد کے پھندے میں

نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد کی
غیر اللہ سے غائبانہ استمداد

نواب صدیق حسن خاں صاحب بھوپالی جو غیر مقلدوں کے سرگروہ ہیں۔
جنہوں نے سیکڑوں کتابیں لکھی ہیں وہ اپنی دوسری کتاب تحفۃ الطلباء میں

طبرانی کی مذکورہ بالا حدیث کے ذیل میں امام فرماتے ہیں کہ میں نے خود اس حدیث پر عمل کیا ہے۔ اور مجرب پایا ہے۔ اسی طرح کہ میں ۱۳۰۷ھ میں مرزا پور سے جبل پور سے راستہ بھوپال کو آ رہا تھا موسم برسات کا تھا راستہ میں ایک ندی کو عبور کرنا تھا۔ ندی میں بڑی طغیانی پر تھی۔ میں نے اپنا گھوڑا اس خیال پر کہ پانی تھوڑا ہوگا اس میں ڈال دیا۔ جب میں ندی میں داخل ہوا تو خدا کی قدرت پانی اور چڑھ گیا۔ ہم میں اور میرا کرایہ دار ڈوب جانے لگے۔ میں فوراً گھوڑے پر سے پانی میں کود پڑا گھوڑے کو تو پانی بہا کر لے گیا اور ہم بھی اس کے ساتھ بہہ گئے۔ اس وقت میں نے تین بار با آواز بلند کہا۔ یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ۔ میرا یہ کہنا تھا کہ ہم سب ایک پتھر پر جا کر ٹھیر گئے۔ اس وقت میرے اور کرایہ دار کے سوا اور کوئی موجود نہ تھا۔ اللہ تعالےٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے مجھے اس بلا اور مصیبت سے نجات بخشی اور میں جان سلامت لے گیا۔ واقعی یہ کلمہ بڑا بڑا پر تاثیر ہے۔ اولیاء اللہ ایسے آڑے وقتوں میں غائبانہ یاد کرنے سے حاضر ہو کر امداد فرما دیتے ہیں۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو بزرگوں سے روحانی تعلق اور ان کے تصرف اور اختیارات پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ یہی لوگ جنت الفردوس کے وارث ہیں۔ یہی لوگ اہل سنت والجماعت کہلانے کے حقدار ہیں ہی لوگ ناجی فرقے والے ہیں۔

نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد کا قاضی شوکانی سے امداد مانگنا	نواب صدیق حسن خاں بھوپالی غیر مقلد اپنے مشہور دیوان نفخ الطیب میں قاضی شوکانی سے بایں الفاظ طالب امداد ہوتے ہیں ؎

زمرۂ راستے در افتاد بہ ارباب سنن　　　شیخ سنت مددے قاضی شوکاں مددے

مولوی عبد الحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ ابراز الغی میں نواب صاحب کے اس شعر پر اعتراض کرتے ہیں کہ بھلا جو شخص رسول ربانی، غوث صمدانی سے امداد و اعانت طلب کرنے کو حرام و شرک جانتا ہے اور قاضی شوکانی سے حلال اور جائز کہتا ہے۔ ایسا شخص کون ہوا۔ ناظرین خود ہی انصاف سے غور کریں کہ کیا قاضی صاحب کا رتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر تھا۔ آیا قاضی صاحب (معاذ اللہ) ونا تھے جن سے امداد کا طلب کرنا جائز ہوا۔ افسوس ہے ایسے لوگوں کی حالت پر کہ خود را نصیحت و دیگر سے را نصیحت۔

نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد بھوپالی کا رسول اللہ ﷺ سے امداد مانگنا	نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد بھوپالی قصیدہ عنبریہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بایں الفاظ استغاثہ کرتے ہیں۔

فَمَا لِیْ مَلَاذٌ سِوَاکَ مُسْتَغَاثٌ غَارِحَمَنْ　　　فَیَا رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ بِحَالِیْ

یا رحمۃ للعالمین میرے لئے آپ کے سوا کوئی فریاد رس نہیں ہے۔ پس آپ میرے رونے پر مزید رحم فرمائیے

نواب صاحب اپنی اکثر تصانیف میں غیر اللہ سے امداد طلب کرنے کو کفر و شرک تحریر کرتے ہیں۔ لیکن تعجب ہے کہ ان دونوں کتابوں میں کس طرح غیر اللہ سے امداد مانگتے ہیں۔ شاید بھول گئے۔ یا دانستہ ان کا یہ عقیدہ بعد میں ہو گیا ہو گا۔ گویا یہ شعر اُن کے توبہ نامہ پر دال ہے۔

مولوی محمد عثمان غیر مقلد کا رسول اللہ سے مدد مانگنا

مولوی محمد عثمان غیر مقلد اپنی کتاب "نظارہ جگلیو عثمانیہ" میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد کا یوں خواستگار ہوتا ہے ؎

اے شافع محشر ہے یہی وقت مدد کا
بجز آپ کے سب نبیوں حق کہا تھے ہو سکتے ہیں

سب نبی تم سے مدد خواہ ہیں ہم کیسے نہ ہوں
شافع محشر ہو تم عیش کے سامان تم ہو

غیر مقلدین جو استمداد و استعانت کے دشمن ہیں۔ ان کا خود اہل اللہ سے استعانت کرنا دنیا کے عجائبات سے ہے اور در حقیقت یہ اس مسئلہ استمداد کی حقانیت کے لئے قدرتی و غیبی تائید ہے۔ سچ ہے ؎

چوں تیرے جہد ز کمان گفتگوئے حق
ہر چند خصم سائی انکار ہے شود

استمداد باولیاء اللہ و استعانت باہل القبور

انبیاء و اولیاء سے مدد مانگنا خواہ وہ زندہ ہوں یا عالم برزخ میں محققین کے نزدیک جائز اور مستحسن ہے۔ اس طور پر کہ اُن کو مظہر عونِ الٰہی جان کر توجہ الی اللہ کرے اور اس مدد کو اللہ تعالیٰ ہی کی مدد جانے۔ بالذات ہی مدد کرتا ہے۔ وہی مستعان حقیقی ہے اور انبیاء و اولیاء محض ذریعہ اور وسیلہ ہیں اور اگر مستعان ہیں تو مجازاً ہیں اور ان سے استمداد کرنا اسباب ظاہریہ سے ہے مثل دیگر اسباب کے اس قسم کے استمداد شرعاً ثابت ہے۔ اگر کوئی شخص اس کو شرک کہے تو یہ اُس کی جہالت ہے۔ لہٰذا انصاف پسند اور عقل سلیم والوں کے لئے اس بحث کے تمام پہلوؤں پر نظر کرنے کے بعد قول فیصل حوالہ قلم کیا جاتا ہے۔

استمداد باولیاء کے مانعین کے سرگروہ علامہ ابن تیمیہ کو سمجھنا چاہئے وہ اپنے رسالہ زیارت قبور میں رقمطراز ہیں۔

وان قال انا اسألہ لکونہ اقرب الی اللہ منی لیشفع لی فی ھذہ الامور لانی انوسل الی اللہ بہ کما یتوسل الی السلطان بخواصہ واعوانہ فہذا من افعال

اگر وہ (طالب امداد) اپنے فعل کی تائید میں یہ دلیل پیش کرے کہ صاحب قبر قرب الٰہی میں مجھ سے بڑھا ہوا ہے وہ میری سفارش کرے گا میں اس کا توسل اس لئے پکڑتا ہوں جیسے بادشاہ کے ہاں ان کے مقرب اور درباری لوگوں کے

المشرکین والنصاریٰ فانهم یزعمون ان یتخذون احبارهم ورهبانهم شفعاء لیستشفعون بهم فی مطالبهم وکذالک اخبر الله عن المشرکین ما نعبدهم الا لیقربونا الی الله زلفیٰ"

تو یہ مشرکین انصاریٰ کا سا قول ... فعل ہے ۔ کیونکہ ان کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ احبار و رہبان بارگاہِ ایزدی میں ان کی حاجات پورا کرنے کی سفارش کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے اس قول کو قرآن مجید میں ذکر فرمایا ہے کہ ہم ان بتوں کو نہیں پوجتے مگر اس لئے کہ ہم کو اللہ کا تقرب بتلادیں ۔"

علامہ صاحب کا دعوے کس قدر بلند آہنگ ہے ۔ مگر جس دلیل پر دعویٰ کا مدار ہے ۔ وہ کس قدر غیر چسپاں ہے ۔ اور اس کو کہتے ہیں کلمۃ الحق أرید بہ الباطل ۔ یعنی دعوے یہ ہے کہ انبیاء و اولیا سے استمداد کرنے والے مشرکوں کی مانند ہیں (معاذ اللہ من ذالک) اور دلیل یہ ہے کہ جس طرح یہ لوگ انبیاء و اولیاء کی بذریعہ قرب پانے کے امیدوار ہیں اسی طرح مشرک لوگ بتوں کے ذریعہ قرب حق کے امیدوار ہوتے ہیں ۔ جس کے معنے یہ ہوئے کہ انبیاء و اولیاء سے استمداد کرنا یا شفاعت چاہنا بتوں سے استمداد کرنے کے برابر ہے اور اس سے یہ لازم آیا کہ معاذ اللہ انبیا و اولیا کی مثال حجری پر صادق آتی ہے ۔ اس صورت میں ناظرین انصاف فرمادیں ۔ کہ استمداد باولیاء کرنے والے زیادہ گنہگار ہوتے یا ناظرین ۔ اور انبیا کو بتوں کے ساتھ مثال دینے والا ؟

لو آپ اپنے جال میں صیاد آگیا

افسوس کہ منکرین استمداد نے جوش استدلال میں انبیاء و اولیا کا ادب کا خیال نہ رکھا اب ذرا اس استدلال کے دغل و فریب کا راز سنیئے :

وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِیَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ۔

اور جن لوگوں نے خدا کے سوا دوسرے حمایتی بنا رکھے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو ان کی پرستش صرف اس لئے کرتے ہیں ۔ کہ خدا سے ہم کو نزدیک کر دیں ۔

اس آیت سے علامہ ابن تیمیہ نے دلیل کو دعوے پر چسپاں کرنے کے لئے اولیاء سے مراد احبار و رہبان لئے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کی اس لفظ سے مراد اصنام و اوثان ہیں ۔ چنانچہ تفسیر خازن میں اسی آیت کے ذیل میں لکھا ہے ۔ اولیاء یعنی الاصنام تفسیر مدارک میں ہے ۔ اولیاء اے آلھۃ وھو مبتدا محذوف الخبر

تقدیرۃ الموحدین عبدۃ الاصنام ۔

مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے فتوے دربارہ جواز استمداد باولیا

شاید شیخ ابن تیمیہ کے اسی دعویٰ و دلیل اور استدلال کا پہلو لے کر کسی سائل نے مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی سے سوال کیا تو شاہ صاحب نے اس کا جواب کس قدر شافی و مدلل فرمایا سوال و جواب دونوں لفظ بلفظ درج کئے جاتے ہیں

فتوے اول استمداد از بت پرستی میں فرق

سوال ۔ بت پرستی مدد از بت میخواست عالمے منع کرد کہ شرک مکن، بت پرست گفت کہ اگر شریک خدا دانستہ پرستش کنم البتہ شرک ست ۔ و گر مخلوق فہمیدہ پرستش نمایم چگونہ شرک باشد ۔ عالم گفت کہ در کلام مجید متواتر آمدہ کہ از غیر خدا مدد مجوئید بت پرست گفت کہ بنی نوعِ انسان از یکدیگر چرا سوال مے نمایند عالم گفت کہ بنی نوع زندہ اند از ایشاں سوال منع نیست و بتاں تو مثل کنہیا و کالکا وغیرہ مردہ اند قدرت بر ہیچ چیز ندارند بت پرست گفت کہ شما از اہلِ قبور مدد و شفاعت مے طلبید ۔ باید کہ بر شما ہم شرک عائد شود ۔ القصہ ہر چہ مقصد و مراد شما از اہل قبور ست ہماں قسم مقصود من ہم از کنہیا و کالکا است بحسب ظاہر نہ قوت اہل قبور دارند نہ بت ۔ و اگر میگوئی کہ بقوت باطن اہل قبور کشائش حالات بنمایند ۔ بسا جا از بتاں ہم روائی حاجات میشود ۔ و اگر میگوئید کہ با ایشاں میگوئیم کہ از خدا برائے ما شفاعت بخواہید من ہم از بتاں ہمیں استدعا دارم پس ہرگاہ کہ جواز استمداد از اہل قبور ثابت شد ۔ بعض ضعیف الاعتقاد بہ پرستش سیتلا و مسانی وغیرہ چگونہ باز خواہند آمد؟

سوال : ایک بت پرست بت سے استمداد کرتا تھا کسی عالم نے اس کو منع کیا کہ شرک نہ کر ۔ بت پرست نے کہا کہ اگر میں خدا کا شریک سمجھ کر پرستش کروں تو البتہ شرک ہے اور اگر مخلوق سمجھ کر پرستش کروں تو کیونکر شرک ہوگا عالم نے کہا کہ کلام مجید میں بار بار آیا ہے کہ غیر خدا سے مدد مت مانگو بت پرست نے کہا کہ بنی نوع انسان ایک دوسرے سے کیوں سوال کرتے ہیں ۔ عالم نے کہا بنی نوع زندہ ہیں ان سے سوال کرنا منع نہیں اور تمہارے بت مثل کنہیا وکالکا وغیرہ مردہ ہیں کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے بت پرست نے کہا تم لوگ بھی تو اہل قبور سے مدد اور سفارش طلب کرتے ہو چاہیئے کہ تم پر بھی شرک عائد ہو القصہ جو کچھ مقصد و مراد تمہاری اہل قبور سے ہے ۔ اسی قسم کا میرا مقصود بھی کنہیا اور کالکا سے ہے ۔ بظاہر نہ اہل قبور قوت رکھتے ہیں ۔ نہ بت اور اگر کہو کہ اہل قبور قوت باطن سے کشائش حالات کرتے ہیں تو بہت جگہ بتوں سے بھی حاجت روائی ہو جاتی ہے اور اگر کہو کہ ہم اہل قبور سے یہ کہتے

ہیں کہ خدا کے حضور میں ہماری سفارش کرو تو یہ بھی بتوں سے یہ استدعا رکھتا ہوں۔ پس جب استمداد باہل القبور ثابت ہوئی۔ تو بعض ضعیف الاعتقاد مسلمان مبتلا اور رسانی کی پرستش سے کیونکر باز آئیں گے؟

جواب: دریں سوال چند جا اشتباہ واقع شدہ آں چند جا را جدا جدا باید شد آنگاہ بفضل الٰہی جواب سوال بخوبی واضح خواہد شد اوّل آنکہ مدد خواستن چیز دیگر ست و پرستش چیز دیگر است۔ عوام مسلمین بر خلاف حکم شرع از اہل قبور مدد مے خواہند و پرستش نمیکنند و بت پرستان مدد ہم میخواہند و پرستش ہم میکنند پرستش آنست کہ سجدہ کند و طواف کنند یا نام او بطریق تقرب ورد سازد یا ذبح جانور بنام او کنند یا خود را بندہ فلانی بگوید و ہر کہ از مسلمانان جاہل با اہل قبور ایں چیز ہا بفعل آرد فی القبور کافر میگردد و از مسلمانی مے بر آید۔ دوم آنکہ مدد خواستن دو طور مے باشد۔ اول مدد خواستن مخلوقے از مخلوقے مثل آنکہ از امیر و بادشاہ، نوکر و گدا در مہمات خود مدد مے جویند و عوام الناس از اولیا دعا میخواہند کہ از جناب الٰہی فلاں مطلب بارا درخواست نمائید ایں نوع مدد خواستن در شرع از زندہ و مردہ جائز ست دوم آنکہ بالاستقلال چیزے کہ خصوصیت بجناب الٰہی دارد مثل دادن فرزند یا بارش و باراں یا دفع امراض یا طول عمر،

اس سوال میں کئی جگہ اشتباہ واقع ہوا ہے ان متعدد جگہوں سے آگاہ ہونا چاہیے پھر بفضل الٰہی سوال کا جواب بخوبی واضح ہو جائیگا اول یہ کہ مدد مانگنا اور بات ہے اور پرستش دوسری بات ہے۔ عوام مسلمین شریعت کے ظاہری احکام کے خلاف اہل قبور سے مدد مانگتے ہیں اور پرستش نہیں کرتے اور بت پرست مدد بھی چاہتے ہیں اور پرستش بھی کرتے ہیں۔ پرستش یہ ہے کہ سجدہ کرے یا طواف کرے یا اس کے نام کو بطور تقرب ورد کرے یا جانور اس کے نام پہ ذبح کرے یا اپنے آپکو فلاں کا بندہ کہے اور جو جاہل مسلمان اہل قبور کے ساتھ یہ باتیں عمل میں لاتا ہے فی القبور کافر ہو جاتا ہے اور مسلمانی سے نکل جاتا ہے۔ دوم یہ کہ مدد چاہنا دو طرح ہوتا ہے۔ اول مدد مانگنا مخلوق کا مخلوق سے جیسے کسی امیر و بادشاہ سے نوکر اور فقیر اپنی مہمات میں مدد مانگتے ہیں اور عوام الناس اولیا سے دعا کرتے ہیں کہ جناب الٰہی سے ہمارا فلاں مطلب کی استدعا کرو۔ اس طرح کی مدد چاہنا شرع میں زندہ اور مردہ سے جائز ہے۔ دوم یہ کہ بالاستقلال وہ چیزیں مخلوق سے طلب کریں جو جناب الٰہی سے خصوصیت رکھتی ہیں بلا اس کے

مانند ایں چیزہا سے آنکہ دعا و سوال از جناب
الٰہی در نیت منظور باشد۔ از مخلوقے
درخواست نمایند ایں نوع حرام مطلق بلکہ
کفر است و اگر از مسلماناں کسے از اولیائے
مذہب خود خواہ زندہ باشد یا مردہ ایں
نوع مدد خواہد از دائرہ مسلماناں خارج می
شود بخلاف بت پرستاں کہ ہمیں نوع مدد
از معبودانِ باطل خود مے خواہند و آں
را جائز مے شمارند و آنچہ بت پرست گفت
کہ من ہم از بتانِ خود شفاعت میخواہم،
چنانچہ شما ہم از پیغمبران و اولیا شفاعت
میخواہید پس دریں کلام ہم دخل و تلبیس
است زیرا کہ بُت پرستاں ہرگز شفاعت
نمی خواہند بلکہ معنے شفاعت را نمی دانند
و نہ در دلِ خود تصور می کنند معنی شفاعت
سفارش است و سفارش آنست کہ کسے
مطلب کسے را از غیر خود بعرض و معروض ادا
سازد و بُت پرستاں در وقتِ درخواست
مطالب خود از بتاں نمیگویند کہ سفارش
بالحضور پیدہ درگاہ جل و علا نمایند و مطالب
ما را از جناب او تعالیٰ برآرید۔ بلکہ از بتاں
خود درخواست مطلب خود میکنند و آنچہ
گفتہ است کہ ہرچہ مقصدِ شما از اہلِ قبور
ست ہماں قسم مقصود من ہم از صورت کنہیا و
کالکا است نیز خطا در خطا ست زیرا کہ در

کہ بجناب الٰہی سے دعا و سوال کرنے کی نیت
ہو۔ جیسے فرزند دینا یا بارش برسانا یا امراض
کو دفع کرنا یا لمبی عمر بخشنا اور اس کے مانند اس
قسم کی استمداد حرام مطلق بلکہ کفر ہے اور اگر
کوئی مسلمان اپنے مذہب کے بزرگوں سے خواہ
وہ زندہ ہوں یا وفات پاچکے ہوں اس قسم کی مدد
مانگے۔ تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا
ہے۔ بخلاف بت پرستوں کے کہ وہ اسی قسم
کی مدد اپنے معبودوں سے مانگتے ہیں۔ اور
اسکو جائز سمجھتے ہیں۔ اور یہ جو بت پرست نے
کہا کہ میں بھی اپنے بتوں سے شفاعت چاہتا
ہوں جیسے کہ تم بھی پیغمبروں اور اولیاء سے
شفاعت چاہتے ہو پس اس کلام میں بھی فریب
دہی ہے کیونکہ بت پرست ہرگز شفاعت نہیں چاہتے بلکہ شفاعت
کے معنے بھی نہیں جانتے اور نہ اپنے دل میں
تصور کرتے ہیں۔ شفاعت کے معنی ہیں
سفارش کے اور سفارش یہ ہے کہ کوئی شخص
کسی کے مطلب کو اپنے سوا کسی اور سے عرض
معروض کرے اور بت پرست اپنے مطالب
کو بتوں سے طلب کرتے وقت یہ نہیں کہتے
کہ ہماری سفارش بہ درگاہ جل علا کے حضور میں
کرو اور ہماری مرادیں خدا تعالیٰ کی جانب سے
برلاؤ بلکہ اپنے بتوں سے ہی اپنے مطالب کی
درخواست کرتے ہیں اور وہ جو کہا ہے کہ جو
کچھ تمہارا مقصد اہل قبور سے ہے اسی قسم کا

ارواح را تعلق بہ بدن خود کہ در قبر مدفون ست
البتہ مے باشد زیراکہ مدت درازے دریں آن
بوده اند و اینہا قبور معبودان خود را تعظیم نمی
کنند بلکہ از طرف خود صورت ہا و سنگہا و
درختان و دریا ہا را قرار مے دہند کہ صورت
فلان است بے آنکہ آں چیز را تعلق با آں
ارواح باشد یا بدن آنہا را در آنجا سوختہ
گردد دریں قرارداد افترائی را ہیچ اثر نیست
آرے حاجت روائی بندگان خالق اکبر از راہ
رحمانیت خود میفرماید۔ آنہا مے فہمند کہ
از طرف بتاں ایں فائدہ حاصل شد حق تعالیٰ
کہ عالم الغیب والخفیات ست حالات
بندگان خود را مے داند و در زندگانی آنہا
حاجت روائی منظور ست از ہر طرف کہ
مطلب خود خواہند مطلب ایشاں را بجا
مے دہد۔ چنانچہ پدر مشفق حاجت پسر خود
را کہ صغیر السن ست میداند و در وقتیکہ از
خدمتگار و دایہ خود چیزے می طلبد بادہ
میدہد حالانکہ خدمتگار و دایہ مقدور نہ
دارند و ہمچنیں است حالِ بتاں بلکہ حال
اہل قبور نیز موافق قاعدہ اہل اسلام۔ و
آنچہ مرقوم شدہ پس ہرگاہ کہ جواز استمداد
از اہلِ قبور ثابت شد۔ بعض مسلمین ضعیف
الاعتقاد از پرستش سیتلا و مسانی وغیرہ
چگونہ باز خواہند آمد پس فرق میان استمداد

یہ مقصود بھی کنہیا اور کالکا کی مورتی سے
ہے۔ یہ بھی غلط در غلط ہے کیونکہ ارواح کا
تعلق اپنے اپنے بدنوں کے ساتھ جو قبر میں
مدفون ہیں ضرور ہوتا ہے اس لئے کہ وہ انہی
بدنوں میں مدت دراز تک رہی ہیں۔ اور
یہ بت پرست لوگ اپنے معبودوں کی قبروں کی
تعظیم نہیں کرتے بلکہ اپنی طرف سے تصویریں
اور پتھروں اور درختوں اور دریاؤں کو قرار دیتے
ہیں کہ فلاں کی صورت ہیں بدوں اس کے کہ ان
چیزوں کا ان ارواح کے ساتھ تعلق ہو۔ یا
ان کے بدن اس جگہ پھونکے گئے ہوں اور
اس بناوٹی قرارداد کا کوئی اثر نہیں۔ ہاں خالق
اکبر اپنی رحمانیت سے خود ہی بندوں کی
حاجت روائی کر دیتا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں
کہ یہ فائدہ بتوں کی طرف سے حاصل ہوا ہے
حق تعالےٰ جو غیب اور مخفی اشیا سے آگاہ
ہے اپنے بندوں کے حالات کو جانتا ہے
اور ان کی زندگی میں ان کی مراد پوری کرنا منظور
ہے اس لئے وہ خواہ کسی طرف سے اپنی مرادیں
مانگیں ان کی مرادیں پوری کر دیتا ہے۔ جیسے
مشفق باپ اپنے فرزند کی حاجت کو جو چھوٹا
بچہ ہے سمجھتا ہے اور وہ خدمتگار اور اپنی دایہ
سے کچھ مانگتا ہے تو باپ دیدیتا ہے حالانکہ
خدمتگار اور دایہ مقدور نہیں رکھتے اور یہی
حال ہے بتوں کا بلکہ اہل اسلام کے قاعدے

از اہلِ قبور و پرستش سیتلا و مسانی بچند وجہ است اول آنکہ اہلِ قبور معلوم اند کہ صلحاء و بزرگان بودہ اند و سیتلا و مسانی موہوم محض از وجود آنہا معلوم نیست بلکہ بظاہر خیال بندی ایں مردم ست۔ دوم آنکہ سیتلا و مسانی بر تقدیر وجود آنہا از قبیل ارواح خبیثہ و شیاطین اند کہ کمر بر ایذائے خلق بستہ اند اینہا را بارواح طیبہ انبیاء و اولیا چہ مناسبت سوم آنکہ استمداد از اہل قبور بطریق دعا است کہ از جناب الہٰی عرض کردہ مطلب بابر آرند و پرستش ایں چیزہا بنا بر اعتقاد و استقلال و قدرت ست کہ کفر محض ست (فتاوی عزیزی)

کے موافق اہل قبور کا بھی اور وہ جو لکھا گیا ہے کہ پس جب اہلِ قبور سے استمداد کا جواز ثابت ہوا تو بعض ضعیف الاعتقاد مسلمان سیتلا اور مسانی وغیرہ کی پرستش سے کیونکر باز رہیں گے پس اہل سے استمداد کرنے اور سیتلا اور مسانی کی پرستش کرنے میں کئی وجہ سے فرق ہے اول یہ کہ اہلِ قبور کے متعلق یہ معلوم ہے کہ وہ صالحین اور بزرگ ہوئے ہیں اور سیتلا اور مسانی موہوم محض ہیں ان کے وجود کا کچھ علم نہیں بلکہ بظاہر ان کی خیال بندی ہے۔ دوسرے یہ کہ سیتلا اور مسانی کے وجود کی تقدیر پر وہ ارواح خبیثہ اور شیاطین کے قبیل سے ہیں اور انہوں نے مخلوق کو دکھ دینے پر کمر باندھ رکھی ہے ان کو انبیاء و اولیاء کی پاک روحوں سے کیا مناسبت

سوم یہ کہ اہل قبور سے استمداد بطریق دعا کے ہے۔ کہ جناب الہٰی سے عرض کر کے ہماری مراد پوری کردیں اور ان چیزوں کی پرستش ان کی مستقل قدرت کے اعتقاد پر مبنی ہے۔ جو کفر محض ہے۔

شاہ صاحب کے اس فتوے میں ایک لفظ "بر خلافِ شرع" ہمیری نظر میں ضرور کھٹکتا ہے۔ غالباً اس میں کاتب کی غلطی ہوئی ہے۔ دراصل یہ لفظ بر خلاف ظاہر شرع ہوگا۔ یہ فقرہ یوں ہو چکا ہوگا "عوام مسلمین بر خلاف حکم ظاہر شرع از اہلِ قبور مدد میخواہند"۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ استمداد کا یہ طریقہ جو مروج ہے صریحاً شرع میں نہیں آیا اور کسی روایت سے قرونِ اولیٰ میں اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ مگر اصول شرع کے خلاف بھی نہیں۔ چنانچہ شاہ صاحب کا دوسرا فتویٰ جو استمداد ہی کی تائید میں ہے اس احتمال کی تائید کر رہا ہے۔

فتویٰ دوم استمداد بدعت حسنہ ہے

سوال:- از انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام و شہدائے عظام و صلحائے عالی مقام بعد موتِ شان

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام اور شہدائے عظام اور صلحائے عالی مقام سے انکی وفات کے بعد اس طرح استمداد کرنا کہ اے فلاں حق تبارک

استمداد بایں طور کہ یا فلاں از حق تبارک
و تعالیٰ حاجت مرا بخواہ و شفیع من شو و دعا
برائے من بخواہ درست است یا نہ ؟

جواب: استمداد از اموات خواہ نزدیک قبور
باشد یا غائبانہ بے شبہ بدعت است در
زمان صحابہ و تابعین نبود ولیکن اختلاف است
دراں کہ ایں بدعت سیئہ است یا حسنہ
و نیز حکم مختلف مے شود باختلاف طرق
استمداد اگر استمداد بایں طریق است کہ
در سوال مذکور است پس ظاہراً جائز است
زیراکہ دریں صورت شرک نمے آید مانند
استمداد از صلحاء بدعا و التجا در حال حیات و
اگر بنوع دیگر است پس حکم آں موافق آں
خواہد بود و در حدیث برائے روا شدن
حاجت ایں قدر آمدہ است عَنْ
عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ رضی اللہ تعالیٰ
عنہ قَالَ اِنَّ رَجُلًا ضَرِيْرَ الْبَصَرِ
اَتَى النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم
فَقَالَ اُدْعُ اللّٰهَ اَنْ يُّعَافِيَنِيْ فَقَالَ
اِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ وَاِنْ شِئْتَ
صَبَرْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكَ قَالَ
فَادْعُهُ قَالَ فَاَمَرَهٗ اَنْ يَّتَوَضَّأَ
فَيُحْسِنُ الْوُضُوْءَ وَيَدْعُوْا بِهٰذَا
الدُّعَاءِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ
اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَّبِيِّ الرَّحْمَةِ

و تعالیٰ سے میری مراد کی استدعا کرو اور میری
شفاعت کرو اور میرے لئے دعا کرو اور
یہ درست ہے یا نہیں ؟

(جواب) فوت شدہ بزرگوں سے استمداد خواہ
قبروں کے نزدیک ہو۔ یا غائبانہ بے شبہ
بدعت ہے۔ صحابہ اور تابعین کے زمانہ
میں نہ تھی۔ لیکن اختلاف ہے اس میں کہ یہ
بدعت سیئہ ہے یا حسنہ اور نیز استمداد کے طریقوں
کے اختلاف سے حکم مختلف ہوتا ہے اگر
استمداد اس طرح ہے جو سوال میں مذکور ہے
تو بظاہر جواز کا حکم ہے کیونکہ اس صورت میں شرک لازم نہیں
جیسے صالحین کی حیات میں دعا و التجا کے ساتھ استمداد کرنا اور
اگر کسی اور طرح ہے تو حکم اسکے موافق ہوگا
اور حدیث میں حاجت روائی کے لئے اسقدر
آیا ہے عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے
مروی ہے کہ ایک آدمی جو نابینا تھا۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر
ہوا پھر عرض کیا کہ اللہ سے دعا فرمائیں کہ مجھے
صحت بخشے تو آپ نے فرمایا اگر تم چاہتے
ہو تو دعا کردوں اور اگر چاہو تو صبر کرو بس
یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ اس نے عرض کیا
دعا کیجئے۔ راوی کہتا ہے کہ بس آپ نے اس کو
حکم دیا کہ وضو کرے تو وضو کو اچھا کرے اور
یہ دعا کرے الٰہی میں سوال کرتا ہوں اور
تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ تیرے نبی محمد کے

إِنِّي تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّي لِيَقْضِيَ فِي حَاجَتِي هٰذِهِ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ (رواه الترمذی) فتاوی عزیزی جلد اول

کے وسیلے سے جو نبی الرحمۃ ہیں۔ میں آپ کے ساتھ اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ میری یہ مراد پوری کرا دے الٰہی پس ان کی شفاعت میرے لئے قبول فرمائیے (مشکوٰۃ)

فتوےٰ سوم جواز استمداد میں

استمداد بارواح بزرگان، دو قسم است، قسم آنست که با زندگان هم مانند آں بعمل مے آید۔ یعنی دعائے ایشاں را اقرب الی الاجابۃ فهمیده ایشاں را واسطه درخواست مطالب خود سازند و ایشاں را مرتبه بجز توسط اولیت در ذہن خود نه نهند و مانند عینک پندارند و ہذا جائز بلا اشتباه و قسم آنست که توجه مقصود بر ایشاں باشد و چناں پندارند که ایشاں عز در رسانیدن مطلب یا دادن آں مستقل اند۔ و مرتبه انه قرب حق دارند که تدبیر الٰہی را تابع مرضی خود توانند ساخت و همیں قسم ست که عوام بآں استمداد مے طلبند و ایں قسم شرک محض ست مشرکان زمان جاہلیت زیاده بریں در حق اصنام خود اعتقاد داشتند فقط

ارواح بزرگاں سے استمداد کرنے کی دو قسمیں ہیں، ایک قسم وہ ہے جو زندہ لوگوں کے ساتھ بھی عمل میں آتی ہے۔ یعنی ان کی دعا کو اقرب الی الاجابۃ سمجھ کر ان کو اپنے مطالب کی درخواست کا واسطہ بنائیں۔ اور ان کے لئے سوائے واسطہ اور آلہ ہونے کے اور کوئی مرتبہ اپنے ذہن میں نہ رکھیں اور عینک کی مانند سمجھیں۔ اور یہ بلا شبہ جائز ہے اور ایک قسم وہ ہے کہ توجہ مقصود انہی پر ہو اور ایسا سمجھیں کہ یہ حضرات مطلب کے دلانے یا حکم دینے میں خود مختار ہیں۔ اور قرب حق سے وہ مرتبہ رکھتے ہیں کہ خدائی تدبیر کو اپنی مرضی کے تابع کر سکتے ہیں اور یہی قسم ہے اس سے عوام استمداد کرتے ہیں اور یہ قسم شرک محض ہے۔ جاہلیت کے عہد کے مشرک اپنے بتوں کے حق میں اس سے بھی زیادہ اعتقاد رکھتے تھے۔

فتوےٰ چہارم بتوں کے اور بزرگوں کے توسل میں فرق

شاہ صاحب رحمہ تفسیر عزیزی سورۃ البقرہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

افعال عادی الٰہی مثل بخشیدن فرزند و توسیع رزق و شفاء مریض و امثال ذالک را مشرکان نسبت بارواح خبیثه و اصنام مے نمایند و

اللہ کے افعال عادی مثل بیٹا دینے رزق وسیع کرنے بیمار کو شفا دینے وغیرہ کو مشرک لوگ ارواح خبیثہ اور بتوں کی طرف نسبت کرتے ہیں اور کافر ہو جاتے ہیں۔ اور

کافر مے شوند و موحد ال اند تاثیر اسماء
الٰہی یا خواص مخلوقات او مے دانند از
ادویہ وعقاقیر یا دعاء صلحاء بندگان او
کہ ہم از جناب او درخواستہ انجاح مطالب
مے کنانند مے فہمند و در ایمان ایشاں
خلل نمے افتد۔

اور اہل توحید اللہ کے ناموں کی
تاثیر یا اُس کی مخلوقات ادویہ وغیرہ کی
خاصیت یا اللہ کے نیک بندوں کی دعا
کی تاثیر سمجھتے ہیں جو اللہ کی جناب میں
درخواست کرکے خلق کی حاجت روائی
کراتے ہیں اس اعتقاد سے اُن کے
ایمان میں کچھ خلل نہیں آتا۔

دیکھئے شاہ صاحب بزرگوں کی دُعا سے بیٹا ملنا۔ رزق وسیع ہونا۔ بیمار کا تندرست ہونا اور خلق کی حاجت روائی اس سب کے قائل ہیں اور یہ فرق کرتے ہیں کہ موحد اگر ان چیزوں کو اہل اللہ کی دعا کی تاثیر مانے تو اُس کے ایمان میں کچھ خلل نہیں۔ کیونکہ وہ ان امور میں صلحا کو مستقل بالذات اور مؤثر حقیقی نہیں جانتا بلکہ وسیلہ سمجھتا ہے اور مشرک ارواح خبیثہ یا اپنے بتوں کی طرف ان امور کو نسبت کرے تو یہ اس کا کفر ہے کیونکہ وہ ان بُتوں وغیرہ کو مستقل بالذات اور مؤثر حقیقی اعتقاد کرتا ہے۔

فتویٰ پنجم اولیاء اللہ سے امداد مانگنا عین اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہے

پھر شاہ صاحب ایک اور جگہ یہ تحریر فرماتے ہیں :-

اگر التفات
محض بجانب حق ست و او را یکے از
مظاہر عوام دانستہ و نظر بکارخانہ اسباب
وحکمت او تعالیٰ دراں نمودہ بغیر استعانت
ظاہری نماید دور از عرفان نخواہد بود و در
شرع نیز جائز وروا است و انبیاء و اولیا
ایں نوع استعانت بغیر کردہ اند و در حقیقت
ایں نوع استعانت بغیر نیست بلکہ استعانت بحضرت
حق است نہ از غیر

اگر التفات خاص اللہ تعالیٰ کی طرف ہو اور
بندہ مقرب کو مدد الٰہی کا مظہر جان کر اور اللہ
تعالیٰ کے کارخانہ اسباب وحکمت پر نظر
کرکے ظاہراً غیر سے استعانت کرے تو یہ
عرفان سے دور نہ ہوگا اور شرع میں بھی
جائز وروا ہے اور انبیاء و اولیاء نے غیر سے
اس طرح کی استعانت کی ہے اور درحقیقت
اس طرح مدد مانگنا غیر سے نہیں بلکہ خدا
ہی سے مدد مانگنا ہے

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے بھی اس مضمون کی تائید ہوتی ہے جو مثنوی شریف میں فرماتے ہیں ؎

آب خواہ از جو بجو خواہ از سبو | کاں سبو را ہم مدد باشد ز جو
نور خواہ از مہ طلب خواہی ز خور | نور مہ ہم ز آفتاب است اے پسر

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ دربارۂ استمداد

شیخ ابن تیمیہ جیسے مانعین استمداد کے منع وانکار کی کیا وقعت ہے جبکہ ایک طرف مولانا شاہ عبد العزیز جیسے خاتم المحدثین اور رئیس الفقہاء اس کے مؤید ہوں اور دوسری طرف امام ربانی جیسے مجدد اعظم اور عارف اکبر اس پر صاد صحیح ثبت فرمائیں۔ حضرت مجدد کے کلمات طیبات یہ ہیں۔

ہمچنیں ارباب حاجات از اعزہ احیاء واموات در مخاوف ومہالک مدد ہا طلب مے نمایند ومے بینند کہ صور آں اعزہ حاضر شدہ ودفع بلیہ از ینہا نمودہ است گاہے ہست کہ آں اعزہ را از دفع آں بلیہ اطلاع بود وگاہ نبود۔

ازما وشما بہانہ بر ساختہ اند

(مکتوبات مطبوعہ امرتسر دفتر دوم مکتوب ۵۸ صفحہ ۲۵)

اسی طرح اہل حاجات خدا کے پیاروں سے جو زندہ ہوں یا فوت شدہ ہوں خوف وہلاکت کے مقامات میں مددیں طلب کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ان خدا کے پیاروں کی صورتوں نے حاضر ہو کر ان سے بلا کو دفع کیا ہے اور کبھی ایسا ہوا ہے کہ ان خدا کے پیاروں کو اس بلا کے دفع کئے جانے کی اطلاع ہوئی اور کبھی نہیں ہوئی ہے۔

ہم اور تم سے بہانہ بنا لیا گیا

اس ارشاد سے جواز استمداد کے علاوہ تین سبق اور ملتے ہیں (۱) اہل حاجات جو خدا کے پیاروں سے مدد طلب کرتے ہیں یہ گویا خدا ہی سے طلب امداد ہے۔ کیونکہ وہ ان کو مستقل سمجھ کر استمداد نہیں کرتے جو موہم شرک ہوتی۔ بلکہ انہی کو صرف واسطہ اور ذریعہ قرار دیتے ہیں (۲) ان کے اعتقاد کے پاک وبے لوث ہونے کا ثبوت یہ کہ ان کو منجانب اللہ امداد مل جاتی ہے۔ ورنہ اگر ان کا عقیدہ موہم شرک ہوتا تو الٹا ان پہ غضب نازل ہوتا اور ان پہ اس بلا کی گرفت اور سخت ہو جاتی (۳) اس امداد کے منجانب اللہ ہونے کا ثبوت یہ ہے۔ کہ بعض اوقات ان محبوبان خدا کو جن سے استمداد کی جاتی ہے اس امداد وکاروائی کی خبر ہی نہیں ہوتی۔ کیونکہ بامر حق دیگر ارواح طیبہ یا ملائکہ یا ان محبوبان کی صورت مثالیہ حاضر ہو کر امداد کر دیتی ہیں۔

شیخ عبدالحق محدّث دہلوی کی تحقیق دربارہ استمداد

ہندوستان کے نامور محدث حضرت المجدد کے ہم عصر شاہجہان بادشاہ کے مفتی اعظم اور قاضی القضاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق زار شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

و در استعانت و استمداد از قبور فقہاء را سخن ست ایشاں گویند کہ زیارت قبور در غیر انبیاء علیہم السلام از برائے عبرت و اعتبار و تذکرہ موت بود یا برائے ایصال نفع و استغفار برائے موتیٰ باشد چنانچہ فعل آنحضرت در زیارت بقیع بصحت رسیدہ است۔ و مشائخ صوفیہ قدس اللہ اسرارہم گویند کہ تصرف بعضے اولیا در عالم برزخ دائم و باقی ست و توسل و استمداد بارواح مقدسہ ایشاں ثابت و موثر و امام حجۃ الاسلام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ مے گویند کہ ہر کہ در حیات وے بوے توسل و تبرک جویند بعد از موتش نیز تواں جست و ایں سخن موافق دلیل ست چہ بقائے روح بعد از موت بدلالت احادیث و اجماع علماء ثابت است و متصرف در حیات و بعد از ممات روح ست نہ بدن و متصرف حقیقی حق تعالیٰ ست و ولایت عبارت از فنا فی اللہ و بقا بدو ست و ایں نسبت بعد از موت اتم و اکمل است و نزد ارباب کشف و تحقیق مقابلہ روح زائر بارواح مزور موجب انعکاس رشحہ لمعات انوار و اسرار مثود در رنگ مقابلہ مرآت با مرآت و اولیاء را

قبروں سے اعانت ومدد چاہنے کے بارہ میں فقہا کو کلام ہے یہ کہتے ہیں کہ قبروں کی زیارت جو انبیاء کی نہ ہوں عبرت ونصیحت اور یاد موت کے لئے ہوتی ہے یا مردوں کو نفع پہنچانے اور ان کے لئے بخشش مانگنے کی غرض سے ہوتی ہے چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا فعل بقیع کی زیارت میں ثابت ہو چکا ہے اور مشائخ صوفیہ قدس اللہ اسرارہم کہتے ہیں کہ بعض اولیا کا تصرف عالم برزخ میں دائم اور قائم ہے اور ان کی پاک روحوں سے توسل واستمداد کرنا ثابت اور موثر ہے اور امام حجۃ الاسلام محمد غزالیؒ فرماتے ہیں۔ کہ جس بزرگ سے اس کی زندگی میں توسل اور تبرک چاہیں اس کی موت کے بعد بھی طلب کر سکتے ہیں۔ اور یہ بات دلیل کے موافق ہے کیونکہ موت کے بعد روح کا باقی رہنا احادیث کی دلالت اور اجماع علماء سے ثابت ہے اور متصرف زندگی میں اور مرنے کے بعد روح ہے نہ کہ بدن اور متصرف حقیقی حق تعالےٰ ہے اور ولایت سے

ابدان مکتسبہ مثالیہ نیز بود کہ بداں ظہور نمایند وامداد و ارشاد طالبان کنند ومنکران را دلیل وبرہان بر انکار آں نیست یکے از مشائخ گفتہ است کہ چہار کس از اولیاء را دیدم کہ در قبر خود تصرف مے کنند مثل تصرف ایشاں در حالت حیات یا بیشتر از ایں جملہ شیخ معروف کرخی و شیخ عبدالقادر جیلانی و دیگر را از اولیاء نیز شمردہ (رسالہ تکمیل الایمان)

مراد فنا فی اللہ اور بقا باللہ ہے۔ اور یہ نسبت موت کے بعد اتم اور اکمل ہے اور اہل کشف و تحقیق کے نزدیک اشیاء کی روح کا مقابلہ مزور کی ارواح سے انوار و اسرار کی روشنی کی شعاعوں کا عکس پڑنے کا موجب ہوتا ہے جیسے ایک آئینے کے ساتھ دوسرے آئینے کا مقابلہ اور اولیاء کے لئے جسم حاصل کردہ مثالیہ بھی ہوتے ہیں جن کے ساتھ وہ ظہور کرتے ہیں اور طالبوں کو ارشاد اور ان کی امداد کرتے ہیں اور منکروں کے پاس اس کے انکار پر کوئی دلیل و برہان نہیں۔ مشائخ میں سے ایک نے کہا ہے کہ وہ اپنی قبر میں تصرف کرتے ہیں جس طرح زندگی میں تصرف کرتے تھے۔ یا زیادہ۔ منجملہ ان کے شیخ معروف کرخی اور شیخ عبدالقادر جیلانی اور دوسرے بزرگوں کو بھی شمار کیا ہے۔

مولوی اشرف علی تھانوی کا فتویٰ دربارہ جواز استمداد

سوال: طریق اربعین یعنی چلہ میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ضیاء القلوب صفحہ ۵۵ میں تحریر فرماتے ہیں۔ استعانت و استمداد از ارواح مشائخ طریقت بواسطہ مرشد خود کردہ الخ استعانت و استمداد کے الفاظ ذرا کھٹکتے ہیں غیر اللہ سے استعانت و استمداد بطریق جائز کس طرح کرتے ہیں خالی الذہن ہونے کی تاویل کی توجیہ بالکل جی کو نہیں لگتی ایسی بات ارشاد ہو جس سے قلب کو تشویش نہ رہے۔

الجواب: (۱) جو استعانت و استمداد بالمخلوق باعتقاد علم و قدرت مستقل مستمد منہ ہو شرک ہے اور (۲) جو باعتقاد علم و قدرت غیر مستقل ہو مگر وہ علم و قدرت کسی دلیل صحیح سے ثابت نہ ہو معصیت ہے اور (۳) جو باعتقاد علم و قدرت غیر مستقل ہو اور وہ علم و قدرت کسی دلیل سے ثابت ہو جائز ہے خواہ وہ مستمد منہ حی یا میت اور (۴) جو استمداد بلا اعتقاد علم و قدرت ہو نہ مستقل نہ غیر مستقل پس اگر طریق استمداد مفید ہو تب بھی جائز ہے۔ جیسے استمداد بالنار والماء والواقعات التاریخیہ (۵) ورنہ لغو ہے۔ یہ کل پانچ قسمیں ہوئیں پس استمداد از ارواح مشائخ صاحب کشف الارواح کے لئے قسم ثالث ہے اور غیر صاحب کشف کیلئے محض ان حضرات کے تصور و تذکرہ سے قسم رابع ہے کیونکہ اچھے لوگوں کے خیال کرنے سے ان کو اتباع کی ہمت ہوتی ہے اور طریق مفید ہے اور غیر صاحب کشف کے لئے قسم خامس ہے (فتاویٰ اشرفیہ جلد دوم)

بعض لوگ انبیاء و اولیا سے مدد مانگنے کو شرک کہتے ہیں اور وہ اپنے دعوے میں بالعموم یہ آیت پیش کیا کرتے ہیں۔

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰؤُلَاءِ شُفَعَاءُ نَا عِنْدَ اللّٰهِ ط (سورہ یونس رکوع ۲)

اور جو اللہ کے سوا ایسی چیز کو پوجتے ہیں یعنی بتوں کو۔ وہ انہیں نہ ضرر پہنچا سکتے ہیں اور نہ نفع اور کہتے ہیں کہ یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ تعالیٰ کے پاس۔

اس آیت سے انبیاء و اولیا سے مدد مانگنے کی ممانعت ثابت کرنا صریحاً قرآن مجید کی تحریف کرنا ہے۔ کیونکہ یہ آیت بتوں کے بے نفع اور بے ضرر ہونے پر دلالت کرتی ہے کہ بت محض بے اختیار ہیں وہ کوئی نفع و ضرر نہیں پہنچا سکتے۔ لہٰذا اس کو انبیاء و اولیا پر چسپاں کرنا کفر ہے۔ کیونکہ انبیاء و اولیا کی شفاعت اور نفع و ضرر احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

براہِ راست انبیاء و اولیا سے مدد مانگنا

انبیاء و اولیا سے براہِ راست مانگنا بھی جائز ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

(۱) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اُطْلُبُوا الْحَوَائِجَ اِلٰی ذَوِی الرَّحْمَةِ مِنْ اُمَّتِیْ تُرْزَقُوْا وَتُنْجِحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَقُوْلُ رَحْمَتِیْ فِیْ ذَوِی الرَّحْمَةِ مِنْ عِبَادِیْ وَلَا تَطْلُبُوا الْحَوَائِجَ عِنْدَ الْقَاسِیَةِ قُلُوْبُهُمْ فَلَا تُرْزَقُوْا وَلَا تُنْجِحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَقُوْلُ اِنَّ سَخَطِیْ فِیْهِمْ ٥ (رواہ الطبرانی)

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ اپنی حاجتوں کو میری اُمت کے مہربان لوگوں سے مانگو (یعنی نرم دل لوگوں سے) کہ تم دیے جاؤ گے (اپنا مقصد) اور تمہاری حاجتیں پوری کی جائیں گی بیشک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری رحمت میرے مہربان بندوں میں ہے اور اپنی حاجتوں کو سخت دل والوں سے نہ مانگو کہ نہ دیے جاؤ گے اور نہ پوری کی جائیں گی بیشک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بیشک میری ناخوشی ان میں ہے۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ انبیاء و اولیا سے مدد مانگنا جائز ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کئے ہوئے خزانے سے طالبوں کو مرحمت فرماتے ہیں۔

(۱) عَنْ عُتْبَةَ بْنِ غَزْوَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَرَادَ عَوْنًا فَلْيَقُلْ يَا عِبَادَ اللّٰهِ اَعِيْنُوْنِيْ يَا عِبَادَ اللّٰهِ اَعِيْنُوْنِيْ يَا عِبَادَ اللّٰهِ اَعِيْنُوْنِيْ وَقَدْ جُرِّبَ ذٰلِكَ (رواہ الطبرانی)

عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو چاہے مدد تو چاہئے کہ کہے۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ طبرانی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ تحقیق یہ بات بارہا آزمائی گئی۔

(۲) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا انْفَلَتَتْ دَابَّةُ اَحَدِكُمْ بِاَرْضِ فَلَاةٍ فَلْيُنَادِ اَعِيْنُوْنِيْ يَا عِبَادَ اللّٰهِ رَحِمَكُمُ اللّٰهُ (رواہ البزار)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب کسی کا جانور بیابان میں بھاگ جائے تو چاہئے کہ پکارے اے خدا کے بندو میری مدد کرو۔ اللہ تم پر رحم کرے۔ (حصن حصین)

دیکھئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود آیت اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کے غیر اللہ سے مدد مانگنے کے لئے ارشاد فرمایا۔

(۳) بہجۃ الاسرار میں ہے کہ شیخ ابو عمرو عثمان صریفینی اور شیخ ابو محمد عبدالحق حریمی رحمۃ اللہ علیہما سے روایت ہے کہ ہم بغداد میں اپنے شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے مدرسہ میں اتوار کے روز بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے ہمارے سامنے کھڑے ہو کر اپنی کھڑاؤں میں وضو کیا اور دوگانہ ادا کیا۔ جب سلام پھیرا تو بڑے زور سے نعرہ مار کر اپنی کھڑاؤں کو اٹھا کر اونچا پھینک دیا۔ وہ ہماری آنکھوں سے فوراً اوجھل ہو گئی پھر آپ نے دوبارہ نعرہ مار کر دوسری کھڑاؤں کو پھینک دیا۔ وہ بھی ہماری آنکھوں سے بہت جلد غائب ہو گئی۔ پھر آپ آرام سے بیٹھ گئے کسی کو آپ سے کچھ پوچھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ کچھ عرصہ کے بعد عجم کے شہروں سے ایک قافلہ آیا اور کہنے لگا کہ ہمارے پاس شیخ کی نذر ہے۔ ہم نے حضرت سے اجازت مانگی کہ کیا ان سے نذر لے لیں۔ آپ نے فرمایا۔ بیشک لے لو۔ چنانچہ انہوں نے ایک سیر ریشم اور چند ریشمی کپڑے کچھ سونا اور شیخ کی دو کھڑائیں لا کر دے دیں۔ ہم نے ان سے پوچھا کہ تم کو یہ کھڑائیں کہاں سے ملیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم اتوار کے روز چلے جا رہے تھے کہ راستہ میں ہم پر عرب کے لوگ حملہ آور ہوئے۔ انہوں نے ہمارا تمام مال و متاع لوٹ لیا اور ہم میں سے بعض کو مار ڈالا اور بعض کو زخمی کیا۔ پھر وہ جنگل کی طرف چل دئے ہم بھی ان کے پیچھے پیچھے ہو گئے۔ وہ ایک جگہ ٹھہر کر مال و اسباب آپس میں تقسیم کرنے لگے۔ ذرہ سے ہم بھی

دیکھ رہے تھے ۔ اچانک ہمارے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر اس وقت ہم شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی سے فریاد کریں اور ان سے امداد طلب کریں ۔ ممکن ہے کہ آپ کی روحانی امداد سے ہم کو فائدہ پہنچے ۔ بنابریں ہم نے اپنے مال میں سے کچھ حصہ نذر مانا کہ اگر ہم کو ہمارا تمام مال و اسباب واپس مل جائے اور ہم بھی صحیح سالم رہیں تو یہ سب کچھ ادا کر دیں گے ۔ چنانچہ ہم نے شیخ سے فریاد کرنی شروع کی ۔ یا شیخ عبد القادر جیلانی المدد جب ہم تھوڑی دیر تک یہ وظیفہ پڑھتے رہے تو اچانک ایسی مہیب آواز آئی کہ تمام لوگ کانپ اٹھے اور خوف زدہ ہو گئے اور جنگل میں گونج اٹھا ہم نے اس وقت یہ خیال کیا کہ شاید ان لٹیروں کو لوٹنے کے لئے کوئی اور زبردست لٹیرے آگئے ہیں جس سے یہ شور و غل پیدا ہوا ہے ۔ ابھی ہم اپنی خیالوں ہی میں تھے کہ چند آدمی اُن کی طرف سے ہمارے پاس دوڑتے ہوئے آئے اور کہنے لگے کہ اٹھو ہمارے ساتھ چلو اور اپنا تمام مال و متاع گن کر لے لو ۔ اور جو مصیبت اس وقت ہم پر نازل ہوئی ہے ۔ اس کو دیکھو ۔ چنانچہ ہم ان کے ساتھ وہاں گئے تو اس جگہ پہنچ کر کیا دیکھتے ہیں ۔ کہ ان لٹیروں کے دو سردار مرے پڑے ہیں اور ان دونوں کے پاس ایک ایک گیلی کھڑاؤں پڑی ہوئی ہے ۔ الغرض انھوں نے ہمارا مال و اسباب سب کا سب واپس دیکر کہا کہ یہ کوئی راز ہے جسکو ہم نہیں سمجھ سکتے ۔ کسی اللہ کے مقبول بندے نے تمہاری یہ امداد کی ہے ۔ ہم نے کنایۃً اس راز کا انکشاف کیا ۔ جب ان لٹیروں نے حضرت غوث کی یہ کرامت دیکھی تو سچے دل سے تائب ہو کر آپ کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر آپ کے غلاموں میں داخل ہو گئے ۔ خدا کی شان یہ ڈاکو زہد و ریاضت کر کے حضرت کی توجہ سے ولی اللہ ہو گئے ۔

بستان المحدثین میں شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ ابو العباس احمد زروق رحمۃ اللہ علیہ کے یہ دو شعر تحریر کئے ہیں ۔

أَنَا لِمُرِيْدِيْ جَامِعٌ لِشَتَاتِهٖ
میں اپنے مرید کا اسکی پراگندگیوں میں جامع ہوں

إِذَا مَا سَطَا جَوْرُ الزَّمَانِ بِنَكْبَتِهٖ
جبکہ جور زمانہ سختیوں کے ساتھ اس پر حملہ کرے

وَإِنْ كُنْتَ فِيْ ضِيْقٍ وَكَرْبٍ وَوَحْشَةٍ
اور اگر تنگی و سختی و وحشت میں ہو

فَنَادِ بِيَا زَرُّوْقُ آتِ بِسُرْعَتِهٖ
تو یا زروق کہہ کر پکار میں جلد آؤں گا

اولیاء اللہ کا فیض جس طرح اُن کی دنیوی زندگی میں تھا وصال کے بعد بھی بدستور جاری ہے لہذا اُن کی قبروں کی زیارت کے لئے جانا اور اُن سے امداد مانگنا سلف صالحین کا طریقہ ہے ۔ سیکڑوں حاجتمند لوگ فیض یاب ہو چکے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ ہوتے رہیں گے ۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات میں تحریر فرماتے ہیں :۔

حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ گفتہ ہر کہ استمداد کردہ شود بوے در حیات استمداد کردہ مے شود بوے بعد وفات

حجۃ الاسلام امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جس کے ساتھ استمداد کی جاتی ہے۔ زندگی میں۔ اس سے استمداد کی جاتی ہے بعد وفات کے بھی۔

شیخ صاحب موصوف ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں:۔

سیدی احمد زروق کہ از اعاظم فقہا وعلما مشائخ دیار مغرب است گفت کہ از روزے شیخ ابو العباس حضرمی از من پرسید کہ امدادِ حی اقوی است یا امدادِ میت من گفتم کہ قومے میگویند کہ امدادِ حی قوی ترست و من میگوئم کہ امداد میت قوی تر است پس شیخ گفت نعم زیرا کہ وے در بساط حق است و در حضرت اوست

سیدی احمد زروق جو بڑے فقہا اور علماء اور مشائخ دیار مغرب سے ہیں فرماتے ہیں کہ ایک روز شیخ ابو العباس حضرمی نے مجھ سے پوچھا کہ مدد کرنا زندہ کا زیادہ قوی ہے یا مُردہ کا۔ میں نے جواب دیا کہ ایک قوم کہتی ہے کہ امداد زندہ کی زیادہ قوی ہے۔ اور میں کہتا ہوں کہ امداد میت کی زیادہ قوی ہے۔ شیخ نے فرمایا۔ ہاں ٹھیک ہے۔ کیونکہ وہ بساطِ حق پر ہے اور اس کے دربار میں حاضر ہے۔

بعض عارفوں نے ذکر کیا ہے کہ ولی اللہ کی بزرگی انتقال کے بعد زیادہ ہو جاتی ہے حالتِ زندگی کے اعتبار سے کیونکہ اُن کے تعلقات مخلوق سے منقطع ہو جاتے ہیں اور اُن کی رُوح کو خاص اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہو جاتا ہے پس اللہ تعالیٰ اُن کو یہ عزت و بزرگی دیتا ہے کہ اُن کے ذریعہ جو لوگ اپنی حاجت کو چاہنے والے ہیں۔ اُن کی حاجت کو پوری کر دیں۔ (مشارق الانوار ص۵۸)

اولیاء اللہ کی قبروں کی زیارت کا فائدہ

اولیاء اللہ کی قبروں کی زیارت کرنے کا یہ فائدہ ہے کہ اُن کے مرادیں حاصل ہوتی ہیں اور دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ چنانچہ مشارق الانوار میں ہے:

شعرانی رحمۃ اللہ علیہ بعض مشائخ سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک ولی کی قبر پر فرشتہ کو مقرر کر دیتا ہے جو زائرین کی حاجات کو پوری کر دیتا ہے اور کبھی کبھی وہ بزرگ خود لوگوں کی حاجت کو پوری کر دیتے ہیں۔ کیونکہ عالم برزخ میں اُن کے اختیارات وسیع ہو جاتے ہیں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ کا آنا جانا ان کی روح کے لئے آسان ہو جاتا ہے اور جو بزرگ زائرین کی حاجت کو خود پورا کرتے ہیں اُن کو اس کا اس قدر ثواب ملتا ہے جس قدر ان کو عالم برزخ میں نماز پڑھنے کا ثواب ملتا ہے (شرح القصد)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہمعات میں تحریر فرماتے ہیں :-

بزیارت قبر ایشاں روند و زیارت انجا انجذاب دریوزہ کنند۔	اولیاء اللہ کی قبروں کی زیارت کرے اور وہاں سے حصول جذب کی بھیک مانگے۔

اہل روم کا ابو ایوب انصاری صحابی کی قبر سے مدد مانگنا	حدیث میں ہے کہ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ امیر معاویہ کی خلافت کے زمانہ میں یزید کے ہمراہ قسطنطنیہ میں لڑنے کو گئے تھے اور وہیں

شہید ہو گئے مسلمانوں نے ان کو شہر پناہ کی جڑ میں دفن کر دیا۔ راوی کہتا ہے کہ لوگ ہمیشہ ان کی قبر کی زیارت کو جاتے ہیں اور جب قحط پڑتا ہے تو ان کی قبر پر جا کر پانی مانگتے ہیں (حاکم واسد الغابہ)

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ روم کے رہنے والے ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کو قحط کے وقت طلب باراں کا ذریعہ قرار دیتے تھے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات میں چار ایسے اشخاص کا نام مبارک لکھتے ہیں جو اپنی قبروں میں اسی طرح تصرف کرتے ہیں۔ جس طرح زندگی میں کرتے تھے - (۱) شیخ طفیل منبجی (۲) شیخ حیات بن قیس حرانی (۳) شیخ عبد القادر جیلانی (۴) شیخ معروف کرخی - یہ روایت راقم نے کتاب شذرات الذہب فی احوال من ذہب میں بھی دیکھی ہے مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ رسالہ ہمعات میں تحریر فرماتے ہیں :-

شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی در قبر خود مثل احیا تصرف میکنند۔	شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی قبر میں زندوں کی طرح تصرف فرماتے ہیں۔

علامہ ابن جوزی محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کتاب صفوۃ الصفوۃ میں تحریر فرماتے ہیں :

عَنْ اَحْمَدَ بْنِ الْفَتْحِ قَالَ سَاَلْتُ بِشْرًا عَنْ مَعْرُوْفِ الْكَرْخِيِّ قَالَ ... كَمَنْ كَانَتْ لَهٗ حَاجَةٌ فَلْيَاْتِ قَبْرَهٗ وَيَدْعُ فَاِنَّهٗ يُسْتَجَابُ لَهٗ اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى	احمد بن فتح سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا میں نے بشر حافی تابعی سے معروف کرخی کا حال پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ... اگر کسی کو کچھ حاجت ہو تو اس کو چاہئے کہ ان کی قبر پر جائے اور دعا کرے انشاء اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول ہوگی۔

تذکرۃ الاولیاء میں ہے کہ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے

فرمایا کہ جب تجھے اللہ تعالیٰ سے کوئی حاجت ہو تو اس کو قسم دے کہ یا اللہ بحقِ معروف کرخی میری حاجت کو پورا کر۔ قبول ہوگی۔

ان چار کے علاوہ کئی اور بزرگ ہیں جن کے تصرفات بعد وفات ثابت ہیں یعنی:۔

(۵) امام موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک۔ چنانچہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام موسیٰ کاظم کی قبر مبارک دعا کے قبول ہونے کے لئے تریاق ہے۔

(۶) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک۔ چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کی قبر مبارک دعا کے قبول ہونے کے لئے تریاق ہے۔

مرقات میں ہے کہ بڑے بڑے علماؤ فضلا حاجت مند امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک پر آتے اور اپنی حاجتوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ پکڑتے اور بانیلِ مرام واپس جاتے۔ اُن میں سے ایک امام شافعی بھی ہیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:۔

اِنِّی اَتَبَرَّکُ بِاَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَ اَجِیُٔ اِلٰی قَبْرِہٖ فَاِذَا عَرَضَتْ لِیْ حَاجَۃٌ صَلَّیْتُ رَکْعَتَیْنِ وَسَأَلْتُ اللّٰہَ تَعَالٰی عِنْدَ قَبْرِہٖ وَتَقْضِیْ سَرِیْعًا (ردالمحتار)	میں امام صاحب کی قبر مبارک سے برکت حاصل کرتا ہوں اور جب ضرورت پیش آتی ہے تو امام صاحب کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر دو رکعت نماز نفل گزارتا ہوں تو اللہ تعالیٰ صاحبِ قبر کی برکت سے میری حاجت پوری کر دیتا ہے۔ (خیرات الحسان)

(۷) ابی اسحٰق ابراہیم بن شہریار گازرونی کی قبر مبارک چنانچہ منقول ہے کہ آپ کی قبر مبارک قبولیت دعا کے واسطے تریاقِ اکبر ہے جس نے آپ کے طفیل سے بدرگاہ رب العلمین دعا مانگی۔ اس کی مراد بر آئی۔

(۸) شیخ ابوالحسن خرقانی کی قبر مبارک۔ چنانچہ تذکرۃ الاولیا میں ہے کہ آپ نے وفات کے وقت فرمایا۔ جو کوئی میری قبر کے پتھر پر ہاتھ رکھ کر حاجت طلب کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی مراد بر لائے گا۔

(۹) شیخ ابو نصر سراج رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی میں فرمایا تھا کہ جو جنازہ میری قبر کے پاس لایا جائے گا بخشا جائے گا۔ چنانچہ اب تک طوس میں یہ رسم ہے کہ ہر جنازے کو پہلے آپ کے روضۂ مبارک کے پاس لا کر رکھتے ہیں۔ پھر دفن کرتے ہیں (تذکرۃ الاولیاء)

ان کے علاوہ اور بھی بے شمار بزرگوں کی قبریں ہیں۔ جن سے لوگ فیض و برکت حاصل کر رہے ہیں۔ مثلاً لاہور میں حضرت علی ہجویری۔ بمقام میترانوالی ضلع سیالکوٹ میں راقم الحروف کے والد حضرت مولانا فتح علی نقشبندی قادری اجمیر شریف میں خواجہ معین الدین چشتی۔ سرہند شریف میں سید احمد مجدد الف ثانی۔ دہلی میں حضرت باقی باللہ و حضرت

نظام الدین کلیر شریف میں حضرت علاؤ الدین صابر - پچھرہ شریف میں حضرت نور محمد وفقیر محمد وغیرہ -

استفاضہ از قبور الاولیاء اور زیارت قبور اولیا کا طریقہ

مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

گاہ کہ برائے زیارت قبرے از عوام مومنین برود اول پشت بقبلہ رو بسینہ میت نماید و سورہ فاتحہ یکبار و اخلاص سہ بار و در وقت آمدن بمقبرہ ایں الفاظ گوید السلام علیکم اهل الدیار من المومنین یغفر الله لنا و لکم و انا ان شاء الله بکم اللاحقون - واگر قبرے بزرگے از اولیا وصلحا باشد رو بسوئے سینۂ آں بزرگ کردہ - بنشیند و بست ویکبار بچہار ضرب سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰئِكَةِ وَالرُّوحِ گوید۔ و سورہ انا انزلناہ سہ بار بخواند و دل را از خطرات خلاص کردہ مقابل سینہ آں بزرگ آرد و برکات در دل ایں زیارت کنندہ خواہد رسید (فتاوی عزیزی)

جب عام مومنوں میں سے کسی کی قبر کی زیارت کے لئے جائے تو قبلہ کی طرف پشت کر کے میت کے سینے کی طرف منہ کرے اور سورہ فاتحہ ایکبار اور سورہ اخلاص تین بار پڑھے اور قبرستان میں آنے کے وقت یہ الفاظ کہے "سلام ہو تم پر اے اس مقام والو مومنوں اور مسلمانوں سے اللہ تعالی ہم کو اور تم کو بخشدے اور ہم انشاءاللہ تمہارے ساتھ آ ملنے والے ہیں اور اگر اولیاء وصلحا میں سے کسی بزرگ کی قبر ہو - تو اپنا منہ اس کے سینے کی طرف کر کے بیٹھ جائے اور اکیس بار چار ضربوں کے ساتھ کہے سبوح قدوس ربنا ورب الملئكة والروح - اور سورہ انا انزلناہ تین بار پڑھے اور دل کو خطرات سے پاک کر کے اس بزرگ کے سینے کے مقابل لائے تو اس زیارت کرنے والے کے دل میں اس بزرگ کی برکات پہنچیں گی -

طریق استمداد

حضرت شاہ صاحب موصوف فتاوی عزیزی جلد اول میں تحریر فرماتے ہیں :-

بعضے از اہل قبور مشہور بکمال اند و کمال ایشاں بتواتر شدہ طریق استمداد از ایشاں آن است کہ جانب سر قبر رو سورہ بقر انگشت بقبر نہادہ تا مُفْلِحُونَ بخواند باز بطرف پائین قبر بیاید و امن الرسول تا آخر سورہ بخواند و بزبان گوید "اے حضرت من برائے فلاں کار در جناب الہی التجائے کنم و دعائے شما نیز بدعا و شفاعت امداد من نمائید

بعض اہل قبور کمال کے ساتھ مشہور ہیں اور ان کا کمال متواتر ہو چکا ہے۔ تو ان سے مدد طلب کرنے کا طریق یہ ہے کہ انکی قبر کے سرہانے قبر پر انگلی رکھ کر سورہ بقر مفلحون تک پڑھے پھر پائنتی کی طرف آئے اور آمن الرسول آخر سورۃ تک پڑھے اور زبان سے کہے اے حضرت میں فلاں کام کے لئے جناب الہی میں التجا کرتا ہوں اور دعا آپ بھی دعا اور شفاعت سے

بازروبقبلہ آردو مطلوب خودرا از جناب باری خواہد و کسانیکہ کمال ایشاں معلوم نیست و مشہور و متواتر نشدہ دریافت کمال آنہا بایں طریق ست کہ بعد از فاتحہ و درود و ذکر سبوح دل خود را مقابلہ سینہ مقبور بدارد اگر راحت و تسکین و نور ے دریافت کنند بداند کہ ایں قبر از اہل صلاح و کمال ست لائق استمداد از مشہورین باید کرد۔ (رسالہ فیض عام)

میری امداد کرو پھر رو بقبلہ ہو اور اپنا مطلوب جناب باری سے چاہیے۔ اور جن کمال معلوم نہیں اور شہرت و تواتر کو نہیں پہنچا۔ ان کے کمال کے دریافت کا وہی طریقہ ہے کہ فاتحہ درود اور ذکر سبوح کے بعد اپنے دل کو صاحب قبر کے سینے کے مقابل کرے اگر راحت اور تسکین اور نور محسوس کرے تو سمجھے کہ یہ کسی اہل صلاح و کمال کی قبر ہے لیکن استمداد مشہور بزرگوں ہی سے کرنی چاہیئے۔

شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ ضمیمہ مقامات مظہریہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

یک بار یک پہلو شل شد استمداد از روح حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نمودم ہماں وقت صورت شریفہ ایشاں را معلق در ہوا دیدم کل آں بیماری را سلب نمودند۔

ایک بار میرا پہلو شل ہو گیا۔ میں نے حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی روح سے مدد چاہی اسی وقت حضرت کی صورت ہوا میں معلق نظر آئی۔ میری تمام بیماری سلب کر لی

انبیاء کی قبروں کا فیض

حضرت دانیال کے تابوت سے توسل حافظ ابن القیم اپنی کتاب اغاثۃ اللہفان میں نقل فرماتے ہیں کہ ابن اسحاق نے مغازی میں روایت کیا ہے کہ ابی العالیہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ جب ہم لوگوں نے شہر تستر کو فتح کیا تو ہرمز کے گھر میں ایک تخت ملا۔ جس پہ ایک مردہ تھا اور اس کے سرہانے ایک مصحف تھا۔ ہم اس مصحف کو حضرت عمر کے پاس لے گئے۔ انہوں نے کعب رضی اللہ عنہ کو بلایا اور اس کتاب کو عربی میں لکھوایا۔ پہلے میں نے اس کتاب کو پڑھ کر ابو العالیہ سے پوچھا کہ اس کتاب میں کیا لکھا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس کتاب میں تمہاری خصلتیں اور تمہارے حالات اور تمہاری گفتگو کے لہجے اور جو آئندہ ہونے والا ہے وہ سب کچھ لکھا ہوا ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ تم نے اس مردے کو کیا کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے دن کو تیرہ ۱۳ قبریں جدا جدا کھودیں۔ جب رات ہوئی تو ہم نے اس کو ایک قبر میں دفن کر دیا اور سب قبروں کو برابر کر دیا۔ اور یہ اس واسطے کیا کہ لوگ اصلی قبر

سے ناواقف رہیں اور کفن نہ چرائیں۔ پھر میں نے پوچھا کہ اُس مُردے کو کس اُمید پر رکھا تھا انہوں نے کہا کہ جب پانی نہیں برستا تھا تو اُس تابوت کو باہر نکالتے تھے تو پانی برستا تھا۔ پھر میں نے پوچھا کہ وہ مُردہ کون تھا انہوں نے کہا کہ وہ حضرت دانیال علیہ السلام تھے۔ پھر پوچھا۔ کہ ان کو لوگ کب سے رکھے ہوئے تھے۔ انہوں نے کہا کہ تین سو برس سے۔ پھر پوچھا کہ اُن کے جسم میں کچھ تغیر تو نہیں ہوا تھا۔ انہوں نے کہا۔ کچھ نہیں۔ صرف چند بال سر کے پیچھے سے خراب ہو گئے تھے۔ کیونکہ انبیا علیہم السلام کے جسم کو زمین بوسیدہ نہیں کر سکتی اور نہ ہی کو درندہ کھاتا ہے۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ انبیا کو دنیا میں اور بعد وصال کے حصول مطالب کے لئے ذریعہ کرنا ایک قدیم دستور تھا اسی واسطے حضرت دانیال علیہ السلام کی نعش کو تین سو برس تک رکھے رہے اور ان کی وساطت سے طلب باراں کرتے تھے۔ اگر یہ فعل شرک ہوتا تو صحابہ کرام صاف فرما دیتے کہ یہ شرک ہے۔

حضرت یوسف کے تابوت کی برکت تفسیر مظہری میں ہے کہ جب فرعون نے مصر میں بنی اسرائیل کو تنگ کرنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بھیجا کہ سب بنی اسرائیل کو لے کر راتوں رات مصر سے نکل جاؤ۔ موسیٰ علیہ السلام سب کو لے کر چل دئے۔ جب دریائے نیل پر پہنچے تو راستہ بھول گئے۔ بڑی کوشش کی گئی مگر پتہ نہ لگا۔ آپ نے پکار کر کہا کہ جو شخص اس بھید سے واقف ہو وہ آکر بتلائے۔ ایک بڑھیا نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ جب یوسف علیہ السلام کا انتقال ہونے لگا تھا تو انہوں نے اپنے بھائیوں کو وصیت فرمائی تھی کہ اگر کسی وقت تم لوگ مصر کا رستہ چھوڑو تو میرا تابوت جس میں میری لاش ہوگی اپنے ہمراہ لیجانا۔ ورنہ راستہ نہیں ملے گا۔ آپ نے پوچھا کہ وہ کہاں دفن ہے۔ اُس نے کہا کہ میں اس شرط پر بتلاتی ہوں کہ میری ایک بات کو مان لیا جائے۔ آپ نے پوچھا۔ وہ کیا ہے۔ کہنے لگی کہ وہ یہ ہے کہ میرا خاتمہ ایمان پر ہو اور بہشت میں جہاں آپ کو جگہ ملے وہیں میں بھی ہوں۔ آپ نے بارگاہ الٰہی میں یہ عرض کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اس سے اس کا اقرار کرلو ہم اس کی آرزو پوری کر دینگے۔ چنانچہ آپ نے اس بڑھیا سے اقرار کر لیا۔ اُس نے اسی وقت تابوت کا پتہ بتلا دیا کہ دریا کے بیچ اس جگہ دفن ہے انہوں نے وہاں سے فوراً تابوت نکال لیا اور اس کی برکت سے راستہ کا پتہ چل گیا۔

اس روایت سے تین مفید نتیجے نکلتے ہیں (۱) تابوت یوسفؑ نبی سے استمداد کرنے کی مشروعیت (۲) خود حضرت یوسفؑ کا اپنے تابوت سے استمداد کرنے کی وصیت کرنا (۳) بڑھیا کی حق پسندی کہ اپنے لئے کوئی دنیاوی مراد طلب نہیں کی بلکہ عقبےٰ کی نعمت چاہی۔

حضرت ابراہیم کا قبر سے نکل کر سائل کے لئے دعا کرنا علامہ احمد شہاب الدین حجر ہیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ فتاوے حدیثیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ۔

نَقَلَ الْيَافِعِيُّ وَغَيْرُهٗ عَنِ الشَّيْخِ الْكَبِيْرِ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰهِ الْقُرَشِیِّ اَنَّهٗ وَقَعَ بِمِصْرَ غَلَاءٌ كَبِيْرٌ فَتَوَجَّهَ لِلدُّعَاءِ بِرَفْعِهٖ فَقِيْلَ لَا تَدْعُ فَلَا يُسْمَعُ لِاَحَدٍ مِّنْكُمْ فِیْ هٰذَا الْاَمْرِ دُعَاءٌ فَسَافَرْتُ اِلَى الشَّامِ فَلَمَّا وَصَلْتُ اِلٰی قُرْبٍ مِّنْ ضَرِيْحِ الْخَلِيْلِ عَلَيْهِ وَعَلٰى نَبِيِّنَا اَفْضَلُ الصَّلٰوةِ وَالسَّلَامِ تَلَقَّانِیْ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اجْعَلْ ضِيَافَتِیْ عِنْدَكَ الدُّعَاءَ لِاَهْلِ مِصْرَ فَدَعَا لَهُمْ فَفَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُمْ ۔

امام یافعی وغیرہ نے شیخ کبیر ابو عبداللہ قرشی سے نقل کیا کہ مصر میں بڑی گرانی واقع ہوئی تو شیخ دعا کے لئے متوجہ ہوئے اس پر آپ سے کہا گیا کہ تم دعا نہ کرو۔ اس باب میں تم میں سے کسی کی سنی نہ جائے گی شیخ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے شام کی طرف سفر کیا۔ جب میں ابراہیم خلیل اللہ کے مزار مبارک کے قریب پہنچا تو آپ نے مجھ سے ملاقات فرمائی۔ میں نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول آپ میری میزبانی و ضیافت میں اہل مصر کے کے لئے دعا فرمائیں۔ آپ نے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے وہ گرانی رفع کر دی۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ انبیاء زندہ ہیں اور وہ زائرین کو بظاہر بھی ملتے ہیں اور مدد بھی کرتے ہیں اور ان کی برکت سے کشائش رزق ہوتا ہے۔

روضۂ رسول سے امداد مانگنا

(۱) انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر بہت سے اشعار پڑھے جن کا پہلا شعر یہ تھا۔

اَتَيْنَاكَ وَالْعَذْرَاءُ يَدْمٰى لَبَانُهَا ۔ وَقَدْ شَغَلَتْ اُمُّ الصَّبِیِّ عَنِ الطِّفْلِ

ہم حضور کے پاس اس حال میں آئے ہیں کہ کنواری لڑکیوں کے سینے سے خون بہ رہا ہے اور بچے والیاں بچوں سے غافل ہو گئی ہیں

یہاں تک کہ ان شعروں میں یہ بھی پڑھا:

وَلَيْسَ لَنَا اِلَّا اِلَيْكَ فِرَارُنَا ۔ وَاَيْنَ فِرَارُ الْخَلْقِ اِلَّا اِلَى الرُّسُلِ

حضور کے سوا ہمارا کہیں ٹھکانا نہیں ہے ۔ اور مخلوق بھاگے تو پیغمبروں کے پاس کہاں بھاگے

اور آپ نے کوئی انکار نہ فرمایا بلکہ حضرت انس فرماتے ہیں کہ جب اعرابی نے وہ شعر پڑھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی التجا کے موافق خوشی اور عجلت کے ساتھ چادر مبارک کھینچتے ہوئے اٹھے اور منبر پر چڑھ کر خطبہ پڑھا اور مدینہ کے لئے دعا فرمائی ابھی دعا تمام نہیں ہوئی تھی کہ مینہ برسنا شروع ہو گیا (بیہقی)

صحیح بخاری ہے کہ جب اعرابی نے آپ سے قحط کی شکایت کی تو آپ نے دعا کی اور مینہ برسا پھر آپ نے فرمایا کہ اگر ابوطالب زندہ ہوتے تو بیشک ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔ کون ان کا شعر ہمیں سناتا ہے"۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ابوطالب کا وہ شعر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد تھی پڑھ کر سنایا اور وہ شعر یہ تھا۔

وَاَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِلْاَرَامِلِ

یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور خوشی و شادمانی سے دمکنے لگا (بیہقی)

اگر یہ شرک ہوتا تو آپ اس سے کبھی خوش نہ ہوتے اور ابوطالب کے قصیدہ گوئی کا منشا جس کا وہ شعر ہے جسے حضور نے پڑھوا کر سنا یہ تھا کہ قریش حضور کے نبی ہونے سے پیشتر ایک بار قحط میں مبتلا ہوئے تو ابوطالب نے حضور کے توسل سے تمام قریش کے سامنے مینہ مانگا تھا۔ حق تعالیٰ نے بڑے زور کا مینہ برسایا تھا۔ اس پر ابوطالب نے یہ قصیدہ حضور کی مدح میں تصنیف کیا تھا۔

(۳) صحابہ کرام روضۂ رسول کے توسل سے بارش طلب کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حدیث میں ہے:۔

قُحِطَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ قَحْطًا شَدِيْدًا فَشَكَوْا اِلٰى عَائِشَةَ فَقَالَتْ اُنْظُرُوْا اِلٰى قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاجْعَلُوْا مِنْهُ كُوًى اِلَى السَّمَاءِ حَتّٰى لَا يَكُوْنَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ السَّمَاءِ سَقْفٌ فَفَعَلُوْا فَمُطِرُوْا۔

(رواہ الدارمی)

ابوالجوزاء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار مدینہ منورہ میں بہت سخت قحط پڑا صحابہ کرام عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت مبارکہ میں حاضر ہوئے اور اپنی مصیبت کا اظہار کیا۔ فرمایا کہ روضۂ مقدسہ پر جاؤ اور چھت میں سوراخ کر دو تاکہ رحمۃ للعالمین کے روضۂ مقدسہ کو دیکھ کر آسمان سے رحمت نازل ہو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا پس بارش ہوگئی۔

دیکھئے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ نہ فرمایا کہ دعا مانگو اور نہ ہی یہ کہا کہ نفل پڑھو یا قرآن مجید پڑھو بلکہ وہی کہا جو "پیر پرست" کہا کرتے ہیں کہ متبرک قبروں پر جاؤ۔ اگر قبروں پر جانا شرک ہوتا تو آپ ہرگز جانے کی اجازت نہ دیتیں۔ غرض اس روایت سے توسل بالفعل ثابت ہوا۔ اس کے معنی بھی بزبان حال یہ تھے۔ کہ یہ آپ کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر مبارک ہے جس کو ہم تلبس جسد نبوی کی وجہ سے متبرک سمجھتے ہیں اور ہی کی ملابس چیز موجب رحمت ہے۔ اس لئے ہم پر رحم فرمائیے۔

(۴) حضرت عمر کے خازن مالک الدار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے

زمانہ میں قحط پڑا - ایک شخص نے روضۂ رسول پر حاضر ہو کر قحط کی شکایت کی " یا رسول اللہ - اپنی امت کے واسطے اللہ تعالیٰ سے پانی مانگئے کہ وہ ہلاک ہو رہی ہے "! آپ نے خواب میں اس شخص سے فرمایا کہ تم حضرت عمر کے پاس جا کر اُن کو سلام کہو اور خبر دو کہ پانی برسے گا، ہوشیار رہو - وہ شخص خواب سے بیدار ہو کر حضرت عمر کے پاس آیا اور ان سے اپنا خواب بیان کیا - آپ زار زار رونے لگے - پھر بارگاہِ الٰہی میں عرض کی کہ یا اللہ میں قصور نہیں کرتا ہوں جہاں مجبور رہتا ہوں - (بیہقی - ابن ابی شیبہ - جذب القلوب)

اس روایت سے ایک اعرابی کا قحط کے دنوں میں طلب بارش کے لئے روضۂ مقدسہ پر جانا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کی استدعا کو قبول کر کے خواب میں یہ دکھلانا کہ حضرت عمرؓ سے کہدو کہ پانی برسے گا - اور پھر اُس اعرابی کا پیغام حضرت عمر کو پہنچانا اور حضرت عمر کا اس پیغام کو برحق تسلیم کرنا ثابت ہوتا ہے

(۴) محمد بن حرب ہلالی (بروایت عتبی) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں مدینہ منورہ میں جا کر روضۂ مقدسہ کی زیارت سے مشرف ہوا - تو وہاں ایک عجیب واقعہ دیکھا کہ ایک اعرابی وہاں کھڑا ہو کر یوں عرض کر رہا ہے - یا رسول اللہ - اللہ تعالیٰ نے ایک سچی کتاب آپ پر نازل فرمائی ہے - جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝

(سورۂ نساء ع ۷)

اور اگر وہ لوگ جبکہ ظلم کر چکے تھے اپنی جانوں پر، اے میرے حبیب! تمہارے پاس آتے پھر اللہ تعالیٰ سے (استغفار) کرتے اور رسول بھی (ان کے لئے) استغفار کرتے تو بے شک اللہ کو بخشنے والا مہربان پاتے -

لہٰذا میں اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوا آپ کو اپنا شفیع بنانے کے لئے آپ کے حضور میں حاضر ہوا ہوں - یہ کہہ کر وہ زار و قطار روتا ہوا یہ شعر پڑھتا تھا :-

يَا خَيْرَ مَنْ دُفِنَتْ فِي الْقَاعِ اَعْظُمُهٗ فَطَابَ مِنْ طِيْبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْاَكَمُ

اے بہترین ان لوگوں کے جن کی ہڈیاں اس ہموار زمین میں مدفون ہیں جن کی خوشبو کی لپٹ سے نشیب و فراز اس میدان کا معطر ہے -

رُوْحِيْ الْفِدَاءُ لِقَبْرٍ اَنْتَ سَاكِنُهٗ فِيْهِ الْعَفَافُ وَفِيْهِ الْجُوْدُ وَالْكَرَمُ

میری جان اُس قبر پر فدا ہو جس میں آپ رہتے ہیں - اس میں پرہیزگاری ہے اور جود و کرم ہے

محمد بن حرب فرماتے ہیں کہ پھر وہ اعرابی چلا گیا۔ میں نے خواب میں رسول اللہ کو دیکھا۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ اس اعرابی کو جا کر بشارت دو۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے تمام گناہ بخش دیئے۔
(ابن عساکر۔ ابن جوزی۔ ابن کثیر۔ مواہب اللدنیہ اور خلاصۃ الوفا)

اس روایت سے یہ ثابت ہوا کہ روضۂ مقدسہ پر جا کر عرض کرنے سے لوگوں کی مرادیں حاصل ہوتی ہیں گویا۔ وصال کے بعد آپ امور دینی اور دنیوی دونوں میں ذریعہ ہو سکتے ہیں۔

(۵) احمد بن محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں جنگل میں تین ماہ تک ادھر اُدھر پھرتا رہا۔ جس سے میں بیحد تھک گیا اور بھوک کی شدت سے بے تاب ہو گیا۔ لاچار مدینہ منورہ میں آکر روضہ مقدسہ پر حاضر ہوا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما پر سلام عرض کیا پھر میں آپ سے اپنی حالت کا اظہار کرتے ہوئے سو گیا۔ خواب میں آپ نے فرمایا۔ اے احمد کیا حال ہے۔ عرض کیا، یا حضرت میں بھوک سے بیتاب ہو کر آپ کا مہمان ہوں۔ آپ نے فرمایا ہاتھ بڑھاؤ۔ میں نے اپنا ہاتھ آپ کی طرف پھیلایا تو آپ نے چند درہم میرے ہاتھ میں رکھ دیئے۔ جب میں بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ درہم میرے ہاتھ میں بعینہٖ موجود ہیں۔ میں اسی وقت بازار کی طرف چلا گیا اور روٹی اور فالودہ لے کر خوب پیٹ بھر کر کھایا۔ پھر جنگل کی طرف واپس چلا آیا۔ (جذب القلوب)

(۶) ایک شخص مدینہ منورہ میں آکر پانچ روز تک ٹھیرا۔ لیکن کھانے کے لئے کہیں سے کچھ نہ ملا۔ آخر روضۂ مقدسہ پر حاضر ہو کر سلام کر کے عرض کیا "یا رسول اللہ میں آپ کا مہمان ہوں۔ یہ بار بار کہتے ہوئے سو گیا۔ وہ کہتا ہے کہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ آپ صحابہ سمیت تشریف لائے ہوئے ہیں مجھے حضرت علیؓ نے آکر فرمایا کہ اٹھ کھڑا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں! میں نے اٹھ کر اسی وقت آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ آپ نے مجھے ایک روٹی عطا فرمائی۔ جس کو میں کھاتے کھاتے جاگ پڑا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ آدھی روٹی میرے ہاتھ میں موجود ہے۔ (جذب القلوب۔ صفۃ الصفوۃ)

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں مہمان آکر کھانا کھاتے تھے۔ اسی طرح آپ کے وصال کے بعد بھی یہ فیض کا چشمہ جاری ہے۔

(۷) امام ابوبکر بن مقری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں اور طبرانی اور ابوالشیخ تینوں مدینہ منورہ میں پڑھا کرتے تھے۔ خرچ کی کمی کے باعث فاقہ پر فاقہ گزرنے لگا۔ ایک دن عشاء کے وقت میں نے روضۂ مقدسہ پر جا کر یوں عرض کی۔ یا رسول اللہ ہم بھوک سے بیتاب ہو گئے ہیں۔ اب آپ کے مہمان ہیں۔ یہ کہہ کر میں واپس چلا آیا۔ میں اور ابوالشیخ دونوں سو رہے مگر طبرانی جاگتا رہا۔ ایک مرد علوی نے آکر دستک دی جب دروازہ

کھولا تو دیکھا کہ دو شخص ہاتھوں میں دو طشتریاں کھانے اور چھواروں سے بھری ہوئی لئے کھڑے ہیں۔ انہوں نے ہم تینوں کے ساتھ مل کر کھانا کھایا۔ پھر فارغ البال ہونے کے بعد کہنے لگے کہ شاید تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں شکایت کی تھی۔ کیونکہ مجھے خواب میں آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ میرے مہمانوں کے پاس کھانا لے جا کر ان کے ساتھ کھاؤ۔ (دارمی۔ کتاب الوفا۔ جذب القلوب)

(۸) حافظ ابن قیم کتاب الکبائر فی السنۃ والبدعۃ میں تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ دمشقی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ہم اتفاق سے مدینہ منورہ میں گئے ہوئے تھے۔ ایک روز رباعی (سکہ) لیکر بازار میں آم خریدنے گئے۔ شیعہ دوکاندار نے ہمیں سُنی خیال کر کے کہا کہ اگر تم ابوبکر صدیق اور عمر خطاب پر لعنت کرو گے تو میں آم دوں گا۔ ورنہ نہیں۔ میں نے کہا کہ میں تو ایسا ہرگز نہیں کہوں گا۔ غرض کئی دفعہ ایسا ہی کہتا رہا مگر میں اس کو جواب دیتا رہا۔ آخر مجھے غصہ آگیا اور میں نے جوش میں آکر کہا کہ اللہ تعالیٰ اُس شخص پر لعنت کرے جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پر لعنت کرتا ہے۔ اس دوکاندار نے جونہی یہ کلمات میری زبان سے سُنے۔ اسی وقت میری آنکھوں پر ایک ایسا گھونسا مارا جس سے میری دونو آنکھیں باہر نکل آئیں اور میں اندھا ہو گیا۔ میں روتا ہوا روضہ رسولؐ پر جا کر یوں فریادی ہوا "یا رسول اللہ، میں مظلوم ہوں۔ آپ کے دروازے پر فریاد لے کر آیا ہوں۔ خدارا میری مدد کیجئے"۔ یہی کلمات بار بار کہتے ہوئے مجھے نیند سی آگئی خواب میں آپ نے میرے چہرے پر اپنا دست مبارک پھیرا صبح کو جب میں بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میری دونوں آنکھیں بالکل درست ہیں۔ گویا ان کو کبھی تکلیف ہی نہیں ہوئی تھی۔ میں نے آپ کا شکریہ ادا کیا اور وطن کو واپس چلا آیا۔ دوسرے سال پھر مجھے مدینہ منورہ میں جانے کا اتفاق ہوا۔ بازار میں چلتے ہوئے مجھے اُس دوکاندار نے پہچان کر آواز دی۔ میں نے اس کے پاس جا کر کہا۔ کہو کیا کہتے ہو۔ اُس نے کہا کہ کیا تو وہ شخص نہیں ہے جس کو میں نے مار کر اندھا کر دیا تھا؟ کہا بیشک میں وہی ہوں جس کی آنکھیں تُو نے پھوڑ ڈالی تھیں۔ اس پر وہ تعجب سے کہنے لگا، کہ پھر آنکھیں کس طرح درست ہوئیں۔ یہ تو ناممکن کام ہے۔ میں نے اپنے بینا ہونے کا تمام قصہ بتلایا۔ وہ یہ سُن کر مع اہل و عیال کے اپنے مذہب کو چھوڑ کر اہل سنت والجماعت میں داخل ہوا۔

یا محمد بمنِ بے سر و ساماں مددے
قبلۂ دیں مددے کعبۂ ایماں مددے

یا نبی کشتیٔ اُمت بکفِ ہمت تست
اندریں ورطۂ غم صدمۂ طوفاں مددے

ما گدائیم تو سلطانِ دو عالم شدہ
شاہِ شاہاں مددے شاہِ گدایاں مددے

لیس لی غیرک یا سید مکی مدنی
سوئیم افگن نظرے بر منِ حیراں مددے

عاصیم پر زگناہیم و غریبی داریم | رحم فرما بہ غریبیٔ غریبیاں مددے

(۹) علامہ یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ شواہد الحق میں تحریر فرماتے ہیں کہ قطب رفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ میں شرفِ حاضری پایا تو روضہ مبارک پر کھڑے ہو کر یہ اشعار پڑھے :-

فی حالۃ البعد روحی کنت ارسلہا | تقبل الارض عنی فہی نائبتی
وھذہ دولۃ الاشباح قد حضرت | فامدد یمینک کی تحظی بہا شفتی

اس کے بعد فرماتے ہیں فمدّ یدہٗ الشریفۃ من الشباک فقبّلہا۔ یعنی جب میں آپ سے دور تھا تو اس وقت اپنی روح کو اپنا نائب بنا کر آپ کی خدمت مبارک میں روانہ کرتا تھا۔ تاکہ وہ آپ کی قبر مبارک کو بوسہ دے کر تبرک حاصل کرے۔ لیکن اب تو میں خود آپ کی خدمت مبارک میں حاضر ہو گیا ہوں اس لئے آپ ذرا اپنے دائیں ہاتھ کو نکالئے تاکہ میرے لب اس سے فیض یاب ہوں۔ آپ نے اسی وقت اپنا دست مبارک روضہ مقدسہ سے باہر نکالا تو میں نے اس کو بوسہ دیا۔

دیکھئے روضۂ رسول سے لوگ اب تک ویسے ہی فیض پا رہے ہیں جیسے آپ کی ظاہری زندگی میں معمول تھا۔ غرض آپ کا فیض لوگوں پر ہر وقت نازل ہوتا رہتا ہے اور آپ کے دروازے کا سائل کبھی بھی محروم نہیں جاتا ؎

اگر خیریتِ دنیا و عقبیٰ آرزو داری | بدرگاہش بیا و ہر چہ میخواہی تمنا کن

عاشق رسول مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ہے مجھے تیرا وسیلہ یا محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) | کون ہے جز تیرے میرا یا محمد مصطفےٰ
کچھ نہیں ہے پاس اور راہِ عدم درپیش ہے | آسرا ہے ایک تیرا یا محمد مصطفےٰ
نقدِ توبہ رائیگاں کھویا ہوا توبہ شکن | نفس نے مجھ کو لوٹا یا محمد مصطفےٰ
کونسا وہ کارِ بد ہے جو نہیں مجھ سے ہوا | میں رہا مجرم خدا کا یا محمد مصطفےٰ
ہر پہ گھڑی ہے گناہ کی کیوں نہ پھر تشویش ہو | تم سے آکر کیا کہوں گا یا محمد مصطفےٰ
ایک دن بھی عاقبت کی فکر کچھ میں نے نہ کی | میں رہا پابندِ دنیا یا محمد مصطفےٰ

؎ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ نے اس واقعہ کے متعلق ایک رسالہ بنام "الد البید" لکھا ہے — اور بیانا د ثابت کیا ہے (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبد الفتاح گلشن آبادی مطبوعہ بمبئی جلد سوم) (عبد العزیز عفی عنہ)

جو خطا مجھ سے نہ کوئی کبھی ہوا کارِ ثواب | کون ہے بدکار مجھ سا یا محمد مصطفےٰ
میں غریقِ بحرِ عصیاں ہوں کرم کی ہو نظر | پار ہو اب میرا بیڑا یا محمد مصطفےٰ
آپ ہی اپنے درِ اقدس پر جب بیٹھنے نہ دیں | پھر کہاں میرا ٹھکانا یا محمد مصطفےٰ
اُمتِ عاصی کی کشتی کے نگہباں آپ ہیں | ناخدا کا کیا بھروسا یا محمد مصطفےٰ
آرزو ہے دن قیامت کے لوائے حمد کا | ہو میرے سر پہ بھی سایا یا محمد مصطفےٰ
یہ تمنا ہے کہ ہو خورشیدِ محشر تیز جب | چہرۂ انور دکھانا یا محمد مصطفےٰ

عام موتی کے لئے انبیاء و اولیا کی مزاروں کے پاس دفن ہونے کی برکت

انبیاء و اولیا جہاں مدفون ہوتے ہیں وہ جگہ متبرک ہوتی ہے۔ اس لئے عوام و خواص کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ ہم اُن کی مزار کے قریب دفن ہوں۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی برکت سے ہم گنہگاروں کو بخش دے یہ بھی ایک طرح سے استمداد با اولیاء اللہ ہے۔ بہرکیف جس طرح زندگی میں ان کی صحبت مفید ہوتی ہے اسی طرح عالم برزخ میں بھی۔ دیکھئے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم زیارت کرنے والوں کی شفاعت کے بھی ضامن ہوتے ہیں بھلا جو شخص آپ کے قریب دفن ہوگا۔ وہ کس طرح آپ کی شفاعت سے محروم رہ سکتا ہے۔ یہی برکت اولیائے کرام کے مزارات کی ہے۔ بنابریں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب دفن ہونے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ اس لئے آپ کردیں دفن کیا گیا۔

شیخ جمال موصلی کی آرزو روضہ مقدسہ کے پاس دفن ہونا

جمال موصلی رحمۃ اللہ علیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک کے پاس جگہ پانے کے لئے بہت سا روپیہ خرچ کیا۔ جب جگہ مل گئی تو آپ نے وصیت کی کہ میری قبر پہ یہ لکھنا کہ ایک کتا دہلیز پہ پڑا ہے جو چند قدم تیرے دوستوں کے ساتھ چلا ہے تو اپنی اس نظر عنایت سے جو اُن پہ ڈال رہا ہے مجھے محروم نہ کرنا (تذکرۃ الاولیا)

منکرین استمداد کا مولنا روم کی مثنوی سے استدلال اور اس کا جواب

مولانا روم رحہ فرماتے ہیں کہ ؎

ہیں از و خواہید نے از غیرِ او | آب در یم جو مجو از خشک جو

غیر مقلدین جو اپنے آپ کو اہلِ حدیث کہتے ہیں۔ ان کا شیوہ عموماً یہ ہے کہ اکابر اسلاف کی کتابوں کی ورق گردانی کر کے اُن سے ایسے اقوال چن لیتے ہیں۔ جن کے ظاہری مفہوم سے ان کے اپنے غیر مقلدانہ عقاید کی تائید ہوتی ہو۔ اگرچہ وہ ظاہری مفہوم صاحب کتاب کے مذہب و مسلک سے کتنا ہی منافی و بعید واقع ہو۔

اس بنا پر وہ مولانا روم رح کے مندرجہ بالا شعر کو استمداد با ولیاء اللہ کی تردید میں پیش کیا کرتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ دیکھو مولانا روم بھی فرماتے ہیں۔ کہ اللہ کے سوا کسی نبی ولی غوث قطب ابدال سے استمداد و استعانت مت کرو۔ اور یہ غیر مقلدین کا محض ایک فریب ہے۔ جس سے یہ لوگ بھولے بھالے مسلمانوں کو اپنا ہم خیال بنانے یا ان کو مولانا روم سے بدگمان کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں :

حقیقت یہ ہے کہ اول تو اس شعر میں استمداد کا زیر بحث مسئلہ ہی مراد نہیں۔ بلکہ یہاں مولانا کا مدعا یہ ہے کہ تم کو جب کوئی ضرورت پیش آئے تو کسی دوست یا قریبی رشتہ دار کے آگے دست سوال دراز نہ کرو نہ کسی منعم و متمول اور بادشاہ کی آستان بوسی کی عادت اختیار کرو۔ بلکہ جو کچھ مانگو اللہ سے مانگو۔ کہ متوکلین کی شان یہی ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے من سئال الناس اموالھم تکثرا فانما یسئل جمرا فلیستقل اولیستکثر۔ یعنی جو شخص مال جمع کرنے کے لئے لوگوں سے سوال کرے وہ آگ کے انگارے مانگتا ہے خواہ وہ تھوڑے مانگے یا زیادہ (مشکوٰۃ)۔ اور فرمایا مایزال الرجل یسأل الناس حتےٰ یاتی یوم القیامۃ لیس فی وجھہ مضغۃ لحم یعنی جو آدمی ہمیشہ لوگوں سے سوال کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ قیامت کے روز ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کے چہرے پر بوٹی تک نہ ہوگی (مشکوٰۃ)۔ اور فرمایا لیسئال احدکم ربہ حاجتہ کلھا حتےٰ یسئال شسع نعلہ اذا انقطع یعنی ہر شخص اپنی تمام ضروریات خداوند تعالیٰ سے طلب کرے۔ حتیٰ کہ اپنے نعل کا تسمہ بھی جب وہ ٹوٹ جائے اسی سے مانگے (مشکوٰۃ)

مولانا اپنے قول میں اسی قسم کی طلب اور سوال سے منع فرماتے ہیں جن سے احادیث مندرجہ بالا میں نہی وارد ہوتی ہے۔ کہ وہ دوں ہمتی اور عدم توکل پر مبنی ہے اور اولیاء اللہ سے فی الحیاتؔ اور بعد المماتؔ استمداد کرنا ایک اور مسئلہ ہے۔ جس کو اس طلب و سوال سے کوئی نسبت نہیں۔ مولانا کے اس مدعا کی تعیین یہ دوسرا شعر کر رہا ہے جو اس کے آگے فرمایا ہے ؎

ور بخواہی از دگر ہم او دہد بر کفِ میلش سخا ہم او نہد

یعنی اگر تو کسی دوسرے منعم سے سوال کرتا ہی ہے۔ تو بھی اس کے ذریعہ خداوند تعالیٰ ہی دیتا ہے اور اس کے ہاتھ پر سخاوت کا وصف وہی رکھتا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں سائلین غیر متوکلین کو توکل کی تعلیم دینا مقصود ہے۔ نہ کہ اولیاء اللہ سے استمداد و استعانت کرنے کو غیر شرع ٹھیرانا۔

دوسرے یہ کہ مخاصم معاند پر یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ مولانا روم صوفیہ میں سے ہیں بلکہ صوفیہ کے سرتاج ہیں۔ ساتھ ہی اس کو یہ بھی بخوبی معلوم ہے کہ استمداد باہل القبور صوفیہ کا ایک خاص مسئلہ ہے اور اصطلاحات اہل باطن کی قبور سے بطریق مراقبہ فیض حاصل کرنا ان کے اشغال سے ہے۔ چنانچہ شاہ اسحاق محدث دہلوی

نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی کتاب شرح مشکوٰۃ عربی سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے۔ واما الاستمداد باھل القبور فی غیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم اوالانبیاء علیہم السلام فقد انکرہ کثیر من الفقہاء واثبتہ المشائخ الصوفیۃ قدس اللہ اسرارھم وبعض الفقہاء رحمۃ اللہ علیہم الخ یعنی استمداد باہل القبور سوائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یا دیگر انبیاء علیہم السلام کے اکثر فقہا کے نزدیک ناجائز ہے اور صوفیہ کرام اور بعض فقہا کے نزدیک جائز ہے (مائۃ المسائل)

پس مولانا کے کلام سے استمداد کے مسئلہ میں کوئی ایسی بات نکالنا جو جمہور صوفیہ کے خلاف مسلک ہو۔ ایک ایسی حرکت ہے جس کا کوئی معقول آدمی مرتکب نہیں ہو سکتا۔

فوت شدہ بزرگانِ دین کی قبور سے استمداد اور اس کی اجابت کے واقعات

ان واقعات ونظائر کو بیان کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ پہلے چند اکابر ملت کے بیانات استمداد و اعانت کی تائید میں نقل کئے جائیں۔

نداء الاولیاء کا جواز حضرت شاہ ولی اللہ محدث رحمۃ اللہ علیہ انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ میں نے جواہر خمسہ کے تمام عملوں کی اجازت شیخ ابو طاہر مدنی اور شیخ محمد سعید لاہوری رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ یہ جواہر خمسہ شیخ محمد غوث گوالیاری رحمۃ اللہ علیہ جو اکابر اولیاء اللہ سے ہوئے ہیں کی تصنیف سے ہے۔ یہ کتاب بڑی مستند اور معتبر ہے۔ اسی واسطے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابر محدث نے اس کے عملیات کی اجازت حاصل کی ہے۔ اگر اس کے عملیات وغیرہ غیر مشروع ہوتے تو آپ ہرگز اجازت حاصل نہ کرتے۔ دیکھئے اس کتاب میں ذیل کا عمل مرقوم ہے۔ جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے امداد طلب کی گئی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔ نادِ علی سات بار یا تین بار یا ایک بار پڑھے۔ اور وہ نادِ علی یہ ہے۔ نَادِ عَلِیًّا مَظْهَرَ الْعَجَائِبِ تَجِدْهُ عَوْنًا لَکَ فِی النَّوَائِبِ کُلُّ هَمٍّ وَغَمٍّ سَیَنْجَلِیْ بِوِلَایَتِکَ یَا عَلِیُّ یَا عَلِیُّ یَا عَلِیُّ۔ جس کا ترجمہ یہ ہے "پکار علی رضی اللہ عنہ کو جو عجائب امور کے مظہر ہیں۔ تم ان کو مصیبتوں میں اپنے مددگار پاؤ گے۔ ہر ایک فکر اور غم اے علی اے علی اے علی آپ کی ولایت کی برکت سے عنقریب جاتا رہے گا"۔

حضرت فاطمۃ الزہرا کا روضۂ رسول پر جاکر اپنے مصائب کی شکایت کرنا عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْطَالِبٍ قَالَ لَمَّا مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا۔ اور وہ دفن کئے گئے، تو

وَدُفِنَ جَاءَتْ فَاطِمَةُ فَأَخَذَتْ قَبْضَةً مِنْ تُرَابِ الْقَبْرِ فَوَضَعَتْهُ عَنْ عَيْنَيْهَا وَبَكَتْ وَأَنْشَأَتْ

مَاذَا عَلَى مَنْ شَمَّ تُرْبَةَ أَحْمَدٍ
أَنْ لَا يَشُمَّ مَدَى الزَّمَانِ غَوَالِيَا
صُبَّتْ عَلَىَّ مَصَائِبُ لَوْ أَنَّهَا
صُبَّتْ عَلَى الْأَيَّامِ صِرْنَ لَيَالِيَا

(رواہ ابن الجوزی فی الوفا)

تو فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا آپ کے روضہ مقدسہ پر تشریف لائیں اور قبر مبارک سے ایک مٹھی خاک لے کر اپنی آنکھوں پر رکھی اور روئیں اور یہ شعر پڑھے

اس کو اس بات کی حاجت نہیں ہے جس نے قبر احمد کی خوشبو کو سونگھا کہ وہ کبھی کسی خوشبو کو سونگھے۔ مجھ پر وہ مصیبتیں گریں کہ اگر وہ دنوں پر گرتیں۔ تو رات بن جاتے (روفا ابن جوزی)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ انبیاء و اولیا کی قبروں پر جا کر اظہار مصائب کرنا جائز ہے۔ بلکہ مسنون ہے۔

قبور اکابر سے استفادہ جمہور کے نزدیک مشروع ہے

ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن محمد العبدری مالکی المشہور بابن حاج رحمۃ اللہ علیہ مدخل میں لکھتے ہیں:-

فَمَنْ أَرَادَ حَاجَةً فَلْيَذْهَبْ إِلَيْهِمْ وَيَتَوَسَّلْ بِهِمْ فَإِنَّهُمْ الْوَاسِطَةُ بَيْنَ اللّٰهِ تَعَالَى وَخَلْقِهِ وَقَدْ تَقَرَّرَ فِي الشَّرْعِ وَعُلِمَ مَا لِلّٰهِ تَعَالَى بِهِمْ مِنَ الْاِعْتِنَاءِ وَذَالِكَ كَثِيرٌ مَشْهُورٌ وَمَازَالَ النَّاسُ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَالْأَكَابِرِ كَابِرًا عَنْ كَابِرٍ مَشْرِقًا وَمَغْرِبًا يَتَبَرَّكُونَ بِزِيَارَةِ قُبُورِهِمْ وَيَجِدُونَ بَرَكَةَ ذَالِكَ حِسًّا وَمَعْنًى

جو شخص اپنی حاجت روائی چاہتا ہو، اُسے چاہیے کہ بزرگان دین کی قبروں پر جائے اور ان سے توسل کرے۔ اس لئے کہ بزرگان دین اللہ تعالیٰ اور بندے میں واسطہ ہیں۔ اور شریعت میں یہ امر ثابت ہو چکا ہے۔ کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی توجہ خاص ہے۔ یہ امر کثیر الوقوع و مشہور ہے۔ ہر زمانے کے علما کا یہی دستور چلا آتا ہے۔ عام از یکہ علماء مشرق ہوں یا مغرب بزرگان دین کی قبروں کی زیارت سے فیض و برکت حاصل کرتے اور اس کی برکت ظاہراً و باطناً محسوس کرتے رہے ہیں۔

تشفع و توسل آئمہ دین کا معمول ہے

امام ابو عبد اللہ بن نعمان رحمۃ اللہ علیہ سفینۃ النجاء لاہل الالتجاء میں تحریر فرماتے ہیں

تَحَقَّقَ لِذَوِي الْبَصَائِرِ وَالْاِعْتِبَارِ

ارباب بصیرت کے نزدیک یہ بات ثابت ہو چکی

اِنَّ زِیَارَۃَ قُبُوْرِ الصَّالِحِیْنَ مَحْبُوْبَۃٌ لِاَجْلِ التَّبَرُّکِ مَعَ الْاِعْتِبَارِ فَاِنَّ بَرَکَۃَ الصَّالِحِیْنَ جَارِیَۃٌ بَعْدَ مَمَاتِھِمْ کَمَا کَانَتْ فِیْ حَیَاتِھِمْ وَالدُّعَاءُ عِنْدَ قُبُوْرِ الصَّالِحِیْنَ وَ التَّشَفُّعُ بِھِمْ مَعْمُوْلٌ بِہٖ عِنْدَ عُلَمَاءِ الْمُحَقِّقِیْنَ مِنْ اَئِمَّۃِ الدِّیْنِ ہ

ہے کہ بزرگانِ دین کی قبوروں کی زیارت برکت و عبرت کے لئے بہتر ہے کیونکہ اولیاء اللہ کی برکت ان کے انتقال کے بعد اُسی طرح جاری رہتی ہے جیسے عالمِ حیات میں تھی۔ صالحین کی قبور کے پاس جاکر دُعا کرنا اور اُن کی شفاعت چاہنا۔ علمائے محققین اور آئمہ دین کا معمول ہے (رواہ مدخل)

حضرت ابوایوب انصاری کی قبر پر اہلِ روم استمداد و استسقا کرتے ہیں

اَبُوْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیْ غَزٰی قُسْطُنْطُنِیَّۃَ فِیْ خِلَافَۃِ مُعَاوِیَۃَ مَعَ وَلَدِہٖ یَزِیْدَ فَقُتِلَ ھُنَالِکَ وَ دَفَنَہُ الْمُسْلِمُوْنَ فِیْ اَصْلِ سُوْرِ الْبَلَدِ قَالَ الرَّاوِیْ فَالرُّوْمُ یَزُوْرُوْنَ قَبْرَہٗ وَیَسْتَسْقُوْنَ بِہٖ اِذَا قَحَطُوْا ہ (رواہ الحاکم)

ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ امیر معاویہ کی خلافت کے زمانہ میں ان کے بیٹے یزید کے ہمراہ قسطنطنیہ میں جہاد کو گئے تھے۔ اور وہیں شہید ہوئے۔ مسلمانوں نے اُن کو شہر پناہ کی جڑ میں دفن کر دیا۔ راوی کہتا ہے کہ ہمیشہ روم کے آدمی ان کی قبر کی زیارت کو جاتے ہیں اور جب قحط پڑتا ہے تو اُن کی قبر پر جاکر پانی مانگتے ہیں۔ (اسد الغابہ)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ روم کے رہنے والے ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کے توسّل سے قحط کے دنوں میں بارش مانگا کرتے تھے۔

اہل اللہ کی قبر پر منہ رکھنے کا ثبوت

رُوِیَ اَقْبَلَ مَرْوَانُ یَوْمًا فَوَجَدَ رَجُلًا وَاضِعًا وَجْھَہٗ عَلَی الْقَبْرِ فَقَالَ اَتَدْرِیْ مَا تَصْنَعُ؟ فَاَقْبَلَ عَلَیْہِ فَاِذَا اَبُوْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیْ فَقَالَ جِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ وَ لَمْ اٰتِ الْحَجَرَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

مروی ہے کہ ایک روز مروان روضۂ رسول پر گیا۔ وہاں اُس نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنا مُنہ قبر مبارک پر رکھے ہوئے ہے۔ مروان نے کہا کیا تم کو معلوم ہے کہ تم کیا کر رہے ہو؟۔ پھر اُن کے آگے آیا تو دیکھا کہ وہ حضرت ابو ایوب انصاری ہیں۔ ابو ایوب انصاری نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے ہیں۔ نہ کہ پتھر کے پاس (اور یہ بھی فرمایا)

وسلم یقول لا تبکوا علی الدین اذا ولاہ اھلہ ولکن ابکوا علی الدین اذا ولاہ غیر اھلہ ۔	کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ تم دین پہ نہ رو و جبکہ اس پر وہ شخص حاکم ہو، جو اس کے قابل ہو ۔ ولیکن تم دین پہ اس وقت رو و جبکہ اس پر وہ شخص حاکم ہو کہ جو

(رواہ احمد والحاکم) اس کے قابل نہیں ہے ۔

اس روایت سے تین باتیں ثابت ہوئیں ۔ اول ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا دیگر بزرگان دین کے مزار مبارک پر جانا گویا خود ان کے پاس جانا ہے گو یا مزار ایک ظاہری چیز ہے ۔ چنانچہ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر جانے کو ایسا ہی تعبیر فرمایا ہے ۔ دوم اہل اللہ کی مزاروں پر بوسہ دینا یا منہ رکھنا جائز ہے کیونکہ حضرت ابو ایوب انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر اپنا منہ رکھا تھا ۔ لہذا صحابہ کا عمل حجت ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم ۔ یعنی میرے اصحاب ستاروں کی طرح ہیں ۔ ان میں سے جس کسی کی تم پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے ۔ سوم ۔ اگر کوئی انبیاء و اولیا کی مزاروں پر منہ رکھنے کو تعجب یا کراہت کی نظر سے دیکھے تو ایسے شخص کو حضرت ابو ایوب انصاری کے ارشاد کے مطابق روکنا چاہئے ۔ جیسا کہ انہوں نے مروان کو فرمایا ۔

انبیاء کے مزارات سے استعانت عام شائع ہے	ابن حاج مالکی رحمۃ اللہ علیہ مدخل میں تحریر فرماتے ہیں :-

واما عظیم جناب الانبیاء والرسل صلوات اللہ وسلامہ علیھم اجمعین فیاتی الیھم الزائر ویتوسل الی اللہ فی قضاء مآربہ ومغفرۃ ذنوبہ ویستغیث بھم ویطلب حوائجہ منھم ویجزم بالاجابۃ ببرکتھم ویقوی حسن ظنہ فی ذالک فانھم باب اللہ المفتوح وجرت سنتہ فی قضاء الحوائج علی ایدیھم وبسببھم	انبیاء کی یہ کیفیت ہے کہ زیارت کرنے والے ان کے مزار پر آتے ہیں ۔ اپنی قضائے حاجات میں اللہ کی طرف ان کو وسیلہ بناتے ہیں ان کے ذریعے سے اپنے گناہوں کی مغفرت چاہتے ہیں ۔ ان سے استغاثہ کرتے ہیں ۔ اپنی حاجات ان سے چاہتے ہیں اور یقیناً یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی برکت سے کامیاب ہوں گے کیونکہ وہ حضرات اللہ تعالیٰ کے کھلے ہوئے دروازے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ ہے کہ وہ لوگوں کی حاجتوں کو ان کے ہاتھ پر اور ان کے سبب سے پورا کرتا ہے ۔ اور جو ان کے

وَمَنْ عَجَزَ عَنِ الْوُصُوْلِ اِلَيْهِمْ فَيُرْسِلُ بِالسَّلَامِ عَلَيْهِمْ وَيَذْكُرُ مَا يَحْتَاجُ اِلَيْهِ مِنْ حَوَائِجِهٖ وَمَغْفِرَةِ ذُنُوْبِهٖ وَسَتْرِ عُيُوْبِهٖ اِلٰى غَيْرِ ذَالِكَ فَاِنَّهُمُ السَّادَاتُ الْكِرَامُ وَالْكِرَامُ لَا يَرُدُّوْنَ مَنْ سَاَلَهُمْ وَلَا مَنْ تَوَسَّلَ بِهِمْ وَلَا مَنْ لَجَاَ اِلَيْهِمْ ۔

مزار مبارک پر حاضر نہیں ہو سکتا ۔ وہ ان کی درگاہ میں سلام بھیجتا ہے اور اپنی حاجت عرض کرتا ہے ۔ مغفرت کی دعا کرتا ہے ۔ ستر عیوب کا آرزومند ہوتا ہے ۔ کیونکہ وہ لوگ بڑے بزرگ ہیں ۔ بزرگ سائل کے سوال کو رد نہیں کرتے ۔ جو اُن سے توسل کرتا ہے وہ ناکام نہیں رہتا ۔ جو اُن کی خدمت میں التجا کرتا ہے خالی نہیں جاتا ۔

اہل اللہ کی قبر سے فیض حاصل کرنا

مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لمعات میں تحریر فرماتے ہیں :-

بزیارت قبر ایشاں رود و از انجا انجذاب فیض دریوزہ کند ۔

اولیاء اللہ کی قبر کی زیارت کے واسطے جائے اور اُس جگہ سے حصول فیض کی بھیک مانگے ۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفا میں تحریر فرماتے ہیں :-

اَنَّهٗ قَالَ لِاَبِیْ جَعْفَرِ الْمَنْصُوْرِ اَمَّا سَئَلَهٗ عَنِ اسْتِقْبَالِ الْقَبْرِ حِیْنَ الدُّعَاءِ فَقَالَ الْاِمَامُ مَالِكٌ لَهٗ وَلِمَ تَصْرِفُ وَجْهَكَ عَنْهُ وَهُوَ وَسِیْلَتُكَ وَوَسِیْلَةُ اَبِیْكَ اٰدَمَ قَبْلَكَ بَلِ اسْتَقْبِلْهُ وَتَشَفَّعْ بِهٖ فَیُشَفِّعُكَ اللّٰهُ ۔

ایک روز امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ابی جعفر منصور نے پوچھا کہ دعا کی حالت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضے کی طرف استقبال کیا جائے یا نہیں ؟ امام صاحب نے فرمایا کہ کیوں منہ پھیرتے ہو ۔ وہ تمہارے وسیلہ ہیں اور تم سے پہلے تمہارے باوا حضرت آدم علیہ السلام کے وسیلہ ہیں بلکہ مرقد مبارک کی طرف رخ کرو اور شفاعت چاہو ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے ان کی شفاعت منظور فرمائے گا ۔

یہ مسئلہ فتح القدیر شرح ہدایہ اور مسند امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ میں بھی ہے (عبد العزیز مصحح)

استمداد قبور پر ایک جامع تقریر

شیخ الاسلام کشف الغطاء میں تحریر فرماتے ہیں :-

و ایں امر پیش ثابت و مقرر

اور یہ امر مشائخ صوفیہ کے نزدیک ثابت

نزد مشائخ صوفیہ از اہل کشف و کمال تا آنکہ گویند
اکثرے را فیوض و فتوح از ارواح رسیدہ امام شافعی
گفتہ کہ قبر موسیٰ کاظم تریاق مجرب است مر اجابت
دعا را حجۃ الاسلام گفتہ ہر کہ استمداد کردہ شود بوے
در حیات استمداد کردہ شود بوے بعد از ممات
و امام رازی گفتہ چوں مے آید زائر نزد قبر حاصل
مے شود نفس او را تعلق خاص بقبر چنانکہ نفس صاحب
قبر را بوے ۔ پس بسبب ایں ہر دو تعلق حاصل مے شود میانِ
ہر دو نفس ملاقات معنوی و علاقہ مخصوص پس اگر نفس
صاحب قبر قوی تر باشد نفس زائر مستفیض مے شود و اگر
بعکس بود برعکس شود و در شرح مقاصد ذکر کردہ نفع
یافتہ مے شود بزیارت قبور و استعانت بنفوس احیا
یا از اموات بدرستیکہ نفس مفارقہ را تعلقے است
ببدن و بتربتے کہ دفن کردہ شدہ است در آں ۔
پس چوں زیارت مے کند زندہ آں تربت را و متوجہ
مے شود بسوئے نفس میت، حاصل مے شود میان
ہر دو نفس ملاقات و اضافات و اختلاف کردند
دریں کہ امداد حی قوی تر است از امداد میت یا
بالعکس مختار بعض محققان ثانی ست و دریں باب
بعضے روایت مے کنند کہ فرمودہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم چوں متحیر شوید شما در امور یعنے برآمد
کار پس مدد جوئید از اصحاب قبور ۔

مسلم ہے اہل کشف و کمال سے ۔ حتیٰ کہ کہتے ہیں کہ
اکثر کو فیوض و فتوح ارواح سے پہنچا ہے ۔ امام شافعی
نے کہا کہ موسیٰ کاظم کی قبر اجابت دعا کیلئے تریاق مجرب ہے
اور حجۃ الاسلام نے کہا ہے کہ جس سے زندگی میں
استمداد کی جائے اس سے اس کی وفات کے بعد بھی
استمداد کر سکتے ہیں اور امام رازی نے کہا ہے جب زائر
قبر کے پاس آتا ہے تو اس کے نفس کو قبر کے ساتھ
تعلق خاص حاصل ہوتا ہے جس طرح صاحبِ قبر کے
نفس کو ہوتا ہے ۔ اور ان دو تعلقوں کے سبب سے
دونوں نفسوں کے بیچ ملاقات معنوی اور خاص تعلق
حاصل ہو جاتا ہے ۔ پس اگر صاحبِ قبر کا نفس قوی ہے
تو زائر کا نفس اس سے فیض پاتا ہے اور اگر بالعکس
ہو تو برعکس ہوتا ہے ۔ اور شرح مقاصد میں مذکور
ہے کہ زیارتِ قبور اور اپنے زندوں کے متوفیوں سے
استمداد کرنے سے نفع ملتا ہے بلا شبہ جدا ہونے والے
نفس کو بدن کے ساتھ اور قبر کے ساتھ جس میں
دفن ہے تعلق ہے ۔ پس جب کوئی زندہ اگر قبر کی
زیارت کرتا ہے اور میت کے نفس کی طرف متوجہ
ہوتا ہے تو دونوں نفسوں کے درمیان ملاقات
حاصل ہوتی ہے اور ملاپ ہو جاتا ہے اور اس مسئلے
میں اختلاف کیا گیا ہے کہ زندہ کی امداد مردہ کی
امداد سے قوی تر ہے یا بالعکس بعض محققوں کا مختار
یہ ہے کہ متوفی کی امداد قوی تر ہے اور اس بارہ میں
بعض روایات کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم کسی امر میں متحیر ہو ۔ یعنی
کار برآری میں مشکل پیش آئے ۔ تو اہلِ قبور سے مدد مانگو ۔

استمداد و توسل کے متعلق قول فیصل

شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں:-

اما استمداد باہل قبور در غیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم
یا غیر انبیاء علیہم السلام منکر شدہ اند بسیاری از
فقہاء گویند نیست زیارت قبور مگر از برائے دعائے
موتیٰ و استغفار برائے ایشاں و رسانیدن نفع بایشاں
بدعا و استغفار و تلاوت قرآن و اثبات کردہ اند آنرا
مشائخ صوفیہ قدس اللہ اسرارہم و بعضے فقہاء رحمۃ اللہ
علیہم و ایں امر محقق و مقرر است نزد اہل کشف و کمال
از ایشاں تا آنکہ بسیاری را فیوض و فتوح از ارواح
رسیدہ و ایں طائفہ را در اصطلاح ایشاں اویسی خوانند
امام شافعی گفتہ است رحمۃ اللہ علیہ قبر موسیٰ کاظم
تریاق مجرب است مر اجابت دعا را وحجۃ الاسلام امام
غزالی گفتہ ہر کہ استمداد کردہ مے شود بوے . . . . .
. . . . . در حیات استمداد کردہ مے شود بوے
بعد از وفات و یکے از مشائخ عظام گفتہ است دیدم چہار
کس از مشائخ تصرف مے کنند در قبور خود مانند تصرف ہائے
ایشاں در حیات خود یا بیشتر شیخ معروف کرخی و عبدالقادر
جیلانی و دو کس دیگر را از اولیاء شمردہ اند و مقصود حصر
نیست آنچہ خود دیدہ و یافتہ است گفتہ سیدی احمد بن
زروق کہ از اعاظم فقہاء و علماء و مشائخ دیار مغرب است گفت
کہ روزے شیخ ابو العباس حضرمی از من پرسید امداد
حی قوی است یا امداد میت، من گفتم قومے میگویند
کہ امداد حی قوی تر است و من میگویم کہ امداد میت قوی تر
است پس شیخ گفت نعم زیرا کہ وے در بساط حق است

لیکن استمداد اہل قبور سے سوائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
یا سوائے انبیاء علیہم السلام کے انکار کیا گیا ہے کیونکہ
اکثر فقہاء کہتے ہیں کہ زیارت قبور نہیں ہے مگر مردوں کے لئے
دعا کرنے یا ان کے لئے مغفرت چاہنے اور ان کو دعا و
استغفار اور تلاوت قرآن کے ساتھ نفع پہنچانے کے
لئے۔ مگر مشائخ صوفیہ قدس اللہ اسرارہم نے استمداد کو صحیح تسلیم
کیا ہے اور بعض فقہاء رحمۃ اللہ علیہم نے بھی اس کو مانا
ہے اور یہ امر ثابت و مسلّم ہے اہل کشف و کمال کے
نزدیک۔ حتیٰ کہ بہت سے اصحاب کو ارواح سے فیوض و
فتوح پہنچا ہے اور اس جماعت کو انکی اصطلاح میں اویسی کہتے
ہیں امام شافعی رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ موسیٰ کاظم کی قبر اجابت دعا کے
لئے تریاقِ مجرب ہے اور حجۃ الاسلام امام غزالی نے کہا ہے کہ
جس سے زندگی میں استمداد کی جاتی ہے اس سے وفات کے بعد
بھی استمداد کی جا سکتی ہے اور مشائخ عظام میں سے ایک نے
کہا کہ میں نے چار بزرگوں کو دیکھا ہے جو اپنی قبور میں تصرف
کرتے ہیں اسی طرح جس طرح وہ زندگی میں تصرف کرتے تھے
یا اس سے زیادہ۔ شیخ معروف کرخی اور عبدالقادر جیلانی اور
اور دو بزرگ اور شمار کئے! اور مقصود حصر نہیں ہے بلکہ اس نے جو
دیکھا اور پایا ہے بیان کر دیا۔ سیدی احمد بن زروق جو دیار
مغرب کے بڑے فقہاء علماء اور مشائخ سے ہیں کہتے ہیں کہ ایک دن
شیخ ابو العباس حضرمی نے مجھ سے پوچھا کہ زندہ کی امداد قوی ہے
یا متوفی کی، میں نے کہا کہ ایک جماعت کہتی ہے کہ زندہ کی
امداد قوی ہے یا متوفی کی۔ . . . . . .

ودر حضرت اوست و نقل در ین معنی ازین طرف گفته بیشتر از اں است کہ حصر و احصار کردہ شود و یافتہ نمے شود در کتاب و سنت و اقوال سلف صالح چیزے کہ منافی . . . و مخالف ایں باشد و رد کند ایں را و بتحقیق ثابت شدہ است بآیات و احادیث کہ روح باقی است و او را علم و شعور بزائران و احوال ایشاں ثابت است و ارواح کاملہ را قربے و مکانتے در جناب حق ثابت است چنانچہ در حیات بود یا بیشتر ازاں و اولیا را کرامت و تصرف در اکوان حاصل است و آں نیست مگر ارواح ایشاں را و ارواح باقی است و متصرف حقیقی نیست مگر خدا عزشانہ و ہمہ بقدرت اوست و ایشاں فانی اند در جلال حق در حیات و بعد از ممات پس اگر دادہ شود مر احدے را چیزے بوساطت یکے از دوستان حق و مکانتے کہ نزد خدا دارد دور نباشد چنانچہ در حالت حیات بود و نیست فعل و تصرف در ہر دو حالت مگر حق را جل جلالہ و عم نوالہ و نیست چیزے کہ فرق کند میان ہر دو حالت و یافتہ نشدہ است دلیل برای در شرح بخاری شیخ ابن حجر در شرح حدیث لعن اللہ الیہود والنصاری اتخذوا قبور انبیائھم مساجد گفتہ است ایں بر تقدیری است کہ نماز گزارد بجانب قبر از جہت تعظیم وے کہ آں حرام است باتفاق ۔ واما اتخاذ مسجد در جوار پیغمبرے یا صالحے و نماز گزاردن نزد قبر وے نہ بقصد تعظیم قبر و توجہ بجانب قبر بلکہ بہ نیت حصول مدد از وے تا کامل شود ثواب عبادت بہ برکت قرب مجاورت مر آں روح پاک را حرجے نیست در آں و در آخر باب چیزے بیاید متعلق بایں سخن و تمام گردد ایں بحث ان شاء اللہ تعالیٰ

. . . . مگر میں کہتا ہوں متوفی کی مدد زیادہ قوی ہے ۔ پس شیخ نے کہا ۔ ہاں کیونکہ وہ حق تعالےٰ کی درگاہ میں اور اس کے حضور میں ہے ۔ اور اس بارے میں ان حضرات (صوفیا و فقہاء عظام) کے اقوال منقولہ اس کثرت سے ہیں کہ ان کا حصر شمار ناممکن ہے ۔ اور کتاب و سنت اور اقوال سلف میں ہی کوئی ... جو اس کے مخالف ہو اور اس کو رد کرے ۔ اور تحقیق ثابت ہوا ہے ۔ آیات و احادیث سے کہ روح باقی ہے اور اس کو زائروں پر اور ان کے احوال پر علم و شعور ثابت ہے اور ارواح کاملہ کو جناب حق میں قرب اور درجہ ثابت ہے جیسے کہ زندگی میں تھا ۔ یا اس سے زیادہ ۔ اور اولیا کو لوگوں میں تصرف اور کرامت حاصل ہے اور یہ ان کی ارواح ہی کو حاصل ہے اور وہ باقی ہے اور متصرف حقیقی محض خدا عزشانہ ہی ہے ۔ اور سب کچھ اسی کی قدرت میں ہے اور یہ حضرات اپنی زندگی میں اور وفات کے بعد جلال حق میں فانی ہیں ۔ پس اگر کسی کو کوئی چیز اللہ کے کسی دوست کے توسل سے دی جائے ۔ اس درجہ کی بدولت جو اس کو خدا کے ہاں حاصل ہے تو بعید نہیں جیسے کہ بحالت حیات میں تھا ۔ اور دونوں صورتوں میں فعل و تصرف خاص خدا تعالیٰ کا ہے اور دونوں حالتوں میں کوئی فرق کی بات نہیں اور اس پر کوئی دلیل نہیں پائی گئی ۔ شیخ ابن حجر شرح بخاری میں اس حدیث کی شرح میں کہ "لعنت بھیجے اللہ یہود و نصاریٰ پر جنہوں نے اپنے انبیا کی قبور کو سجدہ گاہ بنالیا" فرمایا ہے یہ اس تقدیر پر ہے کہ قبر کی طرف اس کی تعظیم کے لئے سجدہ کرے ۔ کیونکہ یہ حرام ہے بالاتفاق ۔ لیکن کسی پیغمبر یا صالح آدمی کے قرب میں مسجد بنانا اور قبر کے پاس نماز پڑھنا نہ تو قبر کی تعظیم کے قصد سے نہ قبر کی طرف رخ کرکے بلکہ اس سے مدد لینے کی نیت سے تاکہ اس روح پاک کے قرب اور پڑوس کی برکت سے عبادت کا ثواب پورا ہو جائے ۔ ایسی کو

درکتاب جہاد و در قصہ مقتولان بدر۔ و اما استمداد باہل قبور پس
منکر شدہ آں را بعض فقہا اگر انکار از جہت آن است کہ
سماع و علم نیست ایشاں را بزائراں و احوال ایشاں پس
بطلان او ثابت شدہ ۔ و اگر بسبب آں ست کہ قدرت و
تصرف نیست مر ایشاں را دراں موطن تا مدد کنند بلکہ محبوس
و ممنوع اند و مشغول بآنچہ عارض شدہ است ایشاں را
از محنت و شدت آنچہ باز داشتہ است از دیگراں ممنوع کہ
ایں کلیہ باشد خصوصاً در شان متقین کہ دوستاں خدا اند شاید
کہ حاصل شود ارواح ایشاں از قرب در برزخ و منزلت و
قوت و قدرت بر شفاعت و دعا و طلب حاجات مر
زائراں راکہ متوسل اند بایشاں چنانچہ روز قیامت خواہد
بود و چیست دلیل بر نفی آں و تفسیر کردہ است بیضاوی
آیت کریمہ وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا را الآیہ بصفات نفوس
فاضلہ در حال مفارقت از بدن کہ کشیدہ مے شوند از
ابدان و نشاط مے کنند بسوئے عالم الملکوت و سیاحت
مے کنند دراں پس سبقت مے کنند بحظائر قدس پس
مے گردند بشرف و قوت از مدبرات و لیت شعری چہ
مے خواہند ایشاں باستمداد و امداد کہ ایں فرقہ منکر اند
آں را از آنچہ مامے فہمیم ازاں ایں است کہ داعی محتاج فقیر
الی اللہ دعا مے کنند خدا را و طلب مے کند حاجات خود
از قرب جناب عزت و غنا وے و توسل مے کند بروحانیت
ایں بندۂ مقرب مکرم در درگاہ عزت وے و مے گوید خدایا
ببرکت ایں بندۂ تو کہ رحمت کردہ بروے و اکرام کردہ او را
بلطف و کرمے کہ بوے داری برآوردہ گرداں حاجت مرا
کہ تو معطی کریمی یا ندا مے کند ایں بندۂ مقرب راکہ اے

کوئی حرج نہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ اس باب کے آخر میں کچھ
باتیں اور آئیں گی جو اس مسئلہ سے متعلق ہیں اور یہ بحث انشاءاللہ
کتاب جہاد میں اور مقتولان بدر کے قصے میں پوری ہو جائے گی
لیکن استمداد باہل قبور سے جو بعض فقہا منکر ہوئے تو اگر ان کا انکار
اس لحاظ سے ہے ۔ کہ ان کو زائر کا اور اس کے احوال و سماع کا
علم نہیں ہے پس اس کا بطلان ثابت ہو چکا ۔ اور اگر اس سبب سے ہے
کہ قدرت و تصرف اس مقام میں ان کو حاصل نہیں ہے تاکہ مدد کر سکیں
بلکہ وہ مقید اور ممنوع ہیں اور مشغول ہیں ان مشاغل میں جو ان کو پیش آئے
ہیں یعنی محنت اور اس حالت کی سختی جو دوسروں سے باز رکھتی ہے پس
اس بات کا کلی ہونا ممنوع ہے ۔ خصوصاً متقیوں کے حق میں
جو خدا کے دوست ہیں شاید کہ ان کی ارواح برزخ میں قرب اور منزلت
اور زائر جو ان سے توسل کرتے ہیں ان کی شفاعت ان کے لئے
دعا اور طلب حاجت پر قدرت ہو ۔ جیسے کہ روز قیامت میں ہوگی ۔
اور اس کی نفی پر کیا دلیل ہے اور بیضاوی نے آیت کریمہ
والنازعات غرقا الآیہ کی تفسیر یوں کی ہے ۔ کہ ان سے وہ
نفوس فاضلہ مراد ہیں جو بدن سے جدا ہوئے ہیں کہ وہ بدنوں
سے کھینچے جاتے ہیں ۔ اور عالم ملکوت کی طرف نشاط کرتے اور اس
میں چلے جاتے ہیں پھر حظائر قدس کی طرف سبقت کرتے ہیں پھر
اپنے شرف اور قوت کی بدولت مدبرات بن جاتے ہیں معلوم نہیں
یہ لوگ استمداد و امداد سے مراد کیا سمجھتے ہیں ۔ جو یہ لوگ اس کے منکر ہیں
ہم جو کچھ سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ داعی کسف جو محتاج ہے اللہ کا
فقیر ہے وہ خدا سے دعا کرتا ہے اور اپنی حاجت کا سوال کرتا ہے
جناب عزت کے قرب سے اور اس کی غنا سے اور توسل کرتا ہے
اس بندہ مقرب کی روحانیت سے جو اس کی درگاہ میں عزت پاتا
ہے اور کہتا ہے کہ خداوندا اس اپنے بندے کی برکت سے جس پر

بندۂ خدا و ولی وے شفاعت کن مراد بخواہ از خدا
کہ بدہد مسئول و مطلوب مرا و قضا کند حاجت مرا۔ پس
معطی و مسئول و مامول پروردگار ست تعالیٰ و تقدس و
نیست ایں بندہ درمیاں مگر وسیلہ نیست قادر و فاعل
و متصرف در وجود مگر حق سبحانہ و اولیاء اللہ فانی
و ہالک اند در فعل الٰہی و قدرت و سطوت وے نیست
ایشاں را فعل و قدرت و تصرف نہ اکنوں کہ در قبور اند
و نہ دراں ہنگام کہ زندہ بودند در دنیا و اگر ایں معنی کہ در
امداد و استمداد ذکر کردیم موجب شرک و توجہ بما سوی حق باشد
چنانکہ منکر زعم مے کند پس باید کہ منع کردہ شود توسل و طلب دعا
از صالحاں و دوستاں خدا در حالت حیات نیز و ایں
ممنوع نیست بلکہ مستحب و مستحسن ست باتفاق و شائع ست
در دین۔ و اگر میگویند کہ ایشاں بعد از موت معزول شدند
و بیروں آوردہ شدند از حالت کرامت کہ بود ایشاں را در
حالت حیات چیست دلیل بر آں یا گویند کہ مشغول و ممنوع
شدند بآنچہ عارض شد ایشاں را از آفات بعد از ممات پس
ایں کلیہ نیست بر دوام و استمرار آں تا روز قیامت نہایت
ایں کہ ایں کلیہ نباشد و قاعدۂ استمداد عام نباشد بلکہ ممکن
است کہ بعضے منجذب باشند بعالم قدس و مستہلک باشند
در لاہوت حق چنانچہ ایشاں را شعوری و توجہی بعالم
دنیا نماندہ باشد و تصرفی و تدبیری در وے نہ چناں کہ
دریں عالم نیز از تفاوت حال مجذوباں و متمکناں ظاہر
مے گردد نعم اگر زائراں اعتقاد کنند کہ اہل قبور متصرف
و مستبد و قادر اند بے توجہ بحضرت حق و التجا بجانب
وے تعالیٰ ست چنانکہ عوام و جاہلاں و غافلاں اعتقاد

تو نے رحمت فرمائی ہے اور اس کو عزت بخشی ہے۔ اپنی اسی مہربانی
اور کرم سے جو تو اس پر رکھتا ہے میری حاجت بر لا۔ کیونکہ تو
عطا فرمانے والا کریم ہے۔ یا اس مقرب بندے کو پکارے۔ کہ
اے خدا کے بندے اور اس کے ولی میری شفاعت کر اور خدا سے
دعا کر کہ میرا مقصود و مراد وہ مجھے دے اور میری حاجت پوری کر دے۔
پس دینے والا پروردگار ہے اسی سے سوال ہے۔ اسی سے امید
ہے۔ تعالیٰ و تقدس۔ بندہ محض درمیان وسیلہ ہے۔ اور کوئی
قادر و فاعل و متصرف موجود نہیں مگر حق سبحانہ اور اولیاء اللہ
خدا کے فعل و قدرت و سطوت میں فانی و ہالک ہو چکے ہیں۔ ان کا
کوئی فعل و قدرت و تصرف نہیں۔ نہ اب قبر میں اور نہ اس وقت کہ
وہ زندہ تھے دنیا میں۔ اور اگر یہ معنے جو امداد و استمداد میں ہم نے ذکر
کئے ہیں موجب شرک و توجہ بما سوائے حق ہوں جیسے کہ منکر کا زعم ہے
پس چاہئے کہ صالحان و دوستان خدا سے ان کی زندگی میں بھی توسل کرنا ممنوع
ہو حالانکہ یہ ممنوع نہیں۔ بلکہ باتفاق مستحب و مستحسن ہے اور دین میں
شائع ہے۔ اور اگر کہتے ہیں کہ یہ حضرات موت کے بعد معزول
ہو گئے اور اس حالت کرامت سے جو انکو زندگی میں حاصل تھی خارج
کر دیئے گئے ہیں۔ تو اس کی دلیل کیا ہے؟ یا کہتے ہیں۔ کہ وہ حضرات
اُن آفات کی وجہ سے جو موت کے بعد پیش آتی ہیں مشغول و
ممنوع ہو جاتے ہیں۔ پس یہ بات ہمیشہ کلیہ نہیں اس کا دوام قیامت تک
نہیں زیادہ سے زیادہ یہ کہ یہ کلیہ نہیں نہ ہوگا۔ اور استمداد کا
قاعدہ عام نہ ہوگا۔ بلکہ ممکن ہے بعض حضرات عالم قدس کی طرف
منجذب اور لاہوت حق میں مستہلک ہوں چنانچہ ان کو عالم دنیا کی
طرف شعور اور توجہ نہ رہی ہو اور اس میں تصرف اور تدبیر نہ ہو۔ جیسے کہ
اس عالم میں بھی مجذوبوں اور متمکنوں کے تفاوت احوال سے ظاہر ہوتا ہے
ہاں اگر زائرین لوگ یہ اعتقاد کریں کہ اہل قبور حضرت حق کی طرف توجہ کرنے

دارند و چنانکہ مے کنند آنچہ حرام و منہی عنہ است
در دین از تقبیل قبر و سجدہ مرآں را و نماز بسوئے وے
وجز آں کہ از آں نہی و تحذیر واقع شدہ است ایں اعتقاد
وایں افعال ممنوع و حرام خواہد بود و فعل عوام اعتبارے
ندارد و خارج بحث است وحاش از عالم شریعت
و عارف باحکام دین کہ اعتقاد بکند ایں اعتقاد را
وایں فعل را بکند۔ وآنچہ مروی و محکی است از مشائخ
اہل کشف در استمداد از ارواح الکمل و استفادہ
از آں خارج از حصر ست و مذکور ست در کتب و رسائل
ایشاں و مشہور است میان ایشاں حاجت نیست کہ
آں را ذکر کنم و شاید کہ منکر متعصب سود نکند او
را کلمات ایشاں عافانا اللہ من ذالک۔ سخن دریں جا
از وجہ علم و شریعت است آری مروی و مسنون در زیارت
سلام بر موتی و استغفار مر ایشاں را و قرأت قرآن آمدہ
ولیکن در اینجا نہی از استمداد نیست۔ پس زیارت
برائے امداد موتی و استمداد ایشاں ہر دو باشد
بتفاوت حال زائر و مزور۔ باید دانست کہ
خلاف در غیر انبیاء است صلوات اللہ و سلامہ علیہم
اجمعین کہ ایشاں احیاء اند بحیات حقیقی دنیاوی باتفاق
و اولیاء بحیات اخروی معنوی و کلام دریں مقام بجد لجاجۂ
و تطویل کشید بزعم منکراں کہ در قرب ایں زماں ایں
فرقہ پیدا شدہ منکر استمداد و استعانت را از اولیائے
خدا کہ نقل کردہ شدہ اند ازیں دار فانی بدار بقا و زندہ
اند نزد پروردگار خود و مرزوق اند و خوشحال اند و ہر
مردم را از آں شعور نیست و متوجہان بجناب ایشاں را

اور حق تعالیٰ سے التجا کرنے کے بغیر خود متصرف مستقل اور
قادر ہیں۔ جیسے کہ عوام اور جاہل لوگ اور غافل اعتقاد
رکھتے ہیں۔ اور جیسے کہ یہ لوگ وہ کام نہیں کرتے جو اسلام
میں حرام اور ممنوع ہیں۔ مثلاً بوسہ قبر۔ سجدہ قبر۔ نماز بجانب
قبر۔ وغیرہ جن کی نہی اور بچنے کی ہدایت وارد ہوئی ہے۔
یہ اعتقاد اور افعال ممنوع اور حرام ہیں۔ عوام کے فعل کا
کوئی اعتبار نہیں۔ اور وہ بحث سے خارج ہے۔ ایک
عالم شریعت اور واقف احکام سے یہ بات بعید ہے کہ ایسے
اعتقاد کا معتقد ہو اور اس فعل پر عمل کرے اور وہ جو
مروی و مذکور ہے مشائخ اہل کشف سے، کاملین کی ارواح
سے استمداد کرنے اور ان سے فائدہ اٹھانے کے متعلق وہ
بے شمار ہے۔ اور ان حضرات کی کتب و رسائل میں مذکور ہے
اور ان میں مشہور ہے۔ اس کے ذکر کی حاجت نہیں۔ کہ شاید
منکر متعصب کو کلمات ان حضرات کے مفید نہ پڑیں۔ اللہ
تعالیٰ ہم کو بچائے۔ یہاں علم و شریعت کے لحاظ سے کلام ہے
خواہ مروی و مسنون زیارت ہو۔ مردوں کو سلام کرنا، ان کے
لئے استغفار کرنا ہے اور قرآن شریف پڑھنا لیکن یہاں استمداد
سے نہی وارد نہیں۔ پس موتیٰ کی زیارت سے ان کی امداد اور
ان سے استمداد زائر و مزور کے تفاوت حال پر دونوں ہو
سکتی ہیں۔ واضح رہے کہ اختلاف غیر انبیاء علیہم السلام
میں ہے۔ کیونکہ یہ زندہ بحیات حقیقی دنیاوی ہیں باتفاق
اور اولیاء بحیات اخروی معنوی۔ اور کلام یہاں طوالت
و درازی کو پہنچ گیا۔ منکروں کے خلاف جو اس زمانے کے
قریب یہ فرقہ پیدا ہو گیا۔ یہ لوگ اولیاء اللہ سے رجو اس دار فانی
سے دار البقا کی طرف منتقل ہو کر زندہ ہیں اپنے پروردگار کے پاس

مشرک بخدا و عبدہ اصنام مے دانند و مے گویند آنچہ میگویند۔

جانتے ہیں اور جو منہ پر آتی ہے کہتے ہیں۔

اور رزق پاتے ہیں اور خوشحال ہیں اور ہر شخص کو اس کی خبر نہیں) استمداد و استعانت کرنے کے منکر ہیں ۔ اور ان کی جناب میں متوجہ ہونے والوں کو مشرک اور بت پرست

ایک اعرابی کو روضہ مبارک سے مغفرت کی بشارت

رَوَى ابْنُ عَسَاكِرَ فِي تَارِيخِهِ وَابْنُ الْجَوْزِيِّ فِي مُثِيرِ الْغَرَامِ السَّاكِنِ وَالْإِمَامُ هِبَةُ اللهِ فِي تَوْثِيقِ عُرَى الْإِيمَانِ مِنَ الْعُتْبِيِّ أَنَّ أَعْرَابِيًّا جَاءَ إِلَى قَبْرِ النَّبِيِّ صلى الله فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ سَمِعْتُ اللهَ يَقُولُ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَحِيمًا ٥ وَقَدْ جِئْتُكَ مُسْتَغْفِرًا مِنْ ذَنْبِي مُسْتَشْفِعًا بِكَ إِلَى رَبِّي ثُمَّ أَنْشَأَ يَقُولُ ؎

يَا خَيْرَ مَنْ دُفِنَتْ فِي الْقَاعِ أَعْظُمُهُ
فَطَابَ مِنْ طِيبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْأَكَمُ
رُوحِي الْفِدَاءُ لِقَبْرٍ أَنْتَ سَاكِنُهُ
فِيهِ الْعَفَافُ وَفِيهِ الْجُودُ وَالْكَرَمُ

قَالَ الْعُتْبِيُّ فَغَلَبَتْنِي عَيْنَايَ فَرَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم فِي النَّوْمِ فَقَالَ يَا عُتْبِيُّ الْحَقِ الْأَعْرَابِيَّ وَبَشِّرْهُ بِأَنَّ اللهَ قَدْ غَفَرَ لَهُ ۔

(جذب القلوب)

ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اور ابن جوزی نے مثیر الغرام الساکن میں اور امام ہبۃ اللہ نے توثیق عری الایمان میں عتبی سے روایت کیا کہ انھوں نے کہا ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر آیا اور کہا۔ السلام علیک یا رسول اللہ ہم نے سنا کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے "اگر لوگ اپنے نفس پر ظلم کریں اور آپ کے پاس آئیں اور خدا سے معافی چاہیں اور رسول ان کے واسطے معافی چاہے تو البتہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے اور تحقیق میں آپ کے پاس آیا ہوں معافی چاہنے والا اپنے گناہوں سے۔ میں آپ کے ذریعے سے اپنے رب کی طرف شفاعت چاہتا ہوں" اور پھر یہ شعر پڑھا ۔ " اے بہترین ان لوگوں کے جن کی ہڈیاں اس سرزمین میں مدفون ہیں۔ جن کی خوشبو کی لپک سے ہر نشیب و فراز اس میدان کا معطر ہے"۔ عتبی نے کہا کہ مجھ کو نیند آگئی اور میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے عتبی تم اعرابی کے پاس جاؤ اور اسکو خوش خبری دو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہوں کو بخش دیا

اس روایت سے یہ ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر جا کر عرض کرنے سے لوگوں کے مطالب

حاصل ہوتے ہیں اور حاجتیں بر آتی ہیں۔

روضہ مبارک سے بشارت مغفرت کی دوسری نظیر

رَوَى اَبُوْ سَعِيْدِ السَّمْعَانِي عَنْ عَلِيِّ كَرَّمَ اللهُ وَجْهَهُ اَنَّ اَعْرَابِيًّا قَدِمَ عَلَيْنَا بَعْدَ مَا دَفَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فَرَمٰى بِنَفْسِهٖ عَلٰى قَبْرِهٖ وَحَثٰى مِنْ تُرَابِهٖ عَلٰى رَاْسِهٖ وَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ قُلْتَ فَسَمِعْنَا قَوْلَكَ وَوَعَيْتَ عَنِ اللهِ فَوَعَيْنَا عَنْكَ وَكَانَ فِيْمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝ وَقَدْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَجِئْتُكَ تَسْتَغْفِرُ لِيْ فَنُوْدِيَ مِنَ الْقَبْرِ اِنَّهٗ قَدْ غُفِرَ لَكَ ۝

مواہب اللدنیہ ـ خلاصۃ الوفا

ابو سعید سمعانی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے تین روز بعد ایک اعرابی آیا اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر پر گر پڑا اور قبر مبارک کی مٹی کو اپنے سر پر ڈال کر کہا۔ یا رسول اللہ آپ نے جو فرمایا تھا ہم نے آپ کے قول کو سنا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ سے آپ نے محفوظ رکھا۔ ہم نے اُسے سیکھ کر محفوظ اور یاد رکھا۔ اور آپ پہ جو نازل ہوا۔ اس میں یہ آیت ہے۔ " جو لوگ اپنے اوپر ظلم کریں اور تمہارے پاس آئیں اور خدا سے معافی چاہیں اور ان کے واسطے رسول معافی چاہے تو البتہ پائیں گے وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا اور مہربانی کرنے والا۔ تو حضرت میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے یعنی گناہوں میں مبتلا ہوا ہوں۔ حضور میں آیا ہوں کہ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہئے اور بخشش مانگئے اسی وقت اسے روضہ مقدسہ سے آواز آئی کہ یقیناً تیری مغفرت ہوگئی۔ اور تو بخش دیا گیا۔

اس روایت سے ثابت ہوا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روضہ مبارک پر جا کر عرض کرنے سے لوگوں کے مطالب حاصل ہوتے ہیں اور حاجتیں بر آتی ہیں۔ نیز اس روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روضہ مبارک سے زندوں کی طرح جواب دیا۔

روضہ مبارک سے نزول باراں کی بشارت

عَنْ مَالِكِ الدَّارِ وَكَانَ خَازِنُ عُمَرَ قَالَ اَصَابَ النَّاسَ قَحْطٌ فِيْ زَمَانِ عُمَرَ بْنِ

مالک الدار رضی اللہ عنہ جو حضرت عمرؓ کے خزانچی تھے روایت ہے کہ عمر بن خطاب کے عہد میں قحط پڑا۔ تو ایک شخص جس کا نام بلال بن حارث ہے

الخطاب فجاء رجل الی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فشکی لہ فقال یا رسول اللہ استسق لامتک فانھم قد ھلکوا فاتاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام فقال ائت عمر واقرأہ السلام واخبرہ انھم مسقون وقل لہ علیک الکیس الکیس فاتی الرجل عمر فاخبرہ فبکی عمر ثم قال رب ما آلو الا ما عجزت

(خلاصۃ الوفاء جذب القلوب والبیہقی)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک پر آیا اور قحط کی شکایت کی اور کہا۔ یا رسول اللہ! اپنی اُمت کے واسطے پانی مانگئے۔ کیونکہ وہ ہلاک ہوئے جاتے ہیں۔ تب خواب میں اُس شخص کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ تم حضرت عمر کے پاس جاکر ان کو میرا سلام کہو اور خبر دو کہ پانی برسے گا اور حضرت عمر سے کہو کہ ہوشیار رہیں۔ اس شخص نے حضرت عمر کی خدمت میں حاضر ہو کر اُن سے حال بیان کیا۔ حضرت عمر روئے اور فرمایا کہ اے اللہ ہم قصور نہیں کرتے مگر جہاں ہم عاجز ہوتے ہیں۔

اس روایت سے ایک اعرابی کا قحط کے دنوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک پر بارش و باران مانگ کے لئے جانا اور آنحضرت کا اس کی استدعا کو قبول کر کے خواب میں کہنا کہ عمر خطاب سے کہہ دو کہ پانی برسے گا۔ پھر ا اعرابی کا یہ پیغام حضرت عمر کو پہنچانا ثابت ہوتا ہے۔ پس اگر طلب حاجات کے لئے قبر پر جانا شرک ہوتا۔ تو آپ اس کی عرض کو کیونکر قبول کرتے۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک پر جانے اور عرض کرنے سے قحط بلا دفع ہوئی تو اور بزرگوں کی قبروں پر جاکر مراد مانگنا کیوں کر شرک ہو سکتا ہے بلکہ یہ ایک امر مستحسن ہے۔

غرض انبیاء و اولیاء کی قبروں پر جانا کفر و شرک نہیں ہے اور اُن کا توسل پکڑنا جائز ہے۔ بتوں سے مانگنے یا توسل پکڑنے اور اولیاء اللہ سے مانگنے یا توسل پکڑنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ بت بے جان ہیں اور اولیاء اللہ میں زندہ ہیں جو مظہر انوار الٰہی ہیں۔

روضۂ مبارک کے توسل سے بارش برس گئی

امام دارمی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک بار مدینہ منورہ میں بہت سخت قحط پڑا۔ اصحاب نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر اپنی مصیبت کا اظہار حضرت عائشہ نے فرمایا۔ اُنْظُرُوا اِلٰی قَبْرِ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یعنی روضۂ مقدسہ پر جاؤ۔ نے یہ نہیں فرمایا کہ جاؤ دعا مانگو۔ یا قرآن مجید پڑھو۔ بلکہ وہی فرمایا جو متوسلین کہا کرتے ہیں۔ فَاجْعَلُوْا كُوًى اِلَى السَّمَاءِ حَتّٰى لَا يَكُوْنَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ السَّمَاءِ سَقْفٌ۔ اس سے آسمان کی طرف ایک سوراخ تاکہ رحمۃ للعلمین کے روضہ اور آسمان کے مابین کوئی چھت حائل نہ رہے فَفَعَلُوْا چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا

فمطروا۔ پس موسلا دھار بارش شروع ہوگئی حتیٰ کہ جانوروں کے بدن چربی سے پھول گئے۔

یہی روایت ایک اور طریقہ سے یوں آئی ہے:۔

عن ابی الجوزا اوس بن عبد اللہ قال قحط اھل المدینۃ قحطاً شدیداً فشکوا الی عائشۃ فقالت انظروا قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاجعلوا منہ کوی الی السماء لا یکون بینہ وبین السماء سقف ففعلوا فمطروا مطراً حتی نبت العشب وسمنت الابل حتی تفتقت من الشحم۔

(رواہ ابن الجوزی فی صفۃ الصفوۃ)

ابوالجوزا اوس بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ مدینہ میں ایک بار سخت قحط پڑا اور لوگوں نے اس کی شکایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کی۔ انہوں نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کو دیکھو اور ایک ایسا سوراخ چھت میں بنا دو کہ آسمان اور قبر مبارک کے درمیان کوئی حجاب نہ رہے۔ چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ اور پانی خوب زور سے برسا حتیٰ کہ گھاس بکثرت پیدا ہوگئی اور اونٹ فربہ ہوگئے حتیٰ کہ چربی سے پھٹ گئے۔

دیکھئے اگر توسل بالقبر شرک ہوتا، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پہ بارش مانگنے کے لئے نہ بھیجتیں۔ چونکہ انہوں نے اس کو مستحسن طریقہ سمجھا تھا۔ اس لئے انہیں اجازت دی۔ لطف یہ ہے کہ لوگ بھی اپنے مطلب میں کامیاب ہوگئے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات جلد چہارم میں اس حدیث کی شرح میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

وسبب در رفع حجاب میان قبر شریف و آسمان آں باشد کہ ایں طلب شفاعت است از قبر شریف زیرا کہ در حیات آنحضرت استسقاء مے کردند بذات شریف و چوں ذات شریف وے در پردہ شد امر کرد عائشہ کہ کشف کردہ شود قبر شریف تا باراں بیارد، گویا استسقا کردند بقبر در حقیقت استسقاء و استشفاع است

چھت میں اس سوراخ کرنے کا یہ سبب تھا کہ طلبِ شفاعت کرنا ہے قبر شریف سے اس واسطے کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ تھے آپ کی ذات شریف سے طلب باراں کی جاتی تھی اور جب آپ کی ذات پردہ میں ہوگئی تو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حکم فرمایا۔ چھت میں سوراخ کرنے کا تاکہ پانی برسے گویا طلب باراں کی، بذریعہ قبر شریف کے مگر بہ حقیقت میں طلب باراں ہے آپ کی ذات کے

اور شفیع کرنا ہے آپ کی ذات بابرکات کو اور سوراخ کرنا اس میں مبالغہ ہے ۔	بذات شریف وے وکشف قبر مبالغہ است دراں ۔

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کو واسطہ اور شفیع کرنا گویا خود آپ کی ذات شریف کو واسطہ اور شفیع کرنا ہے ۔

دیکھئے کہ جب مدینہ منورہ میں سخت خشک سالی ہوئی اس وقت نہ تو نماز استسقاء پڑھی گئی اور نہ دعا مانگی گئی بلکہ حسب حکم حضرت عائشہ صدیقہ کے روضہ مبارک کا حجاب جو درمیان قبر اور آسمان کے تھا اٹھا دیا گیا ۔ یعنی چھت میں سوراخ کر دیا گیا اور قبر شریف واسطہ کی گئی کہ جس سے اس قدر پانی برسا کہ ملک سرسبز اور شاداب ہو گیا ۔

کاش کہ اگر اس زمانہ میں بھی خشک سالی کے وقت ہم لوگ بھی اس سنت کی پیروی کر کے کسی ولی اللہ کی قبر شریف کے ذریعہ سے طلب بارش کیا کریں تو اللہ کی ذات سے امید کامل ہے کہ مدعا بر آئے اور کام عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حکم سے تمام صحابہ اور اہل بیت کے روبرو کیا گیا اور کسی نے اس سے انکار نہیں کیا ۔ اب کس مسلمان کی ایسی جرأت ہو سکتی ہے کہ ایسے فعل مسنون کا نام جو بحکم عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے تمام صحابہ کے روبرو کیا گیا ہو اور اس کا اثر بھی مترتب ہوا ہو شرک رکھے اور اس کو قبر پرستی قرار دے ۔ اس واسطے کہ حضرت عائشہ صدیقہ کے قول و فعل و اعتقاد کا نام سنت ہے نہ شرک ۔ پس جب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول و فعل شرک ٹھیرا تو پھر اسلام کا خدا حافظ ۔

ع چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

ایک مہمان نے روضہ سے غیبی ضیافت پائی

ابو الخیر الشیبانی سے روایت ہے کہ میں مدینہ منورہ میں داخل ہوا اور میں فاقے سے تھا وہاں میں پانچ دن ٹھیرا اور میں نے کچھ نہ کھایا ۔ پھر میں روضہ نبوی پر آیا اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو سلام کیا اور میں نے کہا ۔ یارسول اللہ آج رات میں آپ کا مہمان ہوں ۔ یہ کہہ کر میں الگ ہو گیا پھر میں ممبر کے پیچھے سو رہا خواب میں میں نے رسول اللہ کو دیکھا اور حضرت ابوبکر کو آپ کے داہنے طرف اور حضرت عمر کو بائیں جانب اور حضرت علی کو آپ کے آگے دیکھا ۔	عَنْ اَبِی الْخَیْرِ الشَّیْبَانِیِّ دَخَلْتُ مَدِیْنَۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنَا بِفَاقَۃٍ فَاَقَمْتُ خَمْسَۃَ اَیَّامٍ مَا ذُقْتُ ذَوَاقًا فَتَقَدَّمْتُ اِلَی الْقَبْرِ فَسَلَّمْتُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ وَقُلْتُ اَنَا ضَیْفُکَ اللَّیْلَۃَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَتَنَحَّیْتُ فَنِمْتُ خَلْفَ الْمِنْبَرِ فَرَاَیْتُ فِی الْمَنَامِ النَّبِیَّ وَاَبُوْبَکْرٍ عَنْ یَمِیْنِہٖ وَعُمَرُ عَنْ شِمَالِہٖ وَعَلِیٌّ

بن ابی طالب بین یدیہ فحرکنی علیٌ
وقال قد جاء رسول اللّٰہ فقمت
فقبلت بین عینیہ فدفع الیّ
رغیفاً فاکلت بعضہ وانتبہت
فاذا النصف الاٰخر بیدی
(صفۃ الصفوۃ)

حضرت علی نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ اٹھ رسول اللّٰہ
صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں ۔ میں اٹھا
اور میں نے آپ کی پیشانی مبارک پر بوسہ دیا ۔
پھر آپ نے مجھے ایک روٹی دی ۔ میں نے
اس میں سے کچھ کھایا ۔ پھر میں جاگ پڑا تو آدھی
روٹی میرے ہاتھ میں تھی ۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ جس طرح سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ حیات میں ان کے پاس مہمان آتے تھے اور اُن کو آپ کھانا کھلاتے تھے ۔ اسی طرح وصال کے بعد بھی آپ نے اپنے روضۂ مبارک سے مہمانوں کو کھانا کھلایا ۔ مخالفین اسی توحید پرستی کو قبر پرستی ٹھہرا رہے ہیں ۔

دوسری نظیر ۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جذب القلوب میں تحریر فرماتے ہیں :۔

ابن الجلاء میگوید کہ بمدینۂ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم در آمدم و یک دو فاقہ بر من گذشتہ
بود ۔ و بقبر شریف ایستادم گفتم اَنَا
ضَیفُکَ یَا رَسُولَ اللّٰہِ و بخواب
رفتم پیغمبر خدا را دیدم صلی اللہ علیہ وسلم رغیفے
بدست من داد نصفے را ہم در خواب خوردم
چوں بیدار شدم نصف دیگر در دست من
باقی بود ۔

ابن الجلاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ
میں آیا اور ایک دو یوم فاقہ رہا ۔ لاچار میں نے
روضۂ مبارک پر جا کر عرض کیا ، یا رسول اللہ
میں آپ کا مہمان ہوں ۔ یہ کہہ کر میں سوگیا ۔
خواب میں آپ کو دیکھا ۔ آپ نے مجھے ایک
روٹی عطا فرمائی ۔ میں نے ابھی آدھی کھائی تھی
کہ میں بیدار ہوگیا ۔ کیا دیکھتا ہوں کہ باقی آدھی
روٹی میرے ہاتھ میں موجود ہے ۔

تیسری نظیر ۔ جذب القلوب میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں :۔

ابوبکر اقطع گوید بمدینہ در آمدم و پنج روز بر من
گذشت کہ طعام نچشیدم روز ششم بر قبر
شریف رفتم و گفتم ۔ اَنَا ضَیفُکَ یَا رَسُولَ اللّٰہِ
بعد ازاں در خواب مے بینم کہ سرور انبیاء مے
آید و ابوبکر بر یمین و عمر بر شمال و علی
بن ابی طالب در پس ۔ علی رضی اللہ عنہ

ابوبکر اقطع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مدینہ طیبہ میں
آیا اور پانچ روز تک میں نے طعام نہ چکھا ۔ چھٹے
روز روضۂ مبارک پر پہنچا اور کہا ۔ یا رسول اللہ
میں آپ کا مہمان ہوں اس کے بعد خواب میں کیا
دیکھتا ہوں کہ آپ تشریف لارہے ہیں ۔
حضرت ابوبکر صدیقؓ آپ کے دائیں ہیں اور

مرا مے گوید، برخیز کہ پیغمبر آمد،
رفتم و بوسہ درمیان دو چشم او دادم
رغیفے بمن داد او را خوردم چوں
بیدار شدم ہنوز پارۂ از وے
در دستِ من بود۔

(صفوۃ الصفوۃ) مصنفہ ابن
جوزی، متوفی ۵۹۷ھ

اور حضرت عمر فاروق بائیں طرف اور حضرت
علی پیچھے کی طرف۔ حضرت علی نے آگے بڑھ
کر مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اٹھو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام تشریف لائے ہیں۔ میں اسی وقت
اٹھ کھڑا ہوا اور آپ کی دونوں آنکھوں کے
درمیان پیشانی پر بوسہ دیا۔ آپ نے مجھے
ایک روٹی عنایت فرمائی میں نے اس کو کھانا
شروع کر دیا، میری آنکھ کھل گئی۔ کیا دیکھتا
ہوں کہ روٹی کا ٹکڑا میرے ہاتھ میں موجود ہے

مدینہ کے مہمانوں کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کھانا پہنچانے کے لئے خواب میں ہدایت کی۔

عَنْ عَبْدَ اللهِ بن صالح قَالَ اَبُوبَكْرِ
الْمُقْرِيُّ يَقُوْلُ كُنْتُ اَنَا وَ
اَبُو الشَّيْخِ وَ الطَّبْرَانِيُّ فِي
حَرَمِ رَسُوْلِ اللهِ صلى الله
عليه وسلم وَ كُنَّا عَلَى حَالَةٍ
وَ أَثَّرَ فِيْنَا الْجُوْعُ فَوَاصَلْنَا
ذَالِكَ الْيَوْمَ فَلَمَّا كَانَ وَقْتُ
الْعِشَاءِ حَضَرْتُ قَبْرَ النَّبِيِّ
صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَقُلْتُ
يَا رَسُوْلَ اللهِ الْجُوْعُ الْجُوْعُ وَ انْصَرَفْتُ
قَالَ اَبُوبَكْرٍ فَنِمْتُ وَ اَبُو الشَّيْخِ وَ
الطَّبْرَانِيُّ جَالِسٌ يَنْظُرُ فِي شَيْءٍ
فَحَضَرَ فِي الْبَابِ عَلَوِيٌّ فَدَقَّ
الْبَابَ فَفَتَحْنَا فَاِذَا مَعَهُ غُلَامَانِ
مَعَ كُلِّ غُلَامٍ زِنْبِيْلٌ فِيْهِ شَيْءٌ

عبداللہ بن صالح رحمۃ اللہ علیہ سے روایت
ہے کہ ابوبکر المقری کہتے تھے کہ ہم اور
ابو الشیخ اور طبرانی حرم رسول میں فاقہ کی حالت
میں تھے۔ ہمیں بھوک معلوم ہوتی۔ ہم نے وہ دن
تمام کیا۔ پھر میں رات کے وقت روضۂ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوا اور میں نے کہا۔
یا رسول اللہ ہم بھوکے ہیں۔ پھر میں چلا آیا۔
حضرت ابوبکر نے کہا کہ ہم سو رہے اور
ابو الشیخ اور طبرانی بیٹھے ہوئے کچھ دیکھ رہے تھے
کہ دروازے پر ایک علوی آیا اور اس نے کواڑ
کو ہلایا۔ میں نے کواڑ کو کھولا تو دیکھا کہ اس
کے ساتھ دو غلام ہیں اور ہر غلام کے ساتھ
ایک زنبیل ہے کہ جس میں بہت سی کوئی چیز ہے
ہم نے بیٹھ کر اس کو کھایا۔ پھر وہ شخص چلا گیا
اور چھوڑ دیا جو باقی رہا تھا۔ پس جب وقت میں نے

كثيرٌ، فجلسنا فأكلنا فوقي وترك الباقي عندنا فلما فرغنا من الطعام قال العلوي يا قوم اتّهم إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم قال رأيته في المنام فأمرني بحمل شيء لكم۔

کھانے سے فراغت پائی تو علوی نے کہا کہ اے قوم کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تھی۔ کیونکہ میں نے آنحضرت کو خواب میں دیکھا کہ حضور نے آپ لوگوں کے لئے کچھ طعام لے جانے کا حکم دیا۔

(رواہ ابن الجوزی فی الوفا)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر بھوکے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ مبارک پہ جاکر کھانا مانگیں تو آپ کے ذریعے سے بعض اوقات کھانا بھی ملتا ہے۔

ایک درویش کا سوال اور روضہ پاک سے اجابت

شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جذب القلوب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

احمد بن صوفی گوید کہ سہ ماہ در بادیہ گشتہ بودم و پوست بدن من ہمہ ترقیدہ کہ بمدینہ آمدم و برای سرور صلی اللہ علیہ وسلم و دما حبیبیہ رضی اللہ عنہما سلام کردم و بخواب رفتم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را در خواب دیدم کہ مے فرماید احمد آمدی۔ چہ حال داری۔ گفتم۔ أَنَا جَائِعٌ وَأَنَا فِي ضِيَافَتِكَ يَا رَسُولَ الله۔ فرمود دست بکشا۔ کشادم دراہمے چند در دست من نہاد۔ بیدار شدم دراہم در دستِ من بود۔ ببازار رفتم و فطیر وفالودہ خریدم و خوردم و بباد یہ در شدم۔

احمد بن محمد صوفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں جنگل میں تین ماہ تک پھرتا رہا اور میرا تمام بدن چور چور ہوگیا۔ میں مدینہ منورہ میں آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پہ حاضر ہوا۔ اور میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر پہ سلام عرض کیا اور سو گیا خواب میں حضور کو دیکھا کہ فرما رہے ہیں اے احمد آئے ہو۔ کہو۔ کیسا حال ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ بھوک سے بیتاب ہو رہا ہوں آپ کا مہمان ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہاتھ بڑھاؤ میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو آپ نے چند درہم میرے ہاتھ میں رکھ دئے جب میں بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ درہم میرے ہاتھ میں بعینہ موجود ہیں۔ میں اسی وقت اٹھ کر بازار کی طرف گیا اور روٹی اور فالودہ خرید کے کھایا اور جنگل کی راہ جا لیا۔

آنحضرت نے روضہ مقدسہ سے اپنا ہاتھ نکال کر غوث اعظم سے مصافحہ کیا

بہجۃ الاسرار میں ہے کہ جب شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مقدسہ کی زیارت کے لئے تشریف لائے

روضۂ مقدسہ کے سامنے دست بستہ کھڑے ہو کر یوں عرض کی ؂

فِیْ حَالَۃِ الْبُعْدِ کُنْتُ رُوْحِیْ اُرْسِلُھَا تُقَبِّلُ الْاَرْضَ عَنِّیْ وَھِیَ نَائِبَتِیْ

میں دُوری کی حالت میں آپ کی طرف اپنی روح کو روانہ کرتا تھا۔ وہ زمین کو میری طرف سے چومتی اور وہ میری نائب تھی۔

وَھٰذِہٖ نَوْبَۃُ الْاَشْبَاحِ قَدْ حَضَرَتْ فَامْدُدْ یَدَیْکَ کَیْ تَحْظٰی بِھَا شَفَتِیْ

اور اس وقت یہ موقع ہے کہ میرا جسم حاضر ہے۔ پس اپنا دست مبارک نکالئے کہ میرے ہونٹ اس سے لذت پائیں۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر اپنا دستِ مبارک نکالا۔ اور حضرت غوث الاعظم سے مصافحہ کیا۔

حضرت امام احمد حنبل نے قبر سے نکل کر حضرت غوث اعظم سے مصافحہ کیا

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ زبدۃ الاسرار میں تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ ابوالحسن علی بن الہیتی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ بقا بن بطو رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی زیارت کی۔ پھر میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ امام صاحب نے اپنی قبر سے نکل کر حضرت غوث الاعظم کو اپنے سینے سے لگایا اور اُن کو خلعت پہنا کر فرمایا۔ "اے شیخ عبدالقادر میں علم شریعت۔ علم حال۔ اور فعلِ حال میں تمہارا محتاج ہوں۔"

غالباً یہی وجہ تھی کہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے حنبلی مذہب کو اختیار کیا۔ کیونکہ حنبلی مذہب کے لوگ کم تھے۔ آپ کی شمولیت سے اس مذہب کو زیادہ شہرت ہوئی۔

ایک مریض کو روضہ پاک پر عرض کرنے سے شفا حاصل ہوئی

عَنْ اَبِیْ مُحَمَّدِ الْاِشْبِیْلِیِّ

نَزَلَتْ بِرَجُلٍ مِّنْ اَھْلِ غَرْنَاطَۃَ عِلَّۃٌ عَجَزَ عَنْھَا الْاَطِبَّاءُ وَاَیِسُوْا مِنْ بُرْئِھَا فَکَتَبَ عَنْہُ الْوَزِیْرُ بْنُ اَبِی الْخِصَالِ کِتَابًا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْئَلُہُ فِیْہِ الشِّفَاءَ لِدَائِہٖ فَمَا ھُوَ اِلَّا اَنْ وَّصَلَ الرَّکْبُ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ الشَّرِیْفَۃِ وَقُرِءَ عَلٰی قَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھٰذَا الشِّعْرُ وَبَرِءَ الرَّجُلُ مَکَانَہٗ ؂

ابو محمد اشبیلی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ غرناطہ کے ایک شخص کو ایسی بیماری لاحق ہوئی جس کے علاج سے اطبا نے جواب دیا۔ وزیر بن ابی الخصال نے اُسی کی طرف سے ایک معروضہ آپ کی خدمت میں بھیجا۔ اس میں شفا کی درخواست تھی۔ جب قاصد نے آکر مدینہ منورہ میں آپ کے روضۂ مبارک کے سامنے کھڑے ہو کے یہ شعر پڑھا۔ اور وہ شخص اپنے گھر بیٹھا اچھا ہو گیا۔ ؂

یہ عریضہ ہے لاغر مریض کا جو اپنے پرانے مرض سے قریب بہلاکت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ

كِتَابُ وَقِيْذٍ مِنْ زَمَانَةٍ مُشْفِقٍ
بِقَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَحْمَدَ يَسْتَشْفِيْ

روضہ پاک پر دو مظلوموں کی فریاد رسی

كَانَ بَعْضُ الْعَدُوِّ قَطَعَ لِسَانَ اٰخَرِهِمَا وَ بَعْضُهُمْ فَقَأَ عَيْنَ الْاٰخَرِ فَلَمَّا اَتَيَا قَبْرَهُ الشَّرِيْفَ وَ اسْتَغَاثَا بِهٖ رَدَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا مَا فَقَدَ مِنَ اللِّسَانِ وَ الْعَيْنِ ۝ (رواہ ابن قیم فی کتابہ الکبائر فی السنۃ والبدعۃ)

علیہ وسلم کی قبر پر طالب شفا ہے۔

(خلاصۃ الوفا)

حافظ ابن قیم نے دو شخصوں کا قصہ لکھا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک پر فریاد لے کر گئے تھے۔ وہ یہ ہے کہ بعض دشمنوں نے ایک شخص کی زبان کاٹ لی تھی۔ اور ایک شخص کی آنکھ پھوڑ دی تھی۔ وہ دونو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر گئے اور فریاد کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونو کو زبان اور آنکھ عطا فرمائی۔

اس روایت سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک پر جا کر فریاد کرنے سے اندھوں کو آنکھ اور زبان کٹے ہوئے کو زبان مل جاتی ہے۔ لہٰذا قبروں پر جانا اور وہاں سے مدد مانگنا جائز ہوا۔

حضورؐ نے خواب میں ایک مظلوم کی آنکھیں درست کر دیں

شیخ دمشقی رحمۃ اللہ سے روایت ہے کہ ہم اتفاق سے مدینہ منورہ میں گئے ہوئے تھے۔ ایک روز ٹیاٹی (ایک سکہ کا نام ہے) لے کر بازار میں آٹا خریدنے گئے ایک شیعی بقال ہماری وضع قطع دیکھ کر کہنے لگا کہ اگر تم شیخین پر لعنت کرو گے تو میں آٹا دوں گا ورنہ نہیں۔ میں نے کہا کہ میں تو ایسا کبھی نہیں کہوں گا۔ آخرکار وہ کئی بار ایسا ہی ہنس ہنس کر کہتا رہا۔ میں تو اس کو یہ کہہ کر ٹالتا رہا۔ آخر مجھے غصہ آ گیا اور میں نے طیش میں آ کر کہا کہ اللہ تعالےٰ اس شخص پر لعنت کرے جو شیخین پر لعنت کرتا ہے۔ اس شیعہ نے جوں ہی یہ کلمات میری زبان سے سنے اس نے فوراً میری آنکھوں پر ایک گھونسا رسید کیا جس سے میری دونو آنکھیں بہہ کر رخسارے پر آ گئیں اور میں اندھا ہو گیا۔ الغرض میں آہ و بکا کرتا ہوا روضہ مبارک پر جا کر یوں فریادی ہوا کہ یا رسول اللہ میں مظلوم ہوں۔ آپ کے دروازے پر فریاد لے کر آیا ہوں۔ للہ میری دستگیری کیجیے۔ یہی کلمات بار بار کہتے ہوئے مجھے نیند کی آ گئی۔ خواب میں آپ نے میرے چہرے پر اپنا دست مبارک پھیرا۔ صبح کو جب میں بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میری دونو آنکھیں صحیح و سلامت ہیں ایسی کہ جیسے ان کو کبھی تکلیف نہیں ہوئی تھی۔ میں نے حضور کا شکریہ ادا کیا اور میں اپنے وطن کو واپس چلا آیا۔ دوسرے سال پھر مجھے مدینہ منورہ جانے کا اتفاق ہوا۔ بازار میں چلتے ہوئے مجھے اس رافضی نے پہچان کر آواز دی۔ میں اس کے پاس چلا گیا۔ اس نے کہا کہ کیا تو وہ شخص نہیں ہے جس کو میں نے مار کر اندھا کر دیا تھا۔ میں نے کہا بے شک میں وہی آدمی ہوں۔ جس کی آنکھیں تو نے پھوڑ ڈالی تھیں۔ رافضی کہنے لگا

پھر آنکھیں درست کس طرح ہوگئیں۔ یہ تو محال اور ناممکن بات ہے۔ میں نے اپنا تمام ماجرا بتلایا کہ یہ محض حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت کا نتیجہ ہے کہ بینا ہوگیا ہوں ورنہ یہ واقعی محال امر تھا۔ وہ یہ سن کر مع عیال و اطفال کے اپنے جھوٹے مذہب سے تائب ہوگیا۔

خواب میں حضور نے ایک ظالم کو دفع فرمایا

امام جزری رحمۃ اللہ علیہ حصن حصین کے دیباچہ میں ارقام فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں ایک ظالم شخص کے پنجے میں پھنس گیا۔ میں نے کتاب حصن حصین سے جو ایک خاص مضامین کی احادیث کا مجموعہ ہے پناہ مانگی اور اس سے توسل پکڑا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ کو دیکھ کر میں آپ کے بائیں طرف مؤدب کھڑا ہوگیا۔ آپ نے میری طرف نظر عنایت کر کے فرمایا مَا تُرِيْدُ یعنے تو کیا چاہتا ہے فَقُلْتُ لَهٗ اُدْعُ اللّٰهَ لِيْ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ یعنی میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! بدرگاہ رب العالمین دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور تمام مسلمانوں کو اس ظالم کے پنجے سے چھڑائے۔" آپ نے مع حاضرین مقربین کے دعا مانگی۔ جب میں بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ ظالم خود بخود کہیں چلا گیا ہے اور تمام مخلوق خوش و خرم نظر آرہی ہے۔ اور میں بھی آزاد ہوگیا ہوں۔ گویا یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا کا نتیجہ تھا کہ ہم سب ظالم کے پنجے سے رہا ہوگئے۔

حضرت خواجہ ضیاء معصوم کا ایک چشم دید واقعہ

مولانا محمد نذیر صاحب عرشی شہید فرماتے ہیں کہ میرے ایک نہایت معتبر و ثقہ دوست جو حاجی، زبدۃ الحکماء، منشی فاضل اور دیندار بزرگ ہیں اور ۱۳۱۴ھ میں خواجہ ضیاء معصوم رحمۃ اللہ علیہ (مرشد امیر حبیب اللہ خان کابلی) کے ساتھ حج اور زیارت روضہ کے لئے گئے اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ہم سب حرم روضہ میں مصروف ذکر و دعا تھے۔ ترات کو ۱۰ بجے کے قریب نقیب سب زائرین کو اُخْرُجْ اُخْرُجْ (نکل جاؤ نکل جاؤ) کہہ کہہ کر نکالنے لگا۔ اس حکم کی تعمیل ضروری تھی۔ کیونکہ یہ دائمی انتظام تھا۔ خواجہ صاحب بھی تعمیل قاعدہ لازم سمجھ کر باہر چلے آئے۔ اگلے روز پھر ہم کو حرم روضہ میں رات آگئی اور عین اسی وقت پھر اُخْرُجْ اُخْرُجْ کا حکم تعمیل پانے لگا۔ مگر جب نقیب خواجہ ضیاء معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے آگے آیا تو فوراً شیخ حرم نے اس کو پکارا کہ دَعْ هٰذَا الشَّيْخَ فَاِنَّهٗ اَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبَارِحَةَ بِاَنَّهٗ لَا يُخْرَجُ ۔ یعنی ان بزرگ کو رہنے دو، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کل کی رات مجھے حکم دیا کہ ان کو حرم روضہ سے نہ نکالا جائے۔" دیکھئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قبر مبارک کے اندر بھی اپنے عاشقان باصفا کا کس قدر خیال ہے۔ پھر اگر محبان رسول اللہ علیہ وسلم آپ سے استمداد کریں اور فائدہ اٹھائیں تو کیا یہ محل تعجب ہے۔؟ حاشا و کلا۔

روضہ پاک کے پاس دعا کرنے سے ایک رات کے اندر قرض کی رقم مل گئی

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جذب القلوب

فرماتے ہیں ۔

محمد بن المنکدر گوید مردے پیش پدر من ہشتاد دینار ودیعت نہاد وبجہاد رفت و اذن داد کہ اگر ترا حاجت افتد ازیں با خرج کن پدرم نزد احتیاج آں را خرج کرد چوں آں مرد باز آمد مبلغ کہ نہادہ بود طلب کرد پدر در ادائے آں درماند و باوے گفت کہ فردا بیا تا جواب تو گویم ۔ ایں بگفت وشب در مسجد شریف نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بیتوتت کرد وزمانے در حضور شریف و گاہے پیش منبر استغاثہ نمود و فریاد کرد ناگاہ در تاریکی شب مردے پیدا شد و صرۂ ہشتاد دینار بدست وے داد بامداد مبلغ را بآں مرد بداد واز زحمت مطالبہ خلاص یافت ۔

ایک بھوکے نابینا کو روضۂ پاک پر شکایت کرنے سے روٹی ملی

قَالَ اَبُوالْعَبَّاسِ بْنُ الْمُقْرِیْ الضَّرِيْرُ جُعْتُ بِالْمَدِيْنَةِ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فَجِئْتُ اِلَى الْقَبْرِ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ جُعْتُ ثُمَّ نِمْتُ ضَعِيْفًا فَرَكَضَتْنِيْ جَارِيَةٌ بِرِجْلِهَا فَقُمْتُ مَعَهَا اِلَى دَارِهَا فَقَدَّمَتْ اِلَيَّ خُبْزَ بُرٍّ وَتَمْرًا وَسَمْنًا وَقَالَتْ كُلْ يَا اَبَا الْعَبَّاسِ فَقَدْ اَمَرَنِيْ بِهٰذَا جَدِّيْ صلی اللہ علیہ وسلم وَمَتٰى جُعْتَ فَأْتِ اِلَيْنَا (خلاصۃ الوفا)

محمد بن المنکدر کہتے ہیں کہ ایک شخص نے میرے والد کے پاس اسی دینار امانت رکھے ۔ اور جہاد پر چلا گیا اور اجازت دی کہ اگر آپ کو ضرورت ہو تو ان سے خرچ کر لینا ۔ میرے والد نے ضرورت کے وقت ان کو خرچ کر لیا ۔ جب وہ شخص واپس آیا تو جو رقم امانت رکھی تھی واپس مانگی ۔ والد اسکی ادائیگی سے عاجز آگئے اور اس سے کہا کل آنا ۔ تم کو جواب دوں گا ۔ یہ کہا اور رات کو مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں ٹھہرے اور کبھی حضور شریف میں اور کبھی منبر کے سامنے فریاد کرتے رہے ۔ اچانک رات کی تاریکی میں ایک شخص پیدا ہوا ۔ اور اس نے اسی دینار کی تھیلی ان کے ہاتھ میں دی ۔ صبح ہوتے ہی وہ رقم اس شخص کو دی اور اس کے مطالبہ کی زحمت سے نجات پائی ۔

ابو العباس بن نفیس المقری نابینا فرماتے ہیں کہ میں مدینہ میں تین روز بھوکا رہا ۔ پھر قبر مبارک کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ میں بھوکا ہوں ۔ پھر ناتواں ہو کر سو رہا کہ ایک عورت نے اپنے پاؤں کی ٹھوکر سے مجھے جگایا ۔ میں اٹھ کر اس کے ساتھ اس کے مکان تک گیا ۔ وہ گیہوں کی روٹی اور خرما اور گھی میرے پاس لائی اور کہا کھاؤ اے ابو العباس ، مجھے میرے نانا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم فرمایا ہے ۔ جب تم کو بھوک لگے تو ہمارے یہاں آیا کرو ۔

روضہ پاک پر فریاد کرنے سے شیطانی دفع ہوا

عَنْ اَبِی اَیُّوبَ رَجُلٍ مِنْ قُرَیْشٍ اَنَّ امْرَاَۃً مِنْ اَھْلِہٖ کَانَتْ تَجْتَھِدُ فِی الْعِبَادَۃِ وَتُدِیْمُ الصِّیَامَ وَتُطِیْلُ الْقِیَامَ فَاَتَاھَا الْمَلْعُوْنُ وَقَالَ اِلٰی کَمْ تُعَذِّبِیْنَ ھٰذَا الْجَسَدَ وَھٰذَا الرُّوْحَ لَوْ اَفْطَرْتِ وَقَصَّرْتِ فِی الْقِیَامِ وَکَانَ اَدْوَمَ لَکِ وَاَقْوٰی قَالَتْ فَلَمْ یَزَلْ یُوَسْوِسُ لِیْ حَتّٰی ھَمَمْتُ بِالتَّقْصِیْرِ قَالَتْ ثُمَّ دَخَلْتُ مَسْجِدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُعْتَصِمَۃً بِقَبْرِہٖ وَذٰالِکَ بَیْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ فَذَکَرْتُ اللّٰہَ وَصَلَّیْتُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَذَکَرْتُ مَا نَزَلَ بِیْ مِنْ وَسْوَسَۃِ الشَّیْطٰنِ وَاسْتَغْفَرْتُ وَجَعَلْتُ اَدْعُوا اللّٰہَ اَنْ یُّصْرِفَ عَنِّیْ کَیْدَہٗ وَوَسَاوِسَہٗ قَالَ فَسَمِعْتُ صَوْتًا مِنْ نَاحِیَۃِ الْقَبْرِ یَقُوْلُ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا اِنَّمَا یَدْعُوْا حِزْبَہٗ لِیَکُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ قَالَتْ رَجَعْتُ مَذْعُوْرَۃً وَجِلَۃَ الْقَلْبِ وَاللّٰہِ مَا عَاوَدَتْنِیْ تِلْکَ الْوَسْوَسَۃُ بَعْدَ تِلْکَ اللَّیْلَۃِ

ابوایوب قریشی سے روایت ہے کہ ایک عورت ان کے خاندان میں تھی جو عبادت شاقہ کیا کرتی تھی اور صائم الدہر رہتی تھی اور طول قیام کیا کرتی تھی ایک روز اُس کے پاس شیطان مردود نے آکر کہا کہ تم اپنے جسم اور روح کو کہاں تک تکلیف دو گی۔ اگر تم افطار کرو اور قیام کم کرو تو یہ ہمیشہ ہو سکے گا اور بہتر ہو گا۔ وہ کہتی ہیں کہ یہ وسوسہ میرے دل میں برابر ڈالتا رہا۔ یہاں تک کہ میں نے کمی کرنے کا ارادہ کر لیا۔ پھر ایک روز مغرب اور عشا کے درمیان روضۂ رسول پر گئی وہاں اللہ کو یاد کیا اور آنحضرت پر درود بھیجا اور اُس وسوسے کو جو شیطان نے میرے دل میں ڈالا تھا بیان کیا۔ اور میں نے استغفار کیا اور اللہ سے دعا کرنے لگی۔ کہ اس کے مکر اور وسوسے کو دور کر دے۔ پس میں نے قبر کے ایک کونے سے ایک آواز سنی کہ۔ "شیطان تمہارا دشمن ہے اس کو دشمن سمجھو۔ وہ اپنے گروہ کو بلاتا ہے تاکہ وہ جہنم والوں سے ہوں"۔ وہ کہتی ہیں کہ میں وہاں سے خوفناک ہو کر لوٹ آئی اور میرا دل ڈر گیا۔ اللہ کی قسم کہ اس رات کے بعد وہ وسوسہ میرے دل میں پھر کبھی نہیں آیا۔

اس روایت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جب شیطان کسی کے دل میں کسی قسم کا وسوسہ ڈالے تو اس کو چاہیے کہ روضۂ نبوی یا دیگر اولیاء اللہ کی مزاروں پر جا کر امداد طلب کرے جس سے اُمید ہے کہ وہ ایسے وسوسوں سے بہت جلد نجات پائے گا۔

ندائے یا محمد سے بکریاں موٹی ہوگئیں

ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ کتاب الکامل میں ارقام کرتے ہیں کہ ۱۸ہجری میں ملک عرب میں بڑا قحط پڑا تو قوم بنی مزینہ نے بلال بن حارث رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ ہم بھوک سے مر رہے ہیں۔ ہمارے واسطے کوئی بکری ذبح کیجئے تاکہ اس سے اپنا پیٹ بھریں۔ انہوں نے فرمایا کہ بکریوں میں گوشت کا نام و نشان ہی نہیں ہے صرف ہڈیاں ہی ہڈیاں رہ گئی ہیں لیکن انہوں نے اصرار کیا تو آپ نے ایک بکری ذبح کر دی۔ جب اس کی کھال اتاری گئی تو واقعی اس میں گوشت نہ تھا بلکہ صرف ہڈیاں ہی تھیں۔ یہ حالت دیکھ کر بلال رضی اللہ عنہ نے بآواز بلند کہا یَا مُحَمَّدَاہُ۔ اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خواب میں ان کو بشارت دی کہ تیری بکریاں صبح کو موٹی تازہ ہو جائیں گی۔ اور قحط بھی چند یوم تک جاتا رہے گا۔ چنانچہ جب صبح کو بیدار ہوئے تو بکریوں کو واقعی فربہ دیکھا۔ اور چند یوم کے بعد قحط بھی ملک سے جاتا رہا۔

حضرت ابراہیم کے مزار پر ایک مظلوم کی داد رسی

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب "المستقصی فی فضائل المسجد الاقصیٰ" میں لکھا ہے۔

وَيَقُولُ يَا نَبِيَّ اللهِ اِنِّيْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰى رَبِّيْ فِيْ حَوَائِجِيْ لِتَقْضِيَ لِيْ اِلٰى اَنْ قَالَ ثُمَّ يَتَوَجَّهُ اِلَى اللهِ بِجَمِيْعِ اَنْبِيَائِهٖ خُصُوْصًا بِسَيِّدِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَنْ كَعْبٍ وَلَا يَتَوَسَّلُ اَحَدٌ بِاِبْرَاهِيْمَ اِلَّا اَعْطَاهُ اللهُ مَا سَاَلَ وَاَضْعَفَ لَهٗ ذٰلِكَ زِيَادَةً لِكَرَامَةِ اِبْرَاهِيْمَ وَحَدَّثَ الْحَسَنُ بْنُ مَوْلٰى بْنِ الْحَسَنِ التَّاجِرِ قَالَ حَدَّثَنِيْ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ بَعْلَبَكَّ قَالَ زُرْنَا اِبْرَاهِيْمَ الْخَلِيْلَ وَكَانَ مَعَنَا رَجُلٌ مُّغَفَّلٌ مِّنْ اَهْلِ بَعْلَبَكَّ فَسَمِعْنَاهُ وَقَدْ زَارَ قَبْرَ اِبْرَاهِيْمَ وَهُوَ يَبْكِيْ وَيَقُوْلُ حَبِيْبِيْ اِبْرَاهِيْمَ سَلْ رَبَّكَ

اور کہے کہ یا نبی اللہ ہم متوجہ ہوتے ہیں بذریعہ آپ کے اپنے رب کی طرف اپنی حاجتوں میں تاکہ تو میری حاجت پوری کر دے۔ پھر اللہ کی طرف متوجہ ہو بذریعہ جمیع انبیاء کے خصوصاً سردار اولین و آخرین سردار ہمارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے اور کعب سے کہا کہ جو کوئی ابراہیم علیہ السلام کو وسیلہ پکڑتا ہے تو اس کو اللہ دیتا ہے جو وہ مانگتا ہے بلکہ دو چند اس سے بسبب زیادہ ہونے بزرگی ابراہیم کے۔ اور حسن بن مولیٰ بن حسن تاجر نے بیان کیا کہ مجھ سے ایک شخص نے جو بعلبک کا رہنے والا تھا کہا کہ ہم ابراہیم علیہ السلام کے روضہ مبارک کی زیارت کو گئے تھے اور ہمارے ساتھ ایک ورمعرزنہ شخص بعلبک کا تھا۔ ہم نے اس کو ابراہیم علیہ السلام کے مزار مبارک کی زیارت کرتے وقت

يكفيني ثلاثا ثلاثا فانهم يؤذوني ثم رجعنا الى يافا فوصل قارب من بيروت فحدثنا ان الثلاثة الذين سماهم ماتوا ۝

رو کر یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے میرے پیارے ابراہیم! اپنے رب سے سوال کیجئے کہ تین اشخاص نے مجھے بہت ستایا ہے اللہ ان سے بدلا لے۔ وہ کہتا ہے کہ میں وہاں سے یافہ تک پھرا اور بیروت کے قریب پہنچا۔ وہاں مجھے معلوم ہوا کہ وہ تینوں شخص جن کا اس نے نام لیا تھا مر گئے۔

حضرت دانیال کے جسم سے توسل

عن ابن اسحق فی المغازی عن ابی العالیة قال لما فتحنا تستر وجدنا فی بیت الهرمزان سریرا علیه رجل میت عند راسه مصحف فاخذنا المصحف فحملته الى عمر بن الخطاب فدعا كعبا فنسخه بالعربية فانا اول رجل قرأته من العرب فقلت لابی العالية ما كان فيه قال سيرتكم وامور كم ولحون كلامكم وما هو كائن بعد قلت فما صنعتم بالرجل قال حفرنا له بالنهار ثلاثة عشر قبرا متفرقة فلما كان الليل دفناه وسوينا القبور كلها لنعميه على الناس لا ينبشونه فقلت وما يرجون منه قال كانت السماء اذا حبست عنهم

ابن اسحق نے مغازی میں لکھا ہے کہ ابی العالیہ نے کہا کہ جب ہم لوگوں نے شہر تستر کو فتح کیا تو ہرمز کے گھر میں ایک تخت ملا۔ جس پر ایک مردہ تھا اور اس کے سرہانے ایک مصحف تھا۔ ہم اس مصحف کو حضرت عمرؓ کے پاس لے گئے۔ انہوں نے حضرت کعب کو بلایا اور اس کتاب کو عربی میں لکھوایا۔ پہلے اس کتاب کو میں نے پڑھا۔ پھر میں نے ابوالعالیہ سے پوچھا کہ اس کتاب میں کیا لکھا ہوا تھا تو انہوں نے کہا کہ اس میں تمہاری خصلتیں اور تمہارے حالات اور تمہاری گفتگو کے لہجے اور جو آئندہ ہونے والا ہے وہ سب لکھا ہوا تھا۔ پھر میں نے پوچھا کہ تم نے اس مردے کو کیا کیا۔ انہوں نے کہا کہ دن کے وقت ہم نے تیرہ قبریں علیحدہ علیحدہ کھودیں۔ رات کو اسے ایک قبر میں دفن کر دیا اور باقی تمام قبروں کو برابر کر دیا۔ یہ اس واسطے کیا تاکہ لوگ اصلی قبر سے ناواقف رہیں اور اس کو نہ

أَبْرَزُوا السَّرِيْرَ فَيُمْطَرُوْنَ فَقُلْتُ مَنْ كُنْتُمْ تَظُنُّوْنَ الرَّجُلَ قَالَ رَجُلٌ يُقَالُ لَهٗ دَانِيَالُ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ فَقُلْتُ مُنْذُ كَمْ وَجَدْتُمُوْهُ قَالَ مُنْذُ ثَلٰثِمِائَةِ سَنَةٍ قُلْتُ مَا كَانَ تَغَيَّرَ مِنْهُ شَيْئٌ قَالَ لَا إِلَّا شُعَرَاتٌ مِنْ قَفَاهُ إِنَّ لُحُوْمَ الْأَنْبِيَاءِ لَا تُبْلِيْهَا الْأَرْضُ وَلَا تَأْكُلُهَا السِّبَاعُ ۝

(رواہ ابن قیم فی کتاب اغاثۃ اللھفان)

کھو دیں پھر میں نے پوچھا کہ لوگ اس مردے سے کیا امید رکھتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ جب پانی نہیں برستا تھا تو اس تخت کو باہر نکالتے تھے اسی وقت پانی برسنا شروع ہو جاتا تھا۔ پھر میں نے پوچھا کہ وہ مردہ کون تھا؟ انہوں نے کہا کہ وہ حضرت دانیال پیغمبر تھے۔ پھر میں نے پوچھا کہ ان کو لوگ کب سے رکھے ہوئے تھے، انہوں نے کہا کہ تین سو برس سے۔ پھر میں نے کہا کہ ان کے جسم میں کوئی تغیر تو واقع نہیں ہوا تھا؟ انہوں نے کہا کچھ نہیں صرف چند بال سر کے پیچھے کے خراب ہو گئے تھے کیونکہ انبیاؤں کے گوشت کو زمین بوسیدہ نہیں کر سکتی اور نہ ان کو درندہ کھاتا ہے"

اس روایت سے صراحۃً ثابت ہوا کہ انبیا علیہم السلام کو حین حیات میں اور بعد ممات کے حصول مطالب کے واسطے ذریعہ کرنے کا ایک قدیم دستور تھا۔ اور لوگ ہمیشہ سے اس کو کیا کرتے تھے تب ہی تو حضرت دانیال علیہ السلام کی نعش کو تین سو برس تک رکھے رہے اور جب پانی نہیں برستا تھا تو اس نعش کو نکال کر اس کے ذریعہ سے بارش مانگا کرتے تھے اسی وقت بارش ہو جاتی تھی اور صحابہ کرام کا یہ فرمانا کہ جب پانی نہیں برستا تھا تو وہ لوگ تخت کو نکالتے تھے اور پانی برس جاتا تھا۔ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان لوگوں کا ایسا کرنا جائز تھا کیونکہ اگر ان لوگوں کا یہ فعل شرک ہوتا تو صحابہ کرام اس قصے کو ذکر کر کے ضرور ایسے کاموں سے منع کرتے۔

تربت دعا کی تریاق بزرگوں کی قبریں ہیں

شیخ عبد القادر محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں چار ایسے بزرگوں کے اسمائے مبارک لکھتے ہیں جو اپنی قبروں میں اسی طرح نصرت کرتے ہیں جس طرح وہ زندگی میں کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ان کے اسماء یہ ہیں۔

(۱) الشیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ (۲) شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (۳) شیخ عقیل منبجی رحمۃ اللہ علیہ (۴) الشیخ حیات بن قیس رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت بشر بن حارث تابعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر حاجت روائی کے

اکسیر ہے ۔

قَالَ احمد ابن الفتح سَألتُ بِشرًا عَن مَعرُوفِ الکرخِي فَقَالَ هَيهَاتَ حَالَتْ بَينَنَا وَبَينَهُ الحُجُبُ اِنَّ مَعرُوفًا لَم يَعبُدُ اللّٰهَ شَوقًا اِلٰی جَنَّتِهٖ وَلَا خَوفًا مِن نَارِهٖ وَ اِنَّمَا عَبَدَهٗ شَوقًا اِلَيهِ فَرَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَی الرَّفِيقِ الاَعلٰی لِمَن كَانَتْ لَهٗ حَاجَةٌ فَليَاتِ قَبرَهٗ وَاليَدعُ فَاِنَّهٗ يُستَجَابُ لَهٗ اِنشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی ۔

احمد بن الفتح نے کہا کہ میں نے معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کا حال بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا انہوں نے کہا کہ افسوس ہمارے اور اُن کے درمیان میں پردہ حائل ہو گیا ۔ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے خدا کی عبادت جنت کے شوق یا جہنم کے خوف سے نہیں کی تھی بلکہ خدا کی عبادت خدا کے شوق میں کی تھی ۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو مقام اعلیٰ میں اٹھا لیا پس جس کسی کو کچھ حاجت ہو تو اُس کو چاہیے کہ اُن کی مزار مبارک پر جا کر دعا کرے ۔ انشاء اللہ اس کی دعا قبول ہو جائے گی ۔

(صفۃ الصفوۃ)

اس روایت سے ثابت ہوا کہ بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ نے جو تابعین میں سے ہیں اور جن کے جنازے پر علی بن مدنی محدث رحمۃ اللہ علیہ پکار کر یہ کہتے تھے کہ یہ دین اور دنیا میں بزرگ ہیں ۔ یہ اجازت دی کہ جس کسی کو کچھ حاجت ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک پر جائے اور اپنا مطلب کہے ۔ اُس کا کام ہو جائے گا ۔ تو پھر بھلا ایسا فعل کیونکر شرک ہو سکتا ہے اور کون بدبخت ایسے علامہ تابعی کو مشرک کہہ سکتا ہے ۔

(۲) شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لمعات میں تحریر یوں فرماتے ہیں :۔

حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ در قبر خود مثل احیا تصرف مے کند

حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی قبر میں زندوں کی طرح تصرف کرتے ہیں

(۳) امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کی نسبت امام شافعی فرماتے ہیں :۔

" امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر دُعا قبول ہونے کے لئے مثل تریاق ہے ۔"

(۴) علامہ ابن حجر خیرات الحسان میں ارشاد فرماتے ہیں :۔

لَمْ يَزَلِ الْعُلَمَاءُ وَ ذُو الْحَاجَاتِ يَزُوْرُوْنَ قَبْرَ الْإِمَامِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ يَتَوَسَّلُوْنَ اِلَى اللّٰهِ فِيْ قَضَاءِ حَوَائِجِهِمْ وَ يَرَوْنَ النُّجْحَ ذَالِكَ مِنْهُمُ الْإِمَامُ الشَّافِعِيُّ يَقُوْلُ لِاَنِّيْ اَتَبَرَّكُ بِاَبِيْ حَنِيْفَةَ وَ اَجِيْئُ اِلٰى قَبْرِهٖ زَائِرًا فَاِذَا عَرَضَتْ لِيْ حَاجَةٌ صَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ وَ جِئْتُ اِلٰى قَبْرِهٖ

بڑے بڑے علماء وفضلاء اور حاجتمند امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک پر آتے اور اپنی حاجتوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ پکڑتے اور بانیل مرام واپس جاتے۔ چنانچہ ان میں سے ایک امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو فرماتے ہیں کہ میں امام ابوحنیفہ کی قبر مبارک سے برکت حاصل کرتا ہوں اور جب ضرورت پیش آتی ہے تو امام صاحب کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر دو رکعت نماز نفل گزارتا ہوں اللہ تعالیٰ صاحب قبر کی برکت سے میری حاجت پوری کر دیتا ہے۔

منکرین استمداد کے بعض مشہور اعتراض اور انکے جواب

اعتراض ۔ استمداد و استعانت کی جو صورتیں آجکل صوفیہ میں مروج ہیں۔ ان کی نظیر قرون ثلثہ مشہود لہا بالخیر میں نہیں ملتی۔ لہٰذا یہ بدعت ہے۔ وکل بدعۃ ضلالۃ۔!

جواب: بدعت کا لفظ ذرا توضیح طلب ہے اور اعتراض سے پہلے بدعت حسنہ کی شقوں پر نظر کرنا لازم تھا اگر بدعت کو مطلقاً مذموم و ضلالت ٹھہرایا گیا۔ تو پھر منارہ دار مساجد میں نماز پڑھنا اور محلہ و مطلا قرآن مجید پر تلاوت کرنا معترض کے لئے دشوار ہو جائے گا۔ ان مباحث کی یہاں گنجائش نہیں۔ بحث ما نحن فیہ یہ ہے کہ استعانت متعارفہ بقول معترض بدعت سہی مگر بدعت حسنہ ہے۔ جس کی برکات و فیوض بے پایاں ہیں۔

مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک فتویٰ ہمارے قول کی تائید کرتا ہے۔ وہ یہ ہے۔

سوال ۔ اگر انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام و شہدائے عظام و صلحاء عالی مقام بعد موت مثالی استمداد بایں طور کہ یا فلاں از حق تبارک و تعالیٰ حاجت مرا بخواہ و شفیع من شو۔ و دعا برائے من بخواہ درست است یا نہ؟

(سوال) انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام اور شہدائے عظام اور صلحائے عالی مقام سے ان کی موت کے بعد استمداد کرنا اس طرح کہ اے فلاں حق تبارک تعالیٰ سے میری حاجت روائی چاہو۔ اور میرے شفیع بنو! اور میرے لئے دعا کرو درست ہے کہ نہیں؟

جواب ۔ استمداد از اموات خواہ نزدیک قبور باشد یا غائبانہ بے شبہ بدعت است در زمان صحابہ و تابعین نہ بود ۔ لیکن اختلاف است دراں کہ ایں بدعت سیئہ است یا حسنہ ۔ و نیز حکم مختلف مے شود باختلاف طرق استمداد ۔ اگر استمداد بایں طریق است کہ در سوال مذکور است پس ظاہراً جواز ست زیرا کہ دریں صورت شرک نمے آید مانند استمداد از صلحاء بدعا والتجا در حالتِ حیات ۔

(فتاویٰ عزیزی جلد ۲ صفحہ ۱)

(جواب) استمداد اموات سے خواہ وہ استمداد کرنے والا قبور کے نزدیک ہو ۔ یا غائبانہ بے شبہ بدعت ہے ۔ صحابہ و تابعین کے زمانے میں نہ تھی ۔ لیکن اس بات میں اختلاف ہے کہ یہ بدعت سیئہ ہے یا حسنہ اور نیز طرق استمداد کے اختلاف سے حکم بھی مختلف ہو جاتا ہے ۔ اگر استمداد اس طریقہ سے ہے جو سوال میں مذکور ہے ۔ تو ظاہر جائز ہے ۔ کیونکہ اس صورت میں شرک لازم نہیں آتا ۔ جیسے صلحاء سے ان کی زندگی میں دعا والتجا سے استمداد کی جاتی ہے ۔

(۲) اعتراض ۔ توسل میں عموماً بحق محمد صلے اللہ علیہ وسلم کہا پڑتا ہے اور اس طرح جائز نہیں کیونکہ حق کے معنے واجب کے ہیں اور اللہ کے ذمے کوئی چیز واجب نہیں ہے ۔

الجواب ۔ معترض صاحب اگر علم حدیث میں دخل رکھتے ہیں ۔ تو احادیث کے ان کلمات دعائیہ پر غور فرمائیں جو ابن ماجہ اور بیہقی وغیرہ کی کتابوں میں مروی ہیں کہ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ السَّائِلِیْنَ عَلَیْکَ وَ اَسْئَلُکَ بِحَقِّ مَمْشَایَ ھٰذَا اِلَیْکَ الخ یعنی الٰہی میں سوال کرتا ہوں اس حق کے ساتھ جو سائلین کے لئے تیرے ذمہ ہے اور اس حق کے ساتھ جو تیری طرف میرے چلنے کا ہے (یہ پوری حدیث ہم پہلے نقل کر چکے ہیں) خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمائی ہے ۔ کہ اس طرح دعا کیا کرو ۔ پس آپ اس کا کیا جواب دیں گے ؟ فما کان جوابکم فھو جوابنا ۔ یہ تو تھا الزامی جواب تحقیقی جواب یہ ہے ۔ کہ یہاں حق کے معنی واجب کے نہیں بلکہ مرتبت و منزلت کے ہیں ۔ یا حق سے وہ حق مراد ہے جسے اللہ تعالے نے آنحضرت کا حق خلق ثابت کیا ۔ یا وہ حق جسے اللہ تعالے نے اپنے فضل عمیم سے اپنے ذمہ لیا ۔

(۱) شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر عزیزی میں تحریر فرماتے ہیں :۔

دریں جا باید دانست کہ در کتب فقہ مذکور است کہ دعا کردن بحق کسے مکروہ است زیرا کہ کسے را بر خدا حقے نمے باشد و تفصیل مقام آنست کہ نزد معتزلہ افعال عباد مخلوق عباد مے دانند

یہاں جاننا چاہئے ۔ کہ کتب فقہ میں مذکور ہے کہ دعا کرنا بحق سے مکروہ ہے ۔ کیونکہ خدا پر کسی کا حق نہیں ہوتا اور تفصیل مقام یہ ہے کہ معتزلہ کے نزدیک بندوں کے افعال بندوں کے مخلوق ہیں

جزائے آں افعال حق حقیقی بندگان است و
بر مذہب اہل سنت والجماعت افعال عباد
مخلوق خدا اند پس عباد را بسبب آں افعال
حقے ثابت نیست حقیقۃً بلکہ وعداً و جعلاً
چنانچہ در حدیث آمدہ است کہ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ
وَرَسُوْلِہٖ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَصَامَ رَمَضَانَ
کَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰہِ اَنْ یُّدْخِلَہُ الْجَنَّۃَ
هَاجَرَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَوْ جَلَسَ فِیْ
اَرْضِہِ الَّتِیْ وُلِدَ فِیْهَا و نیز در حدیث
صحیح از معاذ بن جبل آمدہ هَلْ تَدْرِیْ
مَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَی اللّٰہِ الخ پس آنچہ در
روایت توبہ آدم علیہ السلام آمدہ است
محمول بر ہماں حق جعلی و تفضیلی است و آنچہ
در کتب فقہ ممنوع است حق حقیقی است از یکہ
در زمان سابق مذہب معتزلہ رواج بسیار داشت
و استعمال ایں لفظ موہم مذہب ایشاں است مے
شد۔ فقہا مطلقاً از استعمال ایں لفظ
منع نمودہ اند تا خیال کسے باں مذہب نرود،
ایں است آنچہ دریں مقام مراجع قرار داد
علمائے ظاہر است و اہل تحقیق چنیں گفتہ اند کہ ہر
یک از کمل بنی آدم را باعتبار صورت کمالیہ
اسمے است از اسمائے الٰہی کہ تربیت او مے
فرماید پس سوال بحق کاملے اشارہ باں اسم است
اگر شخصے در وقت استعمال ایں لفظ ملاحظہ
ایں معنی نماید قطعاً ملام و معاتب نیست۔

ان افعال کی جزا بندوں کا حق حقیقی ہے اور
اہل سنت والجماعت کے مذہب میں بندوں
کے افعال خدا کے مخلوق ہیں۔ پس بندوں
سے ان افعال کے سبب سے کوئی حق حقیقی
ثابت نہیں۔ بلکہ وعداً و جعلاً۔ چنانچہ حدیث
میں آیا ہے کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول
پر ایمان لاتے نماز پڑھے، رمضان کے روزے
رکھے۔ اللہ پر حق ہے کہ اس کو جنت میں داخل
کرے۔ خواہ وہ اللہ کی راہ میں ہجرت کرے یا
اسی زمین میں رہے جہاں پیدا ہوا ہے۔ اور نیز حدیث
میں معاذ بن جبل سے مروی ہے۔ کہ کیا تو جانتا
ہے بندوں کا حق اللہ پر کیا ہے الخ پس وہ جو
آدم علیہ السلام کی توبہ میں آیا ہے وہ اسی جعلی و
تفضلی حق پر محمول ہے اور وہ جو کتب فقہ میں
ہے وہ حق حقیقی ہے۔ چونکہ زمانہ سابق میں
معتزلہ کا مذہب بکثرت رواج رکھتا تھا اور
اس لفظ کا استعمال ان کے مذہب کا وہم ڈالتا
تھا۔ فقہا نے مطلقاً اس لفظ کا استعمال منع کر دیا
تاکہ کسی کا خیال اس مذہب کی طرف نہ جائے
یہ ہے اس مقام میں جو علما کی قرارداد کے موافق
ہے اور اہل تحقیق نے اس طرح فرمایا ہے۔ کہ
کمل بنی آدم سے ہر ایک کے لئے اس کی صورت کمالیہ
کے اعتبار سے ایک اسمائے الٰہیہ سے جو اس کی
تربیت کرتا ہے پس سوال بحق کاملے سے اس اسم
کی طرف اشارہ ہے اگر کوئی شخص اس لفظ کے

کے استعمال کے وقت اس معنے کو ملحوظ رکھے۔ تو قطعاً ملامت وعتاب کا مستوجب نہیں۔

(۵) شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی مایۃ مسائل میں تحریر فرماتے ہیں:-

دعا بایں طور الٰہی بحرمت نبی وولی حاجت مرا روا کن جائز است چنانچہ از شرح فقہ اکبر ملا علی قاری مفہوم مے شود۔ نیز در قواعد الایمان فی علم الکلام ومعرفۃ الایمان تصنیف ملا علی قاری مذکور است۔

یعنی دعا اس طرح کرنی کہ یا الٰہی بحرمت نبی اور ولی کے میری حاجت کو پورا کر جائز ہے۔ چنانچہ شرح فقہ اکبر میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں اور قواعد الایمان فی علم الکلام اور معرفۃ الایمان مصنفہ ملا علی قاری میں مرقوم ہے۔

۳۔ اعتراض۔ اللہ تعالیٰ سورہ انفطار میں ارشاد فرماتا ہے:-

وَمَا اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝ ثُمَّ مَا اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا ؕ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ۝

اور تو کیا سمجھا ہے روز جزا کیا ہے۔ پھر تو کیا سمجھا روز جزا کیا ہے وہ وہ دن ہے کہ نہ فائدہ پہنچا سکے گا کوئی نفس کسی نفس کو کچھ اور حکم اس دن اللہ ہی کا ہے“

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کے دن کسی کو کسی سے فائدہ نہیں پہنچ سکتا تو پھر بھلا غیر اللہ سے استمداد کیوں کر جائز ہو سکتی ہے؟

جواب۔ اس آیت کو تنازع توسل سے کسی قسم کا لگاؤ نہیں ہے۔ اس لئے کہ جو شخص کسی نبی یا ولی سے توسل کرتا ہے وہ یہ نہیں سمجھتا کہ نبی یا ولی کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ قیامت کے دن کسی طرح کی مشارکت ہے۔ یا وہ نبی ولی بالاستقلال کسی متوسل کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ بلکہ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ حضرات اللہ کے اذن سے فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ آیہ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ سے بات عیاں ہے اگر اذن نہیں۔ بااذن کے باوجود کسی نبی و ولی کو فائدہ پہنچانے کی قدرت نہیں۔ تو پھر شفاعت کے کیا معنے ہوئے۔ پس متوسل کا قیامت کے روز ان حضرات سے توسل کرنا بایں معنی ہے کہ ان کا درجہ اور قرب اللہ کے ہاں بہت ہے اور اس قرب کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ان کو اجازت بخشی ہے کہ جس کی وہ شفاعت کریں گے وہ قبول فرمائے گا۔

تفسیر مدارک میں اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے:-

اى لا تستطيع دفعا عنها ولا نفعا لها بوجه وانما تملك الشفاعة بالاذن

ویوم لا تملک الخ، یعنی وہ اس سے کوئی عذاب دور کرنے اور کوئی نفع پہنچانے کی قدرت نہیں رکھتا، ہاں شفاعت باذن اللہ کا مالک ہے

(۴) **اعتراض** - اللہ تعالیٰ سورہ اعراف رکوع ۲۳ میں ارشاد فرماتا ہے:-

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ

"کہدے کہ میں مالک نہیں اپنی جان کے بھلے کا نہ بُرے کا مگر جو اللہ چاہے"

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور سے خواہ وہ نبی ہو یا ولی مدد مانگنا اور حاجتیں طلب کرنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا کہ میں اپنے نفع ونقصان کا مالک نہیں ہوں تو پھر بھلا کسی اور کی کیا وقعت اور حیثیت ہے؟

جواب - اس آیت میں نفع وضرر کے معنی ہدایت وضلالت کے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر ہدایت وضلالت کے مالک نہیں ہیں۔ پس اس تقدیر پر اس آیت کو عدم جوازِ توسل واستغاثہ سے کچھ تعلق نہ رہا۔

تفسیر مدارک میں ہے - هُوَ اِظْهَارٌ لِلْعُبُوْدِيَّةِ یعنی یہ اظہار بندگی کے لئے ہے۔

(۵) **اعتراض** - اللہ تعالیٰ سورہ احقاف رکوع اوّل میں ارشاد فرماتا ہے:-

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِىْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِى السَّمٰوٰتِ ؕ اِيْتُوْنِىْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

"کہہ دو بھلا دیکھو تو سہی جن کو تم پکارتے ہو اللہ کے سوائے مجھ کو دکھاؤ تو کہ انہوں نے کیا پیدا کیا زمین میں یا ان کا کچھ ساجھا ہے آسمانوں میں میرے پاس لے آؤ کوئی کتاب اس سے پہلے کی۔ یا کوئی علمی روایت اگر تم سچے ہو"

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جو نہ زمین کی کوئی چیز پیدا کر سکے اور نہ آسمان میں اس کی شرکت ہو۔ غرض جس کے اختیار میں کچھ بھی نہیں ہے اس سے مرادیں مانگنا جائز نہیں ہے؟

جواب: - اس آیت سے استمداد مشروع کا عدم جواز نہیں پایا جاتا اور نہ استمداد کی کسی صورت میں غیر مقدوراتِ انسانی جو خاص مقدوراتِ باری تعالیٰ سے ہیں کسی سے چاہا جاتا ہے۔ عام از ینکہ انبیا ہوں یا اولیا اور جواز استمداد کے لئے یہ ضرور نہیں کہ جس سے استمداد کیا جائیگا اس نے آسمان بھی بنایا ہو یا کوئی دریا بہایا ہو۔

(۶) **اعتراض** - اللہ تعالیٰ سورہ رعد رکوع ۸ میں ارشاد فرماتا ہے:-

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَىْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ

اور کافر جن بتوں کو پکارتے ہیں اللہ کے سوا وہ نہیں پہنچتے ان کی حاجت پر بالکل مگر جیسے کوئی پھیلا رہا ہو اپنے دونوں ہاتھ پانی کی جانب

بِمَا يَحْكُمْ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ٥ گمراہی ہے۔"

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو غیر اللہ کو پکارتا ہے وہ ان کے کچھ کام نہیں آتے لہذا توسل اور استغاثہ ناجائز ہوا؟

جواب۔ یہاں یدعون کے معنی مطلق پکارنے کے نہیں بلکہ بطور عبادت پکارنے کے ہیں چونکہ کفار بتوں کو خدا سمجھ کر پکارتے اور ان کی عبادت کرتے ہیں۔ لہذا یہ شرک ہے اور مسلمان متوسلین اللہ تعالے کی ہی عبادت کرتے ہیں اور وہ کسی اور کی عبادت نہیں کرتے لہذا انبیاء و اولیا سے توسل اور استغاثہ کرنا جائز ہوا۔ چنانچہ آیت مذکورہ کے ذیل میں تفسیر خازن میں لکھا ہے:۔

یعنی وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَهُمْ اٰلِهَةً مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَهِيَ الْاَصْنَامُ الَّتِيْ يَعْبُدُوْنَهَا

اس آیت سے مقصود یہ ہے۔ کہ وہ لوگ جو ان کو اللہ کے سوا معبود سمجھ کر پکارتے ہیں اور وہ بت ہیں جن کی وہ پوجا کرتے ہیں۔

کیا کسی متوسل سے یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ وہ کسی نبی ولی کو معبود سمجھ کر پکارے حاشا وکلا۔

(۷) اعتراض۔ غیر اللہ سے خواہ وہ نبی ہوں یا ولی یا بت حاجتیں مانگنا اور ان کو مختار سمجھنا ناجائز ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ سورہ زمر میں ارشاد فرماتا ہے:۔

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ٥ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ٥ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ۭ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ٥ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ٥

اس کتاب کا اتارنا اللہ کی طرف سے ہے جو زبردست ہے حکمت والا ہم نے نازل فرمائی ہے تیری طرف کتاب حق کے ساتھ۔ پس تو عبادت کر اللہ کی خالص بنا کر اسی کے لئے عبادت کو۔ خبردار ہو جاؤ اللہ ہی کے لئے خالص عبادت ہے اور جنہوں نے بنا لئے ہیں اس کے سوا دوسرے حمایتی اور کہتے ہیں کہ ہم تو ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہم کو نزدیک کر دیں اللہ سے مرتبہ قرب میں۔ بے شک اللہ فیصلہ فرما دے گا ان کے درمیان اس امر میں جس میں اختلاف کرتے ہیں اللہ اس کو ہدایت نہیں دیا کرتا کہ جو جھوٹا ناشکرا ہو۔

جواب۔ مشرکین بتوں کو نائب شریک کہتے تھے۔ اس لئے وہ مشرک ٹھیرائے گئے۔ وہ بتوں کی عبادت تقرب کے لئے کرتے تھے۔ مسلمانوں اور مشرکوں میں یہی جھگڑا تھا۔ چنانچہ جب مسلمان ان سے پوچھتے تھے کہ زمین و آسمان کس نے بنایا تو وہ کہتے تھے کہ اللہ تعالےٰ نے۔ اس پر مسلمان کہتے تھے کہ جب زمین و آسمان کا خالق اللہ تعالیٰ ہے تو پھر بتوں کی عبادت کیوں کرتے ہو۔ وہ کہتے تھے کہ ہماری عبادت اس لئے ہے کہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچائیں۔ اول تو بتوں کی عبادت کفر اور لغو ہے۔ دوسرے بتوں میں اس قسم کی صلاحیت ہی نہیں ہے کہ ان سے تقرب الی اللہ ہو۔ بخلاف انبیاء و اولیاء کے کہ ان سے بخوبی تقرب الی اللہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ مظہر عونِ الٰہی ہیں۔ یہ بحث پہلے باب میں تفصیل سے گزر چکی ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائیں

ذیل میں ایک محدث کبیر کا فتویٰ اس بارہ میں درج ہے۔

اولیاء اللہ اور بتوں سے امداد مانگنے میں فرق

مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ عزیزی میں تحریر فرماتے ہیں:-

سوال۔ بت پرستے مدد از بت مے خواست عالمے منع کرد کہ شرک مکن بت پرست گفت کہ اگر شریکِ خدا دانستہ پرستش کنم البتہ شرک است و اگر مخلوق فہمیدہ پرستش نمائم چگونہ شرک باشد، عالم گفت کہ در کلام مجید متواتر آمدہ است کہ از غیر خدا مدد مجوئید باز بت پرست گفت کہ بنی انسان از یک دیگر چرا سوال مے نمایند، عالم گفت کہ نوع زندہ اند از ایشاں سوال منع نیست و بتان از مثل کنہیا و کالکا وغیرہ مردہ اند قدرت بر ہیچ چیز ندارند بت پرست گفت شما کہ از اہلِ قبور مدد و شفاعت مے طلبید باید کہ بہ شما ہم شرک عاید شود القصہ ہر چہ مقصد و مراد شما از اہل قبور است ہماں قسم مقصود من ہم از صورت کنہیا و کالکا است، بجواب ظاہر نہ قوت اہل قبور دارند نہ بت اگر بگوئی کہ بقوت اہل قبور کشائش حاجات مے نماید بگوئیم

ایک بت پرست بت سے مدد مانگتا تھا۔ ایک عالم نے اس کو منع کیا۔ کہ شرک نہ کر۔ بت پرست نے کہا اگر میں اس کو خدا کا شریک سمجھ کر پرستش کروں تو بے شک شرک ہے اور اگر اس کی مخلوق سمجھ کر پرستش کروں تو کیوں کر شرک ہوگا عالم نے جواب دیا کہ قرآن مجید میں متواتر آیا ہے کہ غیر خدا سے مدد نہ مانگو۔ پھر بت پرست نے کہا کہ بنی آدم دوسرے سے کیوں سوال کرتے ہیں، عالم نے کہا وہ ایک نوع سے زندہ ہیں ان سے سوال منع نہیں اور تمہارے بت مثل کنہیا و کالکا وغیرہ مردہ ہیں۔ کسی چیز پہ قدرت نہیں رکھتے۔ تب بت پرست نے کہا تم جو اہلِ قبور سے مدد اور شفاعت طلب کرتے ہو۔ چاہئے کہ تم بھی آلودہ شرک ہو۔ القصہ جو کچھ تم اہل قبور سے مراد رکھتے ہو۔ وہی ہمارا مقصود کنہیا اور کالکا کی مورتی سے ہے۔ جب ظاہر نہ اہل قبور قوت رکھتے ہیں اور نہ بت اور اگر تم کہو اہل قبور قوت

بسا جا از بتاں ہم روائے حاجات مے شود و
اگر مے گوئید کہ بایشاں مے گوئیم کہ از خدا
برائے ما شفاعت بخواہند۔ من ہم از بتاں
ہمیں استدعا دارم پس ہرگاہ کہ جواز استمداد
از اہل قبور ثابت شد پس بعضے مسلمین ضعیف
الاعتقاد از پرستش بھیلا و مسانی وغیرہ چگونہ
باز خواہند آمد؟

جواب۔ دریں سوال چند جا اشتباہ واقع
شدہ آں چند جا را خبردار باید شد آں گاہ بفضل
الٰہی جواب سوال بخوبی واضح خواہد شد۔ اوّل
آنکہ مدد خواستن چیزے دیگر است و پرستش
چیزے دیگر۔ عوام مسلمین برخلاف حکم شرع از
اہل قبور مدد مے خواہند و پرستش نمی کنند و بت پرستاں
مدد ہم مے خواہند و پرستش ہم مے کنند۔
پرستش آں است کہ سجدہ کند یا طواف
نماید یا نام او را بطریق تقرب ورد سازد یا
ذبح جانور بنام او کند یا خود را بندۂ فلانے
بگوید و ہر کہ از مسلماناں جاہل با اہلِ قبور ایں
چیزہا بعمل آرد فی الفور کافر مے گردد و
از مسلمانی مے برآید۔ دوم آنکہ مدد خواستن
وعوام الناس از اولیا مے خواہند کہ از جناب الٰہی فلاں
مطلب درخواست نمایند ایں نوع مدد خواستن در شرع از زندہ
و مردہ جائز است۔ سوم آنکہ بالاستقلال
چیزیکہ خصوصیت بجناب الٰہی دارد مثل دادن فرزند
یا بارش باراں یا دفع امراض یا طول عمر و مانند اینہا

باطن سے حاجت کشائی کرتے ہیں۔ تو میں کہتا ہوں
بہت سی جگہ بتوں سے بھی حاجت روائی ہو جاتی
ہے۔ اور اگر تم کہو کہ ہم تو ان اہلِ قبور سے یہ
کہتے ہیں کہ خدا سے ہمارے لئے شفاعت کرو۔
تو ہم بھی بتوں سے یہی استدعا کرتے ہیں۔ پس جب
اہلِ قبور سے استمداد کرنے کا جواز ثابت ہوا تو بعض ضعیف
الاعتقاد مسلمان بھیلا اور مسانی وغیرہ کی پوجا کرنے سے کیوں کر
باز آئیں گے۔

جواب۔ اس سوال میں کئی جگہ اشتباہ واقع ہوا ہے
ان جگہوں سے آگاہ ہو جانا چاہئے اس وقت بفضل الٰہی
جواب سوال بخوبی واضح ہو جائے گا۔ اوّل یہ کہ مدد چاہنا
اور بات ہے اور پرستش کرنا دوسری بات ہے۔ عوام المسلمین
خلاف حکم شرع اہلِ قبور سے مدد چاہتے ہیں اور پرستش
نہیں کرتے اور بت پرست مدد بھی چاہتے ہیں اور پرستش بھی
کرتے ہیں۔ پرستش یہ ہے کہ سجدہ کرے یا طواف کرے یا اس کا
نام بطریقِ تقرب ورد کرے یا ذبح جانور اس کے نام پر کرے یا اپنے آپ کو
فلاں کا بندہ کہے۔ جاہل مسلمانوں میں سے جو شخص اہلِ قبور کے ساتھ
یہ عمل کرے فی الفور کافر ہو جاتا ہے۔ اور مسلمانی سے
نکل جاتا ہے۔ دوم یہ کہ مدد چاہنا۔ اور عوام الناس
اولیاء سے چاہتے ہیں کہ جناب الٰہی سے ہمارا
فلاں مطلب طلب کریں۔ اسی قسم کی مدد زندہ و مردہ
سے شرع میں جائز ہے۔ سوم یہ کہ بالاستقلال
جو چیز کہ خصوصیت جناب الٰہی سے رکھتی ہے مثلاً
فرزند دینا یا بارش برسانا یا دفع امراض یا طول عمر
اور مانند اس کی بغیر اس کے کہ دعا و سوال

چیزہا بے آنکہ دعا و سوال از جناب الٰہی در
نیت منظور باشد از مخلوقے درخواست نماید
این نوع حرام مطلق بلکہ کفر است۔ اگر از مسلمانان
کسے از اولیا مذہب خود خواہ زندہ باشد خواہ
مردہ این نوع مدد خواہد از دائرۂ مسلمانان خارج
مے شوند بخلاف بت پرستان کہ ہمیں نوع مدد را از
معبودان باطل خود مے خواہند و آنرا جائز مے
شمارند و آنچہ بت پرست گفت کہ من از بتان
شفاعت مے خواہم چنانچہ شما ہم از پیغمبران و
اولیا شفاعت مے خواہید پس درین کلام ہم
دغل و تلبیس ست زیرا کہ بت پرستان ہرگز
شفاعت را نمے دانند و نہ در دل خود تصور
مے کنند۔ پس معنی شفاعت سفارش است
و سفارش آنست کہ کسے مطلب کسے را از غیر خود
بعرض و معروض ادا سازد و بت پرستان در وقت
درخواست مطالب خود از بتان نمے فہمند و
نمے گویند کہ سفارش ما بحضور پروردگار جل و
علیٰ نمائید و مطلب ما را از جناب او تعالیٰ برآرید
بلکہ از بتان خود درخواست مطلب خود مے
کنند و آنچہ گفتہ است کہ ہرچہ مقصد شما از اہل
قبور است ہمان قسم مقصد من ہم از صورت کنہیا
و کالکا ست نیز غلط در غلط ست زیرا کہ ارواح
را تعلق با بدان خود کہ در قبر مدفون اند البتہ مے
باشد نہ بہ اکہ مدت دراز درین بدن بودہ اند و
اینہا قبور معبودان را تعظیم نمے کنند بلکہ از طرف

جناب الٰہی سے نیت میں منظور ہو کسی مخلوق سے
درخواست کرے یہ قسم حرام مطلق ہے بلکہ
کفر ہے۔ اگر کوئی مسلمان اپنے مذہب کے اولیا
سے خواہ زندہ ہوں یا مردہ اس قسم کی مدد چاہے گا
وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ بخلاف
بت پرستوں کے کہ وہ اس قسم کی مدد اپنے معبودان
باطل سے چاہتے ہیں۔ اور اس کو جائز شمار کرتے
ہیں اور وہ جو بت پرست نے کہا کہ میں بتوں سے
شفاعت چاہتا ہوں جیسے کہ تم پیغمبروں اور
ولیوں سے شفاعت چاہتے ہو۔ پس اس کلام
میں بھی دھوکا اور فریب ہے۔ کیونکہ بت پرست
ہرگز شفاعت کو نہیں جانتے۔ نہ اپنے دل
میں اس کا تصور کر سکتے ہیں۔ پس شفاعت کے
معنے سفارش کے ہیں اور سفارش یہ ہے۔ کہ کوئی
غیر کے مطلب کو عرض و معروض کے ساتھ ادا کرے
اور بت پرست اپنے مطالب کی درخواست کرتے وقت
اتنا نہیں سمجھتے اور نہیں کہتے کہ ہماری سفارش پروردگار
جل وعلا کے حضور میں کرو اور ہمارا مطلب جناب باری
تعالیٰ سے پورا کرا دو۔ بلکہ اپنے بتوں سے اپنے مطلب
کی درخواست کرتے ہیں اور وہ جو کہا کہ جو کچھ تمہارا مطلب
اہل قبور سے ہے اسی قسم کا مقصد ہمارا کنہیا اور کالکا کی
مورتی سے ہے یہ بھی غلط در غلط ہے۔ کیونکہ ارواح کو
اپنے ان اجسام کے ساتھ جو قبروں میں مدفون ہیں ضرور
تعلق ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ ان اجسام میں مدت دراز تک
رہی ہیں اور بت پرست معبودوں کی قبروں کی پرستش

خود صورت سنگ ہا و درختاں اختراع نمودہ قرار
مے دہند کہ صورت فلانی ست بے آنکہ آنہا
تعلق بآں ارواح باشد و ایں قرار داد خرافی را
ہیچ اثر نیست آرے حاجت روائی بندگان خالق اکبر
از راہ رحمانیت خود مے فرماید اینہا مے فہمند کہ
از طرف بتاں ایں فائدہ حاصل شد حق تعالیٰ کہ
عالم الغیب والخفیات ست حاجت بندگان
خود مے داند و در زندگانی دنیا حاجت روائی
منظور است از ہر طرف کہ خواہند مطلب ایشاں را
بایشاں مے دہد چنانچہ پدر مشفق حاجت پسر خود را
کہ صغیر سن است مے داند و وقتیکہ از خدمتگار
و دایہ خود چیزے مے طلبد باو مے دہد حالانکہ
خدمت گار و دایہ مقدور ندارد ۔ ہمچنیں است
حال بتاں بلکہ حال اہل قبور نیز موافق قاعدۂ
اہل اسلام و ہر آنچہ مرقوم شدہ کہ پس ہرگاہ کہ جواز
استمداد از اہل قبور ثابت شد بعض مسلمین ضعیف
الاعتقاد از پرستش سیتلا و مسانی چگونہ باز خواہند
آمد پس فرق درمیان استمداد از اہل قبور و پرستش
سیتلا و مسانی بچند وجہ است ۔ اول آنکہ اہل قبور
معلوم اند کہ صلحا و بزرگاں بودہ اند و سیتلا و
مسانی موہوم محض اند وجود آنہا معلوم نیست بلکہ
ظاہرا خیال بندی ایں مردم است ۔ دوم اینکہ
سیتلا و مسانی بر تقدیر وجود آنہا از قبیل ارواح
خبیثہ و شیاطین اند کہ کمر ایذائے خلق بستہ اند
اینہا را با ارواح طیبہ انبیاء و اولیاء چہ مناسبت

نہیں کرتے بلکہ اپنی طرف سے پتھر کی مورتیوں اور
درختوں کو ایجاد کر کے یہ فیصلہ کر لیا کہ یہ فلاں کی
صورت ہے ۔ بغیر اس کے کہ ان کو ان ارواح سے
تعلق ہو ۔ اور اس خود ساختہ جھوٹے فیصلے کا کوئی
اثر نہیں ۔ ہاں خالق اکبر اپنی رحمانیت کی راہ سے
بندوں کی حاجت روائی کر دیتا ہے تو یہ سمجھتے ہیں کہ
یہ فائدہ بتوں کی طرف سے حاصل ہوا ہے ۔ حق تعالیٰ
جو غیب داں مخفی امور کو جانتا ہے وہ اپنے بندوں کی
حاجتوں کو سمجھتا ہے اور اس کو دنیا کی زندگانی میں ان
کی حاجت روائی منظور ہے ۔ خواہ کسی طرف سے
استدعا کریں ۔ ان کی مراد ان کو دے دیتا ہے ۔ جیسے کہ
مشفق باپ اپنے چھوٹے بچے کی حاجت کو سمجھتا ہے ۔
اور جب وہ خدمت گار اور دایہ سے کچھ مانگتا ہے تو
باپ اس کو دے دیتا ہے ۔ حالانکہ خدمت گار اور دایہ
قدرت نہیں رکھتے ۔ یہی حال ہے بتوں کا ۔ بلکہ اہلِ
قبور کا حال بھی موافق قاعدہ اہل اسلام ہے اور
جو تحریر ہوا پس جب اہلِ قبور سے استمداد ثابت ہوئی
تو بعض ضعیف الاعتقاد مسلمان سیتلا اور مسانی کی پرستش
سے کیونکر باز آئیں گے ۔ پس فرق درمیان استمداد اہلِ
قبور اور پرستش سیتلا اور مسانی کے چند وجہ سے ہے
اول یہ کہ اہل قبور معلوم ہے کہ وہ صلحا اور بزرگان دین
ہوئے ہیں اور سیتلا و مسان موہوم محض ان کا وجود معلوم
نہیں ۔ بلکہ ظاہراً ان لوگوں کی خیال آرائی ہے ۔
دوم یہ کہ سیتلا و مسانی بالفرض اگر کوئی ہوں تو ارواح
خبیثہ و شیاطین کی قبیل سے ہوں گے جنہوں نے

سوئیم آنکہ استمداد از اہل قبر بطریق دعا است کہ از جناب الٰہی عرض کردہ مطلب ما را بر آرند و پرستش ایں چیز بنا بر اعتقاد استقلال و قدرت اوست کہ کفر محض است۔

لوگوں کی ایذا پر کمر باندھ رکھی ہے ان کو انبیاء و اولیاء کی ارواح طیبہ سے کیا نسبت ہے۔ سوم یہ کہ اہل قبور سے استمداد بطریق دعا ہے۔ جناب الٰہی سے عرض کرکے ہمارا مطلب بر لائیں اور ان چیزوں کی پرستش ان کے استقلال و قدرت اعتقاد کی بناء پر ہے جو کفر محض ہے۔

(۸) اعتراض۔ غیر اللہ سے حاجتیں مانگنا ناجائز ہے کیونکہ انبیاء و اولیاء بت وغیرہ عاجز اور محتاج ہیں اور وہ کچھ نہیں کر سکتے اور نہ ہی ان کو کسی طرح کا اختیار ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے سورہ حج رکوع ۱۰ میں ارشاد فرماتا ہے:۔

یٰاَیُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّ لَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَ اِنْ یَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَیْـًٔا لَّا یَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَ الْمَطْلُوْبُ ۝ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ ۝

لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے، اس کو سنو جن کو تم پکارتے ہو اللہ کے سوا۔ وہ ہرگز نہیں پیدا کر سکتے ایک مکھی بھی اگرچہ اس کے لئے سب اکٹھے ہو جائیں اور اگر ان سے مکھی کچھ چھین کر لے جائے تو اس سے اس کو چھڑا نہیں سکتے۔ کمزور ہے طالب بھی اور مطلوب بھی۔ انہوں نے اللہ کی قدر نہ جانی جیسی کہ چاہئے تھی۔ بیشک اللہ زور آور اور زبردست ہے

جواب۔ اس آیت کو توسل و استغاثہ کے عدم جواز سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ انبیاء و اولیاء سے استمداد ربوبیت باری تعالیٰ کی نفی نہیں ہے۔ اور جواز استمداد کے لئے یہ بھی ضروری نہیں کہ غیر اللہ مکھی بنانے پر قادر ہو۔ مکھی نہ بنا سکنے کی حجت تو اس پر قائم ہو سکتی ہے کہ جو انبیاء و اولیاء کو (معاذ اللہ) خالق و رازق سمجھے۔ یہاں تو یہ اعتقاد ہے کہ یہ حضرات اللہ کے بندے اور اس کے محبوب و مقرب ہیں۔ ان کی دعا و سفارش ہم گناہگاروں کو نجات دلا سکتی ہے۔ اور ہماری مراد پوری کرا سکتی ہے۔ اور بس۔

(۹) اعتراض۔ اگر استعانت جائز ہوتی تو یوسف علیہ السلام کو اس کہنے پر اُذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ (سورہ یوسف) میرا تذکرہ کیجیو اپنے آقا کے ہاں۔" کیوں سات برس تک اپنی حالت پر رکھا گیا؟

جواب۔ یہ انبیاء کے معاملات ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو تمام مخلوقات پر برگزیدہ کیا ہے اسی طرح ان کے کام بھی دوسروں کی نسبت فوقیت رکھتے ہیں۔ نبی کے لئے یہی بہتر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ان کو کسی بلا میں مبتلا

کرے وہ تو سوائے اللہ کے کسی اور طرف متوجہ نہ ہوں۔ بخصوصاً جب مستغاث لہ کافر ہو تو اس وقت لحاظ چاہیے تاکہ کفار مطعون نہ کریں کہ اگر یہ حق پر ہوتے اور ان کو اللہ تعالے نے بھیجا ہوتا تو یہ ہم سے کیوں استغاثہ کرتے۔

تفسیر مدارک میں لکھا ہے:

وَفِی الْحَدِیْثِ رَحِمَ اللّٰہُ اَخِیْ یُوْسُفَ لَوْ لَمْ یَقُلْ اُذْکُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّکَ لَمَا لَبِثَ فِی السِّجْنِ سَبْعًا

اور حدیث میں مروی ہے کہ اللہ تعالے رحم کرے بھائی یوسف پر اگر وہ یہ نہ کہتے کہ میرے متعلق اپنے آقا کو یاد دہانی کرا دینا تو سات سال تک قیدخانے میں نہ پڑے رہتے۔

اس موقع پر علامہ خازن رحمۃ اللہ علیہ نے خوب کہا ہے۔ گویا ہمارے معترض صاحب کی تسلی کر دی :-

فَاِنَّ الْاِسْتِعَانَۃَ بِالْمَخْلُوْقِ فِیْ دَفْعِ الضَّرَرِ جَائِزٌ اِلَّا اَنَّہٗ لَمَّا کَانَ مَقَامُ یُوْسُفَ اَعْلَی الْمَقَامَاتِ وَرُتْبَتُہٗ اَشْرَفَ الْمَرَاتِبِ وَھِیَ مَنْصَبُ النُّبُوَّۃِ وَالرِّسَالَۃِ لَاجَرَمَ صَارَ یُوْسُفُ مُؤَاخَذًا بِھٰذَا الْقَدْرِ فَاِنَّ حَسَنَاتِ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ

کیونکہ مخلوق کے ساتھ استعانت دفع مصائب میں جائز ہے مگر چونکہ یوسف کا مقام تمام مقامات سے اعلیٰ اور ان کا رتبہ تمام مراتب سے برتر تھا جو نبوت و رسالت کا منصب ہے اس لئے یوسف علیہ السلام پر اتنے سے قصور سے مواخذہ ہوا کیونکہ ابرار کی نیکیاں بھی مقربین کے لئے بمنزلہ گناہ ہیں

دیکھئے معترض نے حضرت یوسف کا استعانت بغیر اللہ کے قابل عتاب ہونے سے کافہ خلق کے لئے استعانت کے عدم جواز پر استدلال کیا تھا تو علامہ خازن شافعی کے مذکورہ قول سے یہ جواب نکلتا ہے کہ یہ حضرت یوسف ہی کی خصوصیت تھی ورنہ عوام کے لئے استعانت بخلق جائز ہے۔

(۱۰) اعتراض۔ چونکہ اللہ تعالی کے سوا کوئی حمایتی اور مددگار نہیں ہو سکتا اس لئے انبیاء و اولیاء کی پرستش کرنا اور ان سے حاجتیں مانگنا ناجائز ہے۔ چنانچہ اللہ تعالی سورہ کہف رکوع ۱۲ میں ارشاد فرماتا ہے :-

اَفَحَسِبَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنْ یَّتَّخِذُوْا عِبَادِیْ مِنْ دُوْنِیْٓ اَوْلِیَآءَ ؕ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَھَنَّمَ لِلْکٰفِرِیْنَ نُزُلًا

تو کیا گمان کیا ہے کافروں نے کہ کارساز (حمایتی) بنا لیا میرے بندوں کو میرے سوا (یہ کچھ نفع دیگا) ہم نے تیار کر رکھی ہے دوزخ کافروں کی مہمانی کے لئے۔

جواب :- اول تو یہ آیت کفار کے باطل معبودوں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ لہذا اس کو انبیاء و اولیاء پر چسپاں کرنا صریح جہالت ہے۔ دوم اگر اس کو عام حکم سمجھ کر استدلال کیا جائے تو بھی ان کو کوئی مسلمان حمایتی نہیں جانتا بلکہ ا

توسّل اور استغاثہ کرتا ہے۔

(۱۱) اعتراض۔ بعض لوگ آیت اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۔ سے استدلال کرتے ہیں کہ غیر اللہ کی طرف متوجہ ہونا شرک ہے پھر جائے کہ مدد طلب کرنا؟

جواب: اس آیت سے یہ مطلب سمجھنا سراسر جہالت ہے۔ اس آیت کو تو اس مقام سے کوئی علاقہ ہی نہیں ہے۔ اس میں توجہ بقصد عبادت کا ذکر ہے کہ میں اپنی عبادت سے اُسی کا قصد کرتا ہوں جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ۔ نہ یہ کہ مطلق توجہ کا جس میں انبیاء و اولیاء سے استعانت بھی داخل ہو سکے۔ چنانچہ اس آیت کی تفسیر جلالین میں یوں لکھی ہے۔

قَالُوْا لَہٗ مَا تَعْبُدُ قَالَ اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ قَصَدْتُ بِعِبَادَتِیْ ۔

کافروں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ تم کس کو پوجتے ہو۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں اپنی عبادت سے اس کا قصد کرتا ہوں جس نے آسمان و زمین بنائے ۔

آیت میں اگر مطلق توجہ مراد ہو تو کسی کی طرف مُنہ کر کے باتیں کرنا بھی مشرک ہو۔ حتیٰ کہ نماز میں قبلہ کی طرف مُنہ کر کے باتیں کرنا بھی شرک ہو۔ کیونکہ قبلہ بھی غیر خدا ہے۔ خدا نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ حکم۔ حَیْثُ مَا کُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ شَطْرَہٗ جہاں کہیں ہو اپنا منہ قبلہ کی طرف کرو۔ (معاذ اللہ) شرک ٹھہرے۔

(۱۲) اعتراض ۔ اللہ تعالیٰ سورہ آل عمران ۔ رکوع ۱۳ میں ارشاد فرماتا ہے ۔

لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْھِمْ اَوْ یُعَذِّبَھُمْ فَاِنَّھُمْ ظٰلِمُوْنَ ○

تمہارا اختیار اس کام میں کچھ نہیں چاہے ان کو اللہ توبہ نصیب کرے یا ان کو سزا دے کیونکہ وہ ناحق پر ہیں ۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قسم کا اختیار نہیں ہے ۔ پس جب اختیار نہ ہوا تو توسّل بھی ناجائز ہوا۔؟

جواب: ۔ اس آیت کی شان نزول میں اختلاف ہے ۔ چنانچہ (۱) بعض کہتے ہیں کہ ماہ صفر ہجری ۴ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر صحابہ کو جو قراء سے تھے بامارت منذر بن عمرو رضی اللہ عنہ اہل بیر معونہ کی طرف بھیجا تا کہ اُن لوگوں کو قرآن شریف کی تعلیم کریں اور علم سکھائیں ۔ عامر بن طفیل نے سب کو شہید کیا ۔ اس حادثہ سے رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کو بڑا رنج ہوا۔ ایک مہینے تک ہر نماز میں آپ نے دعائے قنوت پڑھی اور اسی قبیلے پر لعنت فرماتے رہے۔ اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ احد میں جب آپ کے دانت مبارک شہید ہوئے اور آپ کے سر مبارک میں زخم پہنچا جس سے خون جاری ہوا۔ آپ نے فرمایا کیونکر ایسی قوم کو فلاحیت ہوگی جس نے اپنے نبی کے سر کو زخمی کیا اور اپنے نبی کے دانت کو توڑا۔ اور آپ نے کفار کے لئے بددعا کی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

ان دونوں صورتوں میں اس آیت کے توسل و استغاثہ کے کسی قسم کی نفی نہیں پائی جاتی اس لئے کہ اس آیت میں بددعا کی ممانعت ہے۔ نہ جوازِ توسل و استغاثہ کی۔

(۱۲) اعتراض۔ عن ابنِ عبّاسٍ رضی اللہ عنہ قالَ کنتُ خلفَ رسولِ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم یوماً فقالَ یا غلامُ احفظِ اللہَ یحفظکَ احفظِ اللہَ تجدہُ تجاھکَ واذا سألتَ فاسئلِ اللہَ واذا استعنتَ فاستعن باللہِ واعلم انَّ الامۃَ لو اجتمعت علیٰ ان ینفعوکَ بشیءٍ لم ینفعوکَ الا بشیءٍ قد کتبہُ اللہُ لکَ ولو اجتمعوا علیٰ ان یضروکَ بشیءٍ لم یضروکَ الا بشیءٍ قد کتبہُ اللہُ علیکَ رفعتِ الاقلامُ وجفتِ الصحفُ

(رواہ ترمذی)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک دن پیچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تھا۔ آپ نے فرمایا۔ اے لڑکے یاد رکھ اللہ کو تو وہ تجھ کو یاد رکھے گا۔ یاد رکھ اللہ کو تو اس کو اپنے روبرو پائے گا اور جب تو کچھ مانگنا چاہے تو اللہ تعالیٰ سے مانگ اور جب مدد چاہے تو اللہ سے چاہ اور یہ یاد رکھ کہ اگر سب لوگ اکٹھے ہو جائیں اس پر کہ کچھ فائدہ پہنچائیں تجھ کو تو فائدہ نہ پہنچا سکیں گے مگر جتنا کہ اللہ نے تیرے حق میں لکھ دیا ہے۔ اور جو اکٹھے ہو جائیں اس پر کہ نقصان پہنچائیں تجھ کو تو کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے مگر وہی کہ لکھ دیا ہے اللہ نے تجھ پر اٹھائے گئے قلم اور سوکھ گئے کاغذ۔"

اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ غیر اللہ سے استغاثہ کرنا جائز نہیں ہے؟

جواب: یہ حدیث توکل پر مبنی ہے۔ توکل کی شان یہی ہے کہ تمامی اسباب سے قطع نظر کرکے خدا ہی کا ہو رہے۔ توکل کہتے ہیں اعتماد قلب کو جو اللہ تعالیٰ پر پورے طور سے ہو جس سے قلب میں اضطراب کا نام نہ ہو۔ متوکلین کے مراتب ہیں۔ بعض کالمیّتِ فی یدِ الغسّالِ یعنی مثل میت کے ہوتے ہیں۔ غسل دینے

والا مردے کو جس طرح چاہتا ہے الٹتا ہے۔ مگر مردہ کسی طرح غسل دینے والے سے متعرض نہیں ہوتا۔ اسی طرح متوکلین ہر امر میں صابر و شاکر رہتے ہیں جو امر مشیت سے صادر ہوتا ہے اس پر شکایت نہیں کرتے۔ بعض کا حال غلام کا سا ہوتا ہے کہ وہ جس طرح اپنے مولا کے مال میں بجز حکم کے دست اندازی نہیں کرتا۔ یہ بھی بجز حکم خداوندی کسی کام میں اپنے آپ کو دخیل نہیں سمجھتے۔ بعض کا حال بیٹے کا سا ہوتا ہے کہ وہ باپ کی اجازت لے کر مال میں ہاتھ لگاتا ہے۔ یہ بھی ہر کام میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی اجازت کے محتاج خیال کرتے ہیں۔ بعض کا حال وکیل کا سا ہوتا ہے کہ وہ بجز اجازت موکل کے مال میں تصرف نہیں کر سکتے۔ اسی طرح یہ بھی بجز اجازت باری تعالیٰ کے کسی کام میں تصرف جائز نہیں سمجھتے۔

جو توکل کہ مشروع ہے اس میں اس امر کا لحاظ ضروری ہے کہ وہ حد مشروع سے بڑھ نہ جائے۔ توکل اسی قدر چاہیے جس کی شارع نے اجازت دی ہے۔ اگر کوئی شخص بھوکا ہو تو اسے یہ خیال کرنا نہ چاہیے کہ کھانا خلاف توکل ہے۔ اگر وہ سمجھے گا تو بے شک شرع کے خلاف ہوگا۔ توکل حقیقی کسی انسان سے ہو نہیں سکتا جو شخص عالم اسباب میں موجود ہے وہ خواہ مخواہ کسی چیز کا محتاج ہوگا۔ کوئی شخص جب تک محتاج الیہ کو حاصل نہ کرے۔ زندہ نہیں رہ سکتا۔ البتہ توکل حقیقی معدومات کی شان ہے۔

شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فتوحات مکیہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

اَلتَّوَکُّلُ الْمَشْرُوْعُ فِیْمَا اِلَی الْوُقُوْعِ الْمَشْرُوْعُ مِنْهُ وَالتَّوَکُّلُ الْحَقِیْقِیُّ مُنْکَرٌ دَائِمٌ مِنَ الْکَوْنِ فِیْ حَالِ الْوُجُوْدِ۔

توکل مشروع ہے۔ پھر جس قدر مشروع ہے وہیں تک توکل کرنا چاہیے۔ اور توکل حقیقی انسان سے جب تک وہ موجود ہے پایا نہیں جاتا۔

میرا خیال تو یہ ہے کہ معدومات محض میں بھی توکل حقیقی نہیں پایا جاتا۔ اس لئے کہ توکل اعتماد قلبی کو کہتے ہیں۔ اور معدومات میں قلب نہیں ہوتا۔

اس حدیث سے نفس استعانت کی مخالفت نہیں پائی جاتی۔ کیونکہ توکل کا مقتضیٰ یہ ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے نہ مانگا جائے۔

اگر عالم اسباب میں غیر متوکلین الیس میں استعانت و توکل کو چھوڑ دیں تو دنیا کا کام بند ہو جاتا ہے۔ لڑکا بھوک سے تڑپتا ہے مگر ماں دودھ نہ پلائے۔ آدمی بھوک سے بے چین ہو مگر کھانا نہ کھائے۔ علیل کی بیماری سے حالت نازک ہو مگر دوا نہ کرے۔ حج کا عزم ہو مگر جہاز پہ سوار نہ ہو۔ رسی ڈول سے کنوئیں سے پانی نہ نکالے۔ جس طرح جائز ہے۔ اسی طرح انبیاء و اولیاء سے امداد و اعانت جائز ہے۔

یہ بات قابل تسلیم نہیں کہ عدم توکل سے اکثر ادقات الحکم فی التصرفات لازم آتا ہے۔ ہاں اس میں کچھ شک نہیں

کہ توکل عمدہ چیز ہے جس کا ثواب خاص متوکل کو ملتا ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے :

لَوْ اَنَّكُمْ تَوَكَّلْتُمْ عَلَى اللّٰهِ حَقَّ تَوَكُّلِهٖ لَرَزَقَكُمْ كَمَا يَرْزُقُ الطَّيْرَ تَغْدُوْا خِمَاصًا وَّتَرُوْحُ بِطَانًا (رواہ ابن ماجہ)

اگر اللہ تعالیٰ پر تم لوگ اچھی طرح توکل کرتے تو وہ تم لوگوں کو چڑیوں کی سی روزی دیتا۔ صبح کو وہ بھوکے رہتے ہیں۔ شام کو سیر ہوتے ہیں

یہ بات ظاہر ہے کہ دنیا میں ایسے متوکل شاید ایک دو نکلیں تو نکلیں۔ نہیں تو اکثر اشخاص کی نظر عالم اسباب پر ہے۔ کوئی نوکری سے اوقات بسر کرتا ہے۔ کوئی تجارت سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ کوئی زراعت سے غلہ فراہم کرتا ہے۔ اس سے مسلمان مشرک نہیں ہو سکتا۔

اگر عدم توکل سے شرک فی التصرف ناشی ہونا تسلیم کیا جائے تو یہ آیت تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى کے منافی ہے۔ اس لئے کہ اگر استعانت شرک ہے تو پھر اعانت کا حکم کیوں ہوا۔

حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا قول ہے۔ مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَى اللّٰهِ

حدیث شریف میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے :

اَللّٰهُ فِیْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا دَامَ الْعَبْدُ فِیْ عَوْنِ اَخِیْهِ الْمُسْلِمِ

اللہ تعالیٰ بندے کی مدد کرتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے :

مَنْ فَرَّجَ عَنْ مُّؤْمِنٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ الْاٰخِرَةِ۔

جو شخص کسی مسلمان کی مصیبت کو دور کرے اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت دور کرتا ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَاْخُذْهُ النَّوْمُ لَيْلَةً مِّنَ اللَّيَالِیْ وَكَانَ يَطْلُبُ مَنْ يَّحْرُسُهٗ حَتّٰى جَاءَ سَعْدٌ فَسَمِعْتُ غَطِيْطَهٗ (کشاف)

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رات نیند نہ آئی اور ایسے شخص کو ڈھونڈتے جو پہرہ دے۔ پھر سعد رضی اللہ عنہ نے پہرہ دیا تو آپ آرام سے سوتے۔ آپ کے سینے کی آواز سنتی تھی (کشاف)

اگر امور غیر اختیاریہ میں استعانت سے بدرجۂ اولیٰ شرک فی التصرف لازم آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امت کو استعانت کا طریقہ کیوں سکھلاتے۔ حالانکہ آپ نے توکل کا مضمون اس کو پہلے سمجھا دیا تھا۔

(۱۴) اعتراض۔ عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

عَنْ عِبَادَةَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ

عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ

عَنْهُ قُوْمُوْا نَسْتَغِيْثُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ هٰذَا الْمُنَافِقِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ لَا يُسْتَغَاثُ بِيْ بَلْ بِاللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ۔

ایک مرتبہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اٹھو ہم اس منافق سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فریاد کریں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس فریاد نہیں کی جاتی ہے بلکہ اللہ عزوجل کی درگاہ میں"

(طبرانی معجم کبیر)

پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ استغاثہ مجھ سے نہیں کرنا چاہئے بلکہ اللہ تعالے سے کرنا چاہئے تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ استغاثہ لغیر اللہ ناجائز ہے؟

جواب - اوّل - اس حدیث کی اسناد میں عبداللہ بن لہیعہ ہے وہ مجروح ہے۔ اس لئے قابلِ حجت نہیں ہے جواب دوم - جب منافقین پر مسلمان کے احکام نافذ ہوئے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی ایک منافق کی نسبت یہ چاہتے تھے کہ یہ قتل کیا جائے۔ آپ نے جواب دیا کہ اس مقدمے میں ہمارا کیا اختیار ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم یونہی ہے۔ تم اللہ تعالے سے استغاثہ کرو۔ اس صورت میں لَا يُسْتَغَاثُ بِيْ کے معنی لَا يُسْتَغَاثُ بِيْ فِيْ هٰذَا الْاَمْرِ ہے۔

جواب سوم - یہ حقیقت پر بھی ہے۔ اس لئے فی الواقعہ اصل مستغاث اللہ تعالی ہے۔ احادیث میں اکثر حقیقت امر کا بیان ہوتا ہے اور قرآن مجید میں اضافت فعل کی مکتسب کی طرف ہوتی ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے

لَنْ يُّدْخِلَ اَحَدًا مِّنْكُمُ الْجَنَّةَ عَمَلُهٗ

تم میں کسی کو اس کا عمل جنت میں داخل نہ کرسکے گا۔

اور اللہ تعالی سورہ نحل رکوع ۴ میں فرماتا ہے

اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

تم لوگ اپنے عملوں کی بدولت داخل جنت ہوجاؤ

اگر نفس استغاثہ نامشروع ہوتا تو امام یا قاضی کے تقرر کی ضرورت کیوں ہوتی۔ حدود و تعزیرات کے احکام قرآن مجید یا احادیث شریفہ میں کیوں بیان کئے جاتے۔

(۵) اعتراض - اللہ تعالی سورہ یونس رکوع ۲ میں ارشاد فرماتا ہے :-

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝

اور پوجتے ہیں اللہ کے سوا ایسی چیز کو جو نہ انہیں نقصان پہنچا سکتی ہے ورنہ نفع پہنچا سکتی ہے اور کہتے ہیں کہ یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ کے ہاں۔ کہہ دے کیا تم اللہ کو جتلاتے ہو وہ نہیں جانتا کہیں آسمانوں میں اور نہ زمین میں۔ وہ پاک ہے اور برتر ہے اس سے جو یہ شریک کرتے ہیں"

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمام زمین و آسمان میں کوئی کسی کا اب سفارشی نہیں کہ اُس کو مانا جائے اور پکارا جائے۔ جس سے کچھ فائدہ یا نقصان پہنچے بلکہ انبیاء و اولیاء کی سفارش اللہ کے اختیار میں ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جو کوئی کسی کو سفارشی سمجھ کر پکارے تو وہ مشرک ہے ۔؟

جواب :- انبیاء و اولیاء کی سفارش بے شک اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے مگر اس سے پکارنے کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی بلکہ آیت پائی جاتی ہے کہ اس صورت میں اُن کو پکارنا چاہئے کہ وہ سفارش کر سکیں ۔ اس کی مثال یوں ہے کہ اگر کوئی شخص بیمار ہو تو اسے ایسی دوا کا استعمال کرنا چاہئے جسے اللہ تعالیٰ نے اس مرض کا دافع بنایا ہے تاکہ اُس کے استعمال سے دوا اپنی تاثیر دکھائے ۔ مرض دوا کی تاثیر سے زائل ہو۔ مریض کو یہ نہ چاہئے کہ اس خیال سے دوا چھوڑ دے کہ اُس کی تاثیر اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے ۔ کھانے پانی کا بھی یہی حال ہے ۔ بھوکے پیاسے پر لازم ہے کہ بھوک پیاس کی حالت میں کھانا کھائے، پانی پیئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے ۔ جس طرح ضرورت میں دوا کا استعمال کیا جاتا ہے ۔ کھانا کھاتے اور پانی پیتے ہیں ۔ اسی طرح انبیاء و اولیاء کو پکارتے ہیں ۔

اللہ تعالیٰ سورہ مریم رکوع ۵ میں ارشاد فرماتا ہے :-

لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ۝ | وہ (گنہگار) نہ اختیار رکھیں گے سفارش کا مگر ہاں جس نے رحمان سے قرار لے لیا ہے

عہد کہتے ہیں کلمہ طیبہ کو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کو ۔ تو مطلب یہ ہوا کہ سوائے مومنوں کے کوئی شفاعت کا مالک نہ ہوگا ۔ پس شفاعت کا مومن سے طلب کرنا اسی طور سے جائز ہوگا جیسے مالدار سے مال کا۔

امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں :-

اَلْمُرَادُ لَا يَمْلِكُ غَيْرُهُمْ اَنْ يَّشْفَعُوْا لَهُمْ دَلَّتِ الْاٰيَةُ عَلٰى حُصُوْلِ الشَّفَاعَةِ لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ ۝ | یعنے سوائے مومنین کے کوئی شخص اُن کی شفاعت نہیں کر سکتا اس آیت سے یہ بات بھی سمجھی گئی کہ اہل کبائر کے لئے شفاعت ہوگی ۔

(۱۶) **اعتراض** ۔ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پیدائش سے پہلے شفاعت کس طرح کر سکتے ہیں ۔ لہٰذا توسل و تشفع کا اطلاق کیونکر صحیح ہو سکتا ہے؟

جواب :- اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ خود شفاعت فرما سکتے تھے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے سوال بتوسل آپ کے قبل خلقت کے اسی طرح صحیح ہے جیسے بعد خلقت کے ۔ کلیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے سوال بتوسل ایسے شخص کے جائز ہے جس کی نسبت یہ یقین کیا جاتا ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں عالی مرتبہ رکھتا ہے عادت مستمرہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص کا مرتبہ کسی کے نزدیک ایسا ہو کہ اس کی شفاعت مقبول ہوتی ہو تو اس کی غیبت میں گ

اس کا توسل کیا جاتا ہے تو بلحاظ اُس کی وجاہت دعوت کے شفاعت مقبول ہوتی ہے گو وہ شخص اس وقت نہ خود حاضر ہو اور نہ اُس وقت شفاعت کرتا ہو تا آنکہ کبھی محبوب کا ذکر یا کسی عظیم امر کا ذکر کبھی اعمال صالحہ کا ذکر باعث شفاعت ہو تا ہے۔

ادعیہ ماثورہ میں ہے:

اَسْئَلُكَ بِكُلِّ اِسْمٍ لَّكَ وَاَسْئَلُكَ بِاَسْمَائِكَ الْحُسْنٰى وَاَسْئَلُكَ بِاَنَّكَ اللّٰهُ عَنْ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَبِكَ مِنْكَ ٥

الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں بتوسل تیرے ہر اسم کے اور میں تجھ سے سوال کرتا ہوں بتوسل تیرے ساحتنے کے اور میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس وسیلے سے کہ تو اللہ ہے اور میں تیری خوشنودی کے وسیلے سے تیری ناراضگی سے پناہ چاہتا ہوں اور تیرے عفو کے وسیلے سے تیرے عذاب سے اور تیرے وسیلے سے تجھ سے

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جذب القلوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

موطن اول کہ توسل بروح مقدس اوست پیش از لبس خلعت جسمانیت، مخصوص بجناب اوست و ہیچ یکے ما از انبیا و اولیا دریں منقبت عظمیٰ با وے مشارکت و مساہمت نیست و عدم ورود نص در غیر آں حضرت دریں باب کافی است۔

پہلا مقام کہ آپ کی روح مقدس سے اس کے خلعت جسمانیت پہننے سے پہلے توسل کیا جاتا ہے۔ وہ مخصوص آپ ہی کے ساتھ ہے اور کوئی نبی ولی اس منقبت عظمیٰ میں آپ کے ساتھ شریک و شامل نہیں ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کے حق میں نص وارد نہ ہونا اس بارہ میں کافی ہے

(۷) اعتراض - عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْرَابِيٌّ فَقَالَ جُهِدَتِ الْاَنْفُسُ وَجَاعَ الْعِيَالُ وَهَلَكَتِ الْاَمْوَالُ فَاسْتَسْقِ اللّٰهَ لَنَا فَاِنَّا نَسْتَشْفِعُ بِكَ عَلَى اللّٰهِ وَ

جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک گنوار آیا اور کہنے لگا کہ جانیں سختی میں پڑ گئیں اور کنبے بھوکے مرتے ہیں اور مواشی مر گئے۔ لہذا اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے بارش مانگئے۔ کیونکہ ہم اللہ کے پاس تمہاری

فَنَسْتَشْفِعُ بِاللّٰهِ عَلَيْكَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبْحَانَ اللّٰهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ فَمَا زَالَ يُسَبِّحُ حَتّٰى عُرِفَ ذٰلِكَ فِي وُجُوْهِ أَصْحَابِهِ ثُمَّ قَالَ وَيْحَكَ إِنَّهُ لَا يُسْتَشْفَعُ بِاللّٰهِ عَلٰى أَحَدٍ شَأْنُ اللّٰهِ أَعْظَمُ مِنْ ذٰلِكَ وَيْحَكَ أَتَدْرِيْ مَا اللّٰهُ إِنَّ عَرْشَهُ عَلٰى سَمٰوَاتِهِ هٰكَذَا وَقَالَ بِأَصَابِعِهِ مِثْلَ الْقُبَّةِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَيَئِطُّ بِهِ أَطِيْطَ الرَّحْلِ بِالرَّاكِبِ (رواہ ابوداؤد)

سفارش چاہتے ہیں اور اللہ کی تمہارے پاس حضرت نے فرمایا ۔ سبحان اللہ سبحان اللہ یعنی پاک ہے اللہ پاک ہے اللہ ۔ یہاں تک اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتے رہے کہ اس کا اثر آپ کے اصحاب کے چہروں سے معلوم ہونے لگا ۔ پھر فرمایا کہ کیا بے وقوف ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی سے سفارش نہیں کرتا ۔ اس کی شان اس سے بہت بڑی ہے ۔ کیا ہے خوف ہے تو جانتا ہے کیا چیز ہے اللہ ہے بے شک اس کا تخت عرش اس کے آسمانوں پر اسی طرح سے ہے اور اپنی انگلیوں سے جتلایا کہ قبہ کی طرح اور بے شک وہ اس سے چرچر ہوتا ہے جیسے اونٹ کا کجاوہ سوار کے بوجھ سے ہوے ۔ یعنی تمام زمین و آسمان کو اس کا عرش محیط کی طرح گھیر رہا ہے اور باوجود اس بڑائی کے اس شہنشاہ کی عظمت نہیں تھام سکتا بلکہ اس کی عظمت سے چرچر کرتا ہے ۔ سو کسی مخلوق کی کیا طاقت کہ اس کی عظمت اور بڑائی بیان کرے اور اس کے ذمے کسی کام کا مختار بن کے سفارش کرے ۔“

اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ بارگاہ حق میں کسی سفارشی کی سفارش نہیں چلتی ۔

جواب ۔ اس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی ۔ کہ حق تعالےٰ کی بارگاہ میں کوئی نبی و ولی شفاعت نہیں کر سکتا ۔ بلکہ اس میں صرف اس بات کی نفی ہے ۔ کہ اللہ تعالےٰ کی شان اس سے بلند تر ہے کہ وہ خود کسی نبی و رسل کے پاس سفارش کرے اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وَيْحَكَ إِنَّهُ لَا يُسْتَشْفَعُ بِاللّٰهِ عَلٰى أَحَدٍ ”اے احمق اللہ کو کسی نبی کی طرف سفارش کے لئے نہیں لے جاتے ، اس کی شان اس سے کہیں بلند ہے ۔ اسی بناپر آگے اللہ تعالےٰ کی برتری و بزرگی کا نقشہ کھینچ کر دکھایا ۔ پس اس حدیث میں شفاعت کے جواز کی نفی نہیں بلکہ اعرابی کی غلط فہمی کو اس کو خداوند تعالیٰ کی عظمت کے متعلق تھی رفع فرمایا ہے ۔ طیبی میں ہے ۔

مَنَعَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُسْتَشْفَعَ بِاللّٰهِ عَلٰى أَحَدٍ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی نفی کی کہ اللہ کو کسی کی طرف سفارشی بنایا جائے

(۱۸) **اعتراض** ۔ عن ابی ھریرۃ

قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ دَعَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَرَابَتَہٗ فَعَمَّ وَخَصَّ فَقَالَ یَا بَنِیْ کَعْبِ ابْنِ لُؤَیٍّ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَکُمْ مِنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَا اَمْلِكُ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا اَوْ قَالَ فَاِنِّیْ لَا اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا وَیَا بَنِیْ مُرَّۃَ بْنِ کَعْبٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَکُمْ مِنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَا اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا وَیَا بَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَکُمْ مِنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَا اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا وَیَا بَنِیْ ھَاشِمٍ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَکُمْ مِنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَا اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا وَیَا بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اَنْقِذُوْا اَنْفُسَکُمْ مِنَ النَّارِ فَاِنِّیْ لَا اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا وَیَا فَاطِمَۃُ اَنْقِذِیْ نَفْسَكِ مِنَ النَّارِ سَلِیْنِیْ مَا شِئْتِ مِنْ مَالِیْ فَاِنِّیْ لَا اُغْنِیْ مِنَ اللّٰہِ شَیْئًا ۵

(رواہ البخاری والمسلم)

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت اتری کہ ڈرا تو اپنی برادری کو جو تجھ سے رشتہ رکھتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رشتہ داروں کو پکارا۔ اکٹھا بھی اور جدا جدا بھی پھر فرمایا۔ اے بنی کعب بن لوی تم اپنی جانوں کو آگ سے بچاؤ۔ کیونکہ میں کچھ نہیں اختیار رکھتا اللہ کے ہاں۔ یا یوں فرمایا کہ میں اللہ کے ہاں تمہارے کچھ کام آنے کا نہیں۔ اور اے بنی عبد شمس تم اپنی جانوں کو آگ سے بچاؤ۔ کیونکہ میں اللہ کے ہاں کچھ اختیار نہیں رکھتا۔ اور اے بنی عبد مناف تم اپنی جانوں کو آگ سے بچاؤ۔ کیونکہ میں اللہ کے ہاں کچھ اختیار نہیں رکھتا۔ اور اے بنی ہاشم۔ تم اپنی جانوں کو آگ سے بچاؤ۔ کیونکہ میں اللہ کے ہاں کچھ اختیار نہیں رکھتا۔ اور اے بنی عبد المطلب تم اپنی جانوں کو آگ سے بچاؤ کیونکہ میں اللہ کے ہاں کچھ اختیار نہیں رکھتا۔ اور اے فاطمہ تو اپنی جان کو آگ سے بچا۔ مجھ سے جتنا چاہے مانگ لے میرا مال۔ میں تیرے کچھ کام نہیں آؤں گا۔ اللہ کے ہاں۔ یعنی میرا مال موجود ہے۔ اس میں مجھ کو بخل نہیں ہے۔ رہا اللہ کا معاملہ۔ وہ میرے اختیار سے باہر ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی بزرگ کی فقط قرابت اللہ کے ہاں کچھ کام نہیں آتی۔ جب تک معاملہ اللہ ہی سے صاف نہ کرے۔

جواب ۔ یہ حدیث انکار توسل اور تشفع کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ دیکھئے اللہ تعالے نے لوگوں کو کفر و شرک

سے بچایا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خطاب کر کے فرمایا فلا تدع مع اللہ الٰھا اٰخر فتکون من المعذبین ٥ (سورہ شعرا ع ۱۱) یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو نہ پکاریں۔ ورنہ آپ عذاب پانے والوں سے ہوں گے۔

یہ بات تو اظہر من الشمس ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شرک وکفر کا صدور محالات سے تھا۔ پھر اس آیت سے اصل مقصود کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تمام مکلفین اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ شرک بہت بڑی چیز ہے۔ اس سے بچنا چاہئے۔ پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی باتوں سے منع کئے گئے ہیں جن سے شرک کا صدور محال تھا۔ تو دوسرے لوگوں کو ان سے بچنے کی کس قدر ممانعت ہوگی۔

فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل قرابت سے ایک ایک کو پکار کے سمجھایا کہ تم لوگ شرک کفر سے بچو اپنے کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔ ہماری قرابت پہ بھروسہ نہ کرو۔ ہم اس عذاب کو تم لوگوں سے دفع نہیں کر سکتے۔ جس سے اللہ تعالیٰ کا ارادہ متعلق ہوگا۔

جب آیت اور حدیث کا یہ مطلب ہوا تو اس سے یہ امر کہاں سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی شفاعت قیامت کے دن نہ کریں گے۔ یا توسل واستغاثہ آپ سے یا کسی نبی یا کسی ولی سے ممنوع یا حرام ہے۔

(۹) اعتراض صحیح بخاری میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔

اذا مات الانسان انقطع عملہ الا من ثلٰثۃ صدقۃ جاریۃ او علم ینتفع بہ او ولد صالح یدعو لہ	جب آدمی مرتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے لیکن تین آدمیوں کا عمل منقطع نہیں ہوتا۔ ایک تو ایسے شخص کا جس نے صدقہ جاریہ دیا ہو۔ دوسرے ایسے عالم کا جس نے دین کی کتاب تصنیف کی ہو۔ یا شاگردوں کو دین کی کتابیں

پڑھائی ہوں۔ تیسرے ایسے باپ کا جس نے نیک بیٹا چھوڑا ہو اور وہ بیٹا اپنے باپ کے لئے دعا کرتا ہو۔ غرضیکہ کوئی ایسا کام کیا ہو جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہوں دین کے کاموں میں یا دنیا کے نیک کاموں میں۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اموات کا عمل منقطع ہو جاتا ہے۔ وہ اپنے لئے نفع وضرر کے مالک نہیں ہوتے تو مستغیث کو کیونکر نفع پہنچائیں گے۔

جواب:- یہ استدلال سراسر غلط ہے۔ کیونکہ حدیث کا یہ مطلب ہے کہ موت کے بعد بعض اعمال جن کے

ثواب کے ثمرات مترتب ہوتے ہیں ان کے ثمرات منقطع ہو جاتے ہیں بعض اعمال کے ثواب منقطع نہیں ہوتے۔
روزہ۔ زکوٰۃ اور حج یہ ایسے اعمال ہیں کہ ان کے ثمرات تنہا ہی ہو جاتے ہیں۔ یعنی جب آدمی مر جاتا ہے۔ تو ان کا
ثواب ملتا ہے مگر ثواب کی تجدید نہیں ہوتی۔ اور نہ اس میں نمو ہوتا ہے۔ جیسے ان امور ثلثہ میں تجدید ہوتی رہتی ہے۔
اس لئے کہ وہ شخص ان اشیاء ثلثہ کا سبب تھا (شرح مسلم للامام نووی)

(۲۰) اعتراض۔ اللہ تعالیٰ سورہ النحل رکوع ۲ میں ارشاد فرماتا ہے:۔

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاۗءٍ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝

"اور خدا کے سوا جن (بتوں) کو پکارتے ہیں وہ کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے۔ بلکہ وہ خود بنائے جاتے ہیں۔ مردے ہیں جن میں جان نہیں اور انہی بھی خبر نہیں کہ کب اٹھ کھڑے کئے جائیں گے۔"

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ مردہ بزرگوں سے حاجتیں مانگنی نہیں چاہئیں۔ کیونکہ وہ خود اپنے مرنے جینے
میں کسی اور کے محتاج ہیں لہٰذا وہ دوسرے کی کیا مدد کریں گے؟

جواب: جواز توسل و استغاثہ کے لئے یہ ضروری نہیں کہ مُستغاث مِنْہُ اپنے جینے مرنے پر خود قادر ہو اور نہ
اس قسم کی درماندگی رفع شفاعت ہو سکتی ہے۔ اگر یَدْعُوْنَ کے معنی یَعْبُدُوْنَ ہیں تو اس آیت کا توسل سے
تعلق نہ رہا۔ ہاں اگر یَدْعُوْنَ کے حقیقی معنی لئے جائیں تو مفہوم یہ ہو گا کہ مستغاث منہ کو معبود و حاجت روا سمجھ کے
پکارنا نامشروع ہے۔ یہ صورت توسل اور استغاثہ کی نہیں ہے۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ اس آیت میں بتوں سے توسل
استغاثہ کی نامشروعیت بیان کی گئی ہے تو ہم بھی کہتے ہیں کہ بے شک بتوں سے توسل و استغاثہ نامشروع ہے۔ مگر
انبیاء و اولیاء سے جائز ہے۔ جیسا کہ مولانا شاہ عبدالعزیز نے اپنے فتاویٰ میں تحریر کیا ہے۔ واقعی انبیاء و اولیاء
کا ایسا پایہ ہے کہ یا اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ عالی میں شفاعت کر سکتے ہیں۔

استعانت کا صحیح مفہوم | آیت اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ میں استعانت حقیقی کا اللہ تعالیٰ میں حصر ہے نہ مطلق کا۔
اور بلاشبہ حقیقت ان امور کہ ہر کمال بلکہ وجود و ہستی کی خاص بجناب باری تعالیٰ ہے۔ استعانت حقیقیہ یہ کہ
اُسے قادر بالذات و مالک مستقل غنی اور بے نیاز جانے کہ بے عطائے الٰہی وہ خود اپنی ذات سے اس کام کی
قدرت رکھتا ہے۔ اس معنی کا غیر خدا کے ساتھ اعتقاد ہر مسلمان کے نزدیک شرک ہے۔ اور نہ ہی کوئی مسلمان غیر کے
ساتھ اس معنی کا قصد کرتا ہے۔ بلکہ واسطہ وصول فیض ذریعہ و وسیلہ قضائے حاجات جانتا ہے۔ اور یہ بالکل حق
ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ۔ یعنی اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔ بایں
معنی استعانت بالغیر اُس حصر اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کے ہرگز منافی نہیں جس طرح وجود حقیقی کو خود اپنی ذات سے

بغیرکسی کے پیدا کئے موجود ہونا خاص بجناب الٰہی ہے۔ اسی طرح اس کے سبب دوسرے کو موجود کہنا شرک نہیں ہوسکتا۔ جب تک وہی وجود حقیقی مراد نہ لی جائے۔

یونہی علم حقیقی کو اپنی ذات سے بے عطائے غیر ہوا در تعلیم حقیقی کہ بذات خود بے حاجت بدیگرے القائے علم کرے اللہ تعالٰے سے خاص ہیں۔ پھر دوسرے کو عالم کہنا اور اس سے طلب علم کرنا شرک نہیں ہوسکتا۔ جب تک وہی معنی اصلی مقصود نہ ہوں۔

بعض ارواح کو عالم دنیا کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ پھر جس طرح عالم حیات میں ان سے استمداد منع نہ تھا۔ مرنے کے بعد بھی ناجائز نہ ہوگا۔ بلکہ اس حالت میں بدرجۂ اولٰی درست سمجھا جائے گا۔ امام ربانی مجدد الف ثانی مکتوبات کی دوسری جلد مکتوب ۵۸ میں تحریر فرماتے ہیں:-

ہرگاہ جنیاں را بتقدیر اللہ سبحانہ ایں قدرت بود کہ متشکل باشکال گشتہ اعمال غریبہ بوقوع آرند، ارواح کمل را اگر ایں قدرت عطا فرمایند چہ محل تعجب است وچہ احتیاج ببدن دیگر۔ ازیں قبیل ست آنچہ از بعضے اولیا نقل مے کنند کہ در یک آن در امکنۂ متعدد حاضر مے گردند وافعال متباینہ بوقوع مے آرند اینجا نیز لطائف ایشاں متجسد باجساد مختلفہ اند ومتشکل باشکال متباینہ مے گردند الخ

جن جو مختلف شکلیں بن جاتے ہیں اور مختلف جسموں میں متجسم ہوجاتے ہیں۔ اُس وقت ان سے اعمال عجیبہ جو ان شکلوں اور جسدوں کے مناسب ہیں ظہور میں آتے ہیں۔ ان میں کوئی قلب اور حلول نہیں۔ جب جنوں کو اللہ تعالٰی کی تقدیر سے اس قسم کی طاقت حاصل ہے کہ مختلف شکلوں میں ظاہر ہوکر عجیب وغریب کام کریں تو اگر کاملین کی ارواح کو یہ طاقت اللہ تعالٰی بخش دے تو کونسی تعجب کی بات ہے۔ اسی قسم کی وہ حکایتیں ہیں جو بعض اولیاء سے نقل کرتے ہیں کہ ایک ساعت میں مختلف مکانوں میں حاضر ہوتے ہیں اور مختلف کام ان سے وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ یہاں بھی ان کے لطائف مختلف جسدوں میں متجسد ہوکر مختلف شکلوں میں متشکل ہوجاتے ہیں الخ

(۲۱) اعتراض :- اللہ تعالٰے سورہ مریم کے چھٹے رکوع میں ارشاد فرماتا ہے۔

اِنْ كُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ؕ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ؕ وَكُلُّهُمْ اٰتِیْهِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فَرْدًا ؕ

جتنی مخلوق آسمان اور زمین میں ہے سب اللہ رحمٰن کے حضور میں حاضر ہوگی غلام (عبد) بن کر۔ اللہ نے ان کو گھیر رکھا ہے اور گن رکھی ہے ان کی گنتی اور ان میں سے ہر ایک اس کے سامنے آئے گا

قیامت کے دن تن تنہا۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص کو اپنے اعمال کے متعلق تن تنہا حاضر ہو کر جواب دہ ہونا پڑے گا۔ کوئی شفیع و مستغاث نہ اس کے ساتھ نہ ہوگا۔ پس کسی سے استغاثہ و استمداد اور تشفع و توسل کرنا کیا مفید ہوگا؟

جواب - اس آیت میں استغاثہ و تشفع و توسل کے غیر مفید ہونے کا کوئی اشارہ نہیں ہے۔ فرداً سے یہ مراد نہیں کہ اس کے ساتھ کوئی شفیع نہ ہوگا۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ دنیا میں خواہ کیسی ہی املاک و اشیاء اور مال و دولت کا مالک تھا مگر وہاں خالی ہاتھ اور سب اشیاء سے تہی دست پیش ہوگا۔ چنانچہ علامہ خازن فرداً کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

اَیْ وَحِیْدًا لَیْسَ مَعَہٗ مِنْ اَحْوَالِ الدُّنْیَا شَیْئٌ	اکیلا یعنی جس کے ساتھ دنیا کے احوال سے کوئی چیز نہ ہوگی۔

قبور کے متعلق متفرق مسائل

(۱) **عرس** - ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ کسی قوم کے پیشوا و مقتدا کو اگر کسی بڑی مہم یا غم سے نجات ملے۔ یا کسی طرح کا کوئی بڑا اعزاز حاصل ہو تو اس کی قوم کے لوگ اُس کے احباب اور عزیز و اقارب اُس کے معتقدین کو بڑی خوشی ہوتی ہے وہ مبارک باد دیتے ہیں۔ اس کی دعوتیں کرتے اور وہ دن بطور یادگار کے خیال کیا جاتا ہے۔ اور جب وہ زمانہ آتا ہے تو وہ باتیں یاد پڑ جاتی ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ یہود بوجہ خوشی نجات موسیٰ علیہ السلام اور غرق فرعون عاشورہ کے دن روزہ رکھتے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا نَحْنُ اَحَقُّ بِمُوْسٰی یعنی ہم موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ زیادہ حقدار ہیں اور اُس دن کا روزہ رکھنا شروع کیا۔ اور اپنے اصحاب کو بھی یہی حکم فرمایا۔

اسی طرح مسلمانوں کے روحانی پیشوا و بزرگانِ دین کے وصال جو ظاہری اعتبار سے ایک دردناک اور سخت صدمہ دینے والی مصیبت ہے۔ لیکن باین اعتبار کہ انہیں آج محبوب حقیقی کا وصل نصیب ہوا۔ فرقت کا غم کافور ہوا۔ اور لقائے محبوب کا شرف اور اعزاز حاصل ہوا۔ اُن بزرگوں کے متوسلین۔ مستفیضین اور محبین کو عجب جوش اور مسرت ہوتی ہے اور جب وہ زمانہ اور وہ دن آتا ہے تو انہیں وہ بزرگ یاد آجاتے ہیں اور شرعی حد جواز کے اندر خوشیاں مناتے ہیں۔ تلاوت قرآن اور کھانا کھلانا وغیرہ کا ثواب ان کی روح پاک کو ہدیہ کرتے ہیں۔ جو ان کے لئے مبارک باد و دعوت کے ہے۔

لہ عرس کے لغوی معنی شادی کی ضیافت اور جشن عروسی کے ہیں۔ اصطلاح میں یہ ہے کہ کسی بزرگ کے وصال کے روز قرآن مجید پڑھ کر یا طعام و شیرینی غرباء و مساکین میں تقسیم کر کے اس کا ثواب اس بزرگ کی روح کو بخشا جائے۔

عرس کا جواز احادیث سے۔ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَاْتِیْ قُبُوْرَ الشُّھَدَاءِ عَلٰی رَاْسِ کُلِّ حَوْلٍ فَیَقُوْلُ سَلَامٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَی الدَّارِ وَالْخُلَفَاءُ الْاَرْبَعَۃُ ھٰکَذَا یَفْعَلُوْنَ ۝

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال کے شروع میں شہیدوں کی قبروں پر تشریف لے جاتے۔ پھر کہتے۔ سلامتی ہو تم پر بعوض اس کے جو تم نے صبر کیا پس اچھا ہوا آخری ٹھکانا۔ اور چاروں خلفاء بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔

اس حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور چاروں صحابہ کرام کا ہر سال شہیدوں کی قبروں پر جانا ثابت ہوا جو عرس کی اصل ہے۔

عرس کے جواز پر علمائے محدثین کے فتاوے۔ اب عقل سلیم والوں کے لئے ہندوستان کے مشہور معروف محدثین کے فتوے پیش کئے جاتے ہیں تاکہ ناظرین کو اس مسئلہ کے جواز کے متعلق شک و شبہ نہ رہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا فتویٰ۔ مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کتاب ہمعات میں تحریر فرماتے ہیں۔

ازیں جاست حفظ اعراس مشائخ و مواظبت زیارت قبور ایشاں بالتزام فاتحہ خواندن و صدقہ دادن برائے میت و اعتنائے تمام کردن بتعظیم۔

اسی پر مبنی ہے مشائخ کے ایام عرس کی حفاظت کرنا اور ان کی زیارت قبور کے پابند رہنا اور میت کے لئے فاتحہ پڑھنے اور صدقہ دینے کو لازم سمجھنا اور تعظیم کا پورا خیال رکھنا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا فتویٰ۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کتاب ما ثبت بالسنۃ میں تحریر فرماتے ہیں۔

اِنَّمَا ھُوَ مِنْ مُسْتَحْسَنَاتِ الْمُتَاَخِّرِیْنَ ۝

عرس متاخرین کے نزدیک بہتر اور نیک ہے

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا فتویٰ۔ مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ عرس کے متعلق فتاویٰ عزیزی میں تحریر فرماتے ہیں۔

رفتن بر قبور بعد سالے یک روز معین کردہ سہ صورت است۔ اول آنکہ یک روز معین نمودہ یک شخص یا دو شخص بغیر ہیئت اجتماعیہ مردماں بر قبور محض بنا بر زیارت و استغفار بروند ایں قدر از روایات ثابت است و در تفسیر درمنثور

سال میں کوئی ایک دن مقرر کر لینا اس غرض سے کہ خاص اسی دن بزرگوں کی قبر کی زیارت کی جائے اس کی تین صورتیں ہیں:۔ اول یہ کہ کوئی ایک دن مقرر کریں اور اس دن صرف ایک ایک شخص یا دو دو شخص کر کے جا کر قبر کی زیارت کر آئیں یعنی زیادہ آدمی ایک ہی

نقل نمودہ کہ ہر سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
بر مقابر مے رفتند بدعا برائے مغفرت اہل
قبور مے نمودہ۔ ایں قدر ثابت و مستحب است
دوم آنکہ بہیئت اجتماعیہ مردماں کثیر جمع
شوند و ختم کلام اللہ کنند و فاتحہ بر شیرینی
یا طعام نمودہ تقسیم درمیان حاضراں نمایند
ایں قسم معمول بزمانہ پیغمبر خدا و خلفائے راشدین
نبود۔ اگر کسے ایں طور بکند باک نیست۔
زیرا کہ دریں قسم قبح نیست۔ بلکہ فائدہ
احیاء را اموات را حاصل مے شود۔ سوم طور
جمع شدن بر قبور ایں ست کہ مردماں یک روز
معین نمودہ ولباس ہائے فاخرہ و نفیس پوشیدہ
مثل روز عید شاداں شدہ بر قبرہا جمع مے شوند
و رقص و مزامیر و دیگر بدعات ممنوعہ مثل سجود
برائے قبور و طواف کردن قبور مے نمایند ایں
قسم حرام و ممنوع ست بلکہ بعضی بحد کفر مے
رسند و ہمیں ست محل ایں دو حدیث ولا
تَجعلوا قَبْرِی عِیْدًا چنانچہ در مشکوٰۃ
شریف موجود ست و اللّٰھُمَّ لا تَجْعَل
قَبْرِیْ وَثَنًا یُعْبَدُ ایں ہم در مشکوٰۃ است

دفعہ بہ ہیئت اجتماعیہ نہ جائیں۔ تو اس قدر اتفاقاً
سے ثابت و مستحب ہے۔ چنانچہ تفسیر درمنثور میں
منقول ہے کہ ہر شروع سال میں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم مقابر میں تشریف لے جاتے تھے اور دعا
اہل قبور کی مغفرت کے واسطے کرتے تھے۔
اس قدر ثابت ہے اور مستحب ہے۔ دوسری صورت
یہ ہے کہ بہ ہیئت اجتماعیہ مردمان کثیر جمع ہوں
اور ختم قرآن شریف کریں اور شیرینی یا کھانا فاتحہ دیکر
اس کو حاضرین میں تقسیم کریں۔ ایسا معمول زمانہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین
میں نہ تھا۔ لیکن ایسا کرنے میں مضائقہ بھی نہیں
اس واسطے کہ اس میں کوئی برائی نہیں۔ بلکہ اس
میں احیاء و اموات کو فائدہ حاصل ہوتا ہے۔
تیسری صورت یہ ہے کہ لوگ کوئی ایک دن مقرر
کر لیتے ہیں اور اس دن لباس ہائے فاخرہ اور
نفیس پہن کر عید کی مانند بخوشی و خرمی قبروں کے
پاس جمع ہوتے ہیں اور رقص و مزامیر اور دیگر بدعات
ممنوعہ کرتے ہیں۔ مثلاً قبروں کو سجدہ کرتے ہیں اور
قبروں کا طواف کرتے ہیں تو یہ طریقہ حرام اور ممنوع
ہے بلکہ بعض لوگ کفر تک پہنچ جاتے ہیں۔ اور

یہی مراد ان حدیثوں سے ہے کہ "فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری قبر کو عید نہ بنا لینا"
اور یہی مشکوٰۃ شریف میں ہے یعنی" اور آپ نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار تو نہ بنانا میری قبر کو
بت کہ اس کی پرستش کی جائے۔

اس فتوے سے کئی باتیں ثابت ہوئیں۔ اول شاہ صاحب نے تعین عرس کی اصلیت حدیث سے بہم پہنچائی۔ دوم
قبور صلحا کی زیارت موجب برکت ہے۔ سوم قدیم سے صاحب لوگ اتنا پابندی کرتے ہیں کہ ان لوگوں نے اس کام کو فرض و

واجب جان رکھا ہے۔ چنانچہ شاہ صاحب کے فتوے سے ثابت ہے۔ کہ یہ طعن جہالت پر مبنی ہے۔ چہارم ایک وقت میں جمع بین العبادتین یعنی قرآن مجید اور دعا اور تقسیم شیرینی اور طعام کا تقسیم کرنا برا نہیں بلکہ مستحسن ہے۔

عرس پر اجتماع کا فائدہ۔ عرس پر مسلمانوں کا کثرت سے جمع ہونا بڑا مفید ہے۔ چنانچہ ہر شخص تلاوتِ قرآن مجید کرتا ہے اور دیگر ذکر اذکار میں مشغول ہوتا ہے۔ جس سے پڑھنے والے کو بھی ثواب ملتا ہے اور اس بزرگ کی روح کو بھی ثواب بکثرت پہنچتا ہے۔ جو باعثِ فیضان ہے۔ اخوانِ طریقت اور پیر بھائیوں سے ملاقات ہوگی جو باعث خوشی۔ موجبِ ازدیادِ محبت اور سبب تزاید برکات ہے۔ مشائخ طریقت اور اہل اللہ سے شرفِ نیاز حاصل ہوتا ہے اور طالبین کو فیوض و برکات نصیب ہوتی ہیں۔ بلکہ تبلیغ کا موقعہ بڑا اچھا ہوتا ہے۔ کیونکہ عام وعظوں میں تو لوگ عموماً کم آتے ہیں لیکن عرس میں بالخصوص کثرت سے آجاتے ہیں۔ اسی واسطے بعض فہمیدہ سجادہ نشین اس موقع پر باقاعدہ علماء و فضلا کو بلا کر وعظ کراتے ہیں۔ جس سے عوام الناس پر بڑا اچھا اثر پڑتا ہے۔

الغرض اصل عرس ادلہ اربعہ سے ثابت اور مستنبط ہے۔ محققین کی ایک بڑی جماعت اصل عرس کے جواز و استحسان کی طرف گئی ہے۔ لہٰذا اس کے مجوز اور فاعل کو بدعتی اور مشرک کہنا نہ صرف ناجائز بلکہ موجب کفر ہے۔

تخصیص روزِ عرس۔ مولانا شاہ عبدالعزیز محدث رسالہ ذبیحہ میں ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں

قولہ عرس بزرگانِ خود را الخ این طعن مبنی است
بر جہل باحوال مطعون علیہ زیرا کہ غیر از فرائض شرعیہ
مقررہ را ہیچ کس فرض نمی داند۔ آرے زیارت
و تبرک بقبور صالحین و امداد ایشان باہداء ثواب و
تلاوتِ قرآن و دعائے خیر و تقسیم طعام و شیرینی امر
مستحسن و خوب است باجماع علما تعیین روز عرس
برائے آں است کہ آں روز مذکر انتقال ایشان
می باشد از دار العمل بہ دار الثواب والا ہر روز
کہ این عمل واقع شود موجب فلاح و نجات است
و خلف را لازم است کہ سلف خود را باین نوع بر و
احسان نماید۔ چنانچہ در حدیث مذکور است
کہ وَلَدٌ صَالِحٌ يَدْعُوا لَهٗ الخ
کہ نیک فرزند اس کے لئے دعا کرتا ہے۔ الخ

سائل کا قول کہ بزرگوں کے عرس کے لئے ... الخ
یہ طعن ان لوگوں کے حال سے عدم واقفیت پر مبنی
ہے۔ جن پر طعن کیا گیا ہے۔ کیونکہ فرائض شرعیہ مقررہ
کے سوا کسی چیز کو کوئی فرض نہیں سمجھتا۔ ہاں زیارت اور
حصولِ برکت قبور صالحین سے اور ایصال ثواب سے
ان کی امداد کرنا اور تلاوت قرآن اور دعائے خیر اور تقسیم
طعام و شیرینی امر مستحسن ہے اور خوب ہے علمائے اجماع
سے تعیین روزِ عرس کا اس لئے ہے کہ وہ دن ان کے انتقال
کو یاد دلاتا ہے جبکہ وہ دار العمل سے دار الثواب کو گئے
ورنہ اگر ہر روز یہ عمل واقع ہو تو موجب فلاح و نجات ہے
اور خلف کو لازم ہے کہ اپنے سلف کے ساتھ اس طرح
نیک سلوک کیا کریں۔ چنانچہ حدیث میں مذکور ہے

بوسۂ قبور۔ بعض لوگ انبیاء اولیا کی قبروں پر تبرک جان کر بوسہ دیتے ہیں ۔ مغلوب الحال اگر ایسا کرے تو بمقتضائے غلبۂ محبت غیر ماخوذ ہے ۔ لیکن عوام الناس غیر ممیزین کے لئے بعض جائز کہتے ہیں اور بعض ناجائز ۔

غلبہ محبت کی ایک مثال مسند امام احمد حنبل جلد ۵ میں ہے :۔

اَقْبَلَ مَرْوَانُ یَوْمًا فَوَجَدَ رَجُلًا وَاضِعًا وَجْهَهٗ عَلَى الْقَبْرِ فَقَالَ اَتَدْرِیْ مَا تَصْنَعُ فَاَقْبَلَ عَلَيْهِ فَاِذَا اَبُوْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِیُّ فَقَالَ جِئْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَمْ اٰتِ الْحَجَرَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم يَقُوْلُ لَا تَبْكُوْا عَلَى الدِّيْنِ اِذَا وَلِيَهٗ اَهْلُهٗ وَلٰكِنِ ابْكُوْا عَلَى الدِّيْنِ اِذَا وَلِيَهٗ غَيْرُ اَهْلِهٖ (رواہ احمد و الحاکم)

ایک دن مروان آیا تو اُس نے ایک شخص کو قبر رسول پر پیشانی رکھے دیکھا اس نے کہا کہ تجھ کو معلوم ہے کہ تو کیا کر رہا ہے ۔ تو وہ شخص اس کی طرف متوجہ ہوا ۔ تو معلوم ہوا کہ وہ ابو ایوب انصاری ہیں ۔ انھوں نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کسی پتھر کے پاس نہیں آیا ۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا ہے کہ دین میں جب ایسے لوگ حاکم ہوں جو اس کے اہل ہوں تو مت رونا ۔ بلکہ دین کے لئے اس وقت رونا جب اس پر نااہل حاکم ہوں ۔
(تحفۃ القاری جلد ۴ ۔ فتح الباری جلد ۶)

مروان مدینہ منورہ کا حاکم تھا ۔ جس کا ماضی و حال کچھ اچھا نہ تھا ۔ محض حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی قرابت کی بدولت اس درجہ پر فائز ہو گیا تھا ورنہ وہ اس کا اہل نہ تھا ۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کے قول میں اس کی اسی نااہلیت کی طرف اشارہ ہے ۔ اور تعظیم روضۂ اقدس پر ٹوکنا اس کی نااہلیت کا ایک ثبوت تھا ۔

اس روایت سے دو باتیں ثابت ہوئیں ۔ ایک یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا دیگر بزرگوں کی قبروں پر جانا ۔ گویا خود اُن کے پاس جانا ہے ۔ مزار ایک ظاہری چیز ہے ۔ چنانچہ جب مروان نے ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو روضہ مقدسہ پر منہ رکھے ہوئے دیکھا اور تعجب سے پوچھا کہ تم یہ کیا کرتے ہو ۔ آپ کا یہ فعل مروان کو تعجب خیز معلوم ہوا ۔ تو اُس کے جواب میں حضرت ابو ایوب انصاری نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے ہیں نہ کہ پتھر کے پاس ۔ دوسری یہ کہ حضرت ابو ایوب نے روضہ مقدسہ پر اپنا منہ رکھا تو اگر عام مسلمان روضۂ مقدسہ یا دیگر مزارات اولیاء اللہ پر اپنا منہ رکھیں تو جائز ہوگا ۔ کیونکہ صحابی کا فعل حجت اور سند ہے ۔

فتاویٰ عالمگیری اور زرقانی شرح مواہب اللدنیہ میں ہے کہ والدین اور اولیاء اللہ کی قبروں کو بوسہ دینا اور ان کے ہاتھوں کو چومنا تبرک کی نیت سے بلا کراہت جائز ہے ۔

محب طبری نے کہا ہے کہ میں نے اپنے جد بزرگوار محمد بن ابی بکر کی ایک تعلیق میں بروایت امام ابو عبداللہ محمد بن ابی الصیف دیکھا ہے کہ ایک بزرگ جب قرآن مجید کو دیکھتے تو اسے بوسہ دیتے اور جب حدیث کے اجزا کو دیکھتے تو انہیں بوسہ دیتے اور جب صالحین کی قبروں کو دیکھتے تو انہیں بوسہ دیتے اور جس شے میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم ہو اس میں یہ بعید نہیں۔

لیلیٰ کے عاشق مجنوں نے کیا اچھا کہا ہے ؎

اَمُرُّ عَلَی الدِّیَارِ دِیَارِ لَیْلیٰ — اُقَبِّلُ ذَاالْجِدَارَ وَذَاالْجِدَارَا

میں لیلیٰ کے گھروں پر گزرتا ہوں — تو کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں اور کبھی اس دیوار کو

وَمَا حُبُّ الدِّیَارِ شَغَفْنَ قَلْبِیْ — وَلٰکِنْ حُبُّ مَنْ سَکَنَ الدِّیَارَا

اور گھروں کی دیواروں نے میرے دل کو فریفتہ نہیں کیا — بلکہ گھروں میں رہنے والوں کی محبت نے

ہاں عوام الناس کو ضرور احتیاط کرنی چاہئے کیونکہ وہ بے خبری اور لاعلمی میں جائز اور ناجائز امور میں تمیز نہیں کر سکتے

طوافِ قبور۔ قبروں کے طواف کرنے میں اختلاف ہے۔ بعض جائز کہتے ہیں اور بعض ناجائز۔ چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:-

آنکہ طواف کردن قبور علما و اولیا بلا شبہ بدعت است۔ زیرا کہ در زمانِ سابق نبود۔ و حالا اختلاف است کہ ایں بدعت حرام است یا مباح۔ بعضے در کتب فقہ مباح نوشتہ اند واصح آں است کہ مباح نیست۔ زیرا کہ مشابہت بائیت پرستاں لازم مے آید کہ آں ہا گرداگردِ بتاں عمل مے کردند و نیز طواف در شرح مخصوص برائے کعبہ وارد شدہ۔ قبر بزرگ را مشابہ کعبہ کردن خوب نیست اما ہر کہ ایں عمل مے نماید او را کافر گرفتن و از دائرہ اسلام خارج ساختن بسیار شنیع و قبیح است وہم چنیں تکفیر کنندہ را تکفیر کردن بسیار قبیح است۔ (فتاویٰ عزیزی جلد۱)

علما اور اولیا کی قبروں کا طواف کرنا بے شک بدعت ہے کیونکہ زمانہ سابق میں اس کا وجود نہ تھا۔ لیکن اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ بدعت حرام ہے یا مباح۔ بعض فقہ کی کتابوں میں مباح لکھا ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ مباح نہیں ہے اس لئے کہ بت پرستوں کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے کہ وہ لوگ بتوں کے گرداگرد گھومتے ہیں اور نیز طواف کرنا شرع شریف میں خانہ کعبہ کے واسطے ہی مخصوص ہے۔ لہٰذا کسی بزرگ کی قبر کو کعبہ سے مشابہ کرنا اچھا نہیں۔ لیکن جو کوئی ایسا کرے تو اس کو کافر کہنا یا اسلام سے خارج جاننا بہت بڑی بات ہے اور ایسے ہی کافر کہنے والے کو کافر کہنا بہت بری بات ہے۔

قبروں کو سجدہ کرنا ۔ بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ بزرگوں کی قبروں کو سجدہ کرتے ہیں ۔ نہ صرف جاہل لوگ بلکہ بعض صاحب علم صوفی بھی اس شنعت میں مبتلا پائے جاتے ہیں ۔ جاہل تو بھلا ممکن ہے کہ وہ اس فعل کو شرک نہیں جانتے ہوں گے ۔ لیکن صاحبِ علم تو باخبر ہوتے ہیں ۔ ان پر سخت افسوس آتا ہے کہ وہ جان بوجھ کر عوام الناس کے سامنے قبروں کو سجدہ کرتے ہیں ۔ چنانچہ راقم نے بچشم خود ایک مشہور و معروف صوفی صاحبِ علم کو جو واعظ خوش بیان بھی تھے لاہور داتا گنج بخش علی ہجویری کی مزار مبارک پر علانیہ سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے ۔ اس سے یہ لوگ نہ صرف خود ہی گمراہ ہوتے ہیں بلکہ ان بزرگ صورت صوفیوں کی دیکھا دیکھی عوام الناس بھی اس فعل شرکیہ کے مرتکب ہونے لگتے ہیں ۔ جن کا وبال ان نام کے صوفیوں کی گردن پر ہوگا ۔

ان گمراہ صوفیوں کی ہدایت کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پیش کئے جاتے ہیں ۔ ممکن ہے کہ ان کی ہدایت کا باعث ہوں اور عوام الناس ایسے گمراہ صوفیوں اور نام کے مولویوں کی صحبت سے بچ جائیں ۔ وَمَا توفیقی الاّ باللہِ ۔

(۱) عَنْ اَبِی مَرْثَدِ الغَنَوِی قَالَ قَالَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لَا تَجْلِسُوْا عَلَی الْقُبُوْرِ وَلَا تُصَلُّوْا اِلَیْھَا (رواہ مسلم)

ابی مرثد غنوی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف نماز پڑھو ۔ (مشکوٰۃ)

(۲) عَنْ اَبِی ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم لَوْکُنْتُ اٰمِرُ اَحَدًا اَنْ یَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَۃَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِھَا ۔ (رواہ ترمذی)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر غیر اللہ کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے ۔ (مشکوٰۃ)

عَنْ قَیْسِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ اَتَیْتُ الْحِیْرَۃَ فَرَاَیْتُھُمْ یَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانٍ لَّھُمْ فَقُلْتُ لَرَسُوْلُ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَحَقُّ اَنْ یُّسْجَدَ لَهٗ فَاَتَیْتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فَقُلْتُ اِنِّیْ رَاَیْتُ الْحِیْرَۃَ فَرَاَیْتُھُمْ یَسْجُدُوْنَ لِمَرْزُبَانٍ لَّھُمْ فَاَنْتَ اَحَقُّ اَنْ نَّسْجُدَ لَکَ فَقَالَ لِیْ اَرَاَیْتَ

قیس بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں شہر حیرہ میں گیا ۔ وہاں کے لوگوں کو اپنے حاکم کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا میں نے خیال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرنے کے زیادہ لائق ہیں ۔ پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا ۔ کہ میں شہر حیرہ میں گیا ۔ وہاں کے

لَوْ مَرَرْتَ بِقَبْرِیْ اَکُنْتَ تَسْجُدُ لَهٗ فَقُلْتُ لَا فَقَالَ لَا تَفْعَلُوْا (رواہ ابو داؤد)

لوگوں کو اپنے حاکم کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔ لہٰذا آپ زیادہ حقدار ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے۔ آپ نے فرمایا بھلا خیال تو کرو کہ اگر تو میری قبر پر گذرے تو کیا تو اس کو سجدہ کرے۔ میں نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ تو نہ کر (مشکوٰۃ)

حضرت معاذ صحابی کا حضرت کو سجدہ کرنا۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر جلد اول میں یہ حدیث تحریر فرماتے ہیں:۔

قَالَ قَتَادَۃُ فِیْ قَوْلِہٖ وَخَرُّوْا لَہٗ سُجَّدًا کَانَتْ تَحِیَّۃُ النَّاسِ یَوْمَئِذٍ سُجُوْدُ بَعْضِھِمْ لِبَعْضٍ وَعَنْ صُھَیْبٍ اَنَّ مُعَاذًا لَمَّا قَدِمَ مِنَ الْیَمَنِ سَجَدَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا مُعَاذُ مَا ھٰذَا قَالَ اِنَّ الْیَھُوْدَ تَسْجُدُ لِعُظَمَائِھَا وَعُلَمَائِھَا وَرَاَیْتُ النَّصَارٰی تَسْجُدُ لِقِسِّیْسِیْھَا وَبَطَارِقَتِھَا قُلْتُ مَا ھٰذَا قَالُوْا تَحِیَّۃُ الْاَنْبِیَاءِ فَقَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ کَذَبُوْا عَلٰی اَنْبِیَائِھِمْ

قتادہ نے وَخَرُّوْا لَہٗ سُجَّدًا کی تفسیر میں کہا کہ اس زمانہ میں سجدہ کرنا لوگوں کے درمیان ایک تحیت و تعظیم تھی اور صہیب سے مروی ہے کہ جب معاذ رضی اللہ عنہ یمن سے آئے۔ تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کیا۔ آپ نے فرمایا۔ اے معاذ یہ کیا۔ عرض کیا یہود اپنے عالموں اور بزرگوں کو سجدہ کرتے ہیں اور میں نے دیکھا ہے کہ نصاریٰ اپنے عالموں اور بزرگوں کو سجدہ کرتے ہیں۔ میں نے اُن سے کہا یہ کیا ہے تو انہوں نے کہا۔ انبیاء کی تحیت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "انہوں نے اپنے انبیاء پر جھوٹ بولا"

قبروں پر گانا بجانا اور مجالس قوالی کرنا۔ آج کل بزرگوں کی قبروں پہ دیکھا گیا ہے کہ وہاں طوائف وغیرہ بھی آکر ناچتی اور گاتی ہیں اور میراثی ستار۔ باجا۔ ڈھول وغیرہ بجاتے ہیں۔ یہ بدعت ہے۔ مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ عزیزی جلد اول میں ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

استعمال آہنگ ہمراہ معازف و مزامیر و آلاتِ لہو ممنوع و حرام بر قبور یا غیر قبور حرمت ایں چیزہا یعنی معازف و مزامیر و آلات لہو در کتب

جب سرود یعنی راگ کا شغل مزامیر اور آلات لہو کے ساتھ ہو تو منع اور حرام ہے۔ قبر کے پاس ہو یا دوسری جگہ۔ مزامیر اور آلات لہو کی حرمت

حدیث و فقہ مشروح و مبسوط است فقط آواز غنا یا ہمراہ دف جائز است بر غیر قبور و بر قبور بدعت است احتراز اولی است۔

کتب حدیث اور فقہ میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ مذکور ہے۔ البتہ جب صرف راگ ہو یا دف کے ساتھ ہو تو جائز ہے۔ بشرطیکہ قبر کے پاس نہ ہو اور اگر قبر کے پاس ہو تو بدعت ہے اس سے پرہیز چاہئے۔

اب ارشاداتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پیش کئے جاتے ہیں:۔

(۱) عَنْ اَبِیْ عَامِرٍ وَّ اَبِیْ مَالِكِ الْاَشْعَرِیِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَیَكُوْنَنَّ مِنْ اُمَّتِیْ اَقْوَامٌ یَسْتَحِلُّوْنَ الْخَزَّ وَ الْحَرِیْرَ وَ الْخَمْرَ وَ الْمَعَازِفَ (رواہ البخاری)

ابی عامر اور ابی مالک اشعری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ میری اُمت میں سے بعض لوگ ایسے ہوں گے جو حلال کر لیں گے خز اور ریشم اور شراب اور باجے کو۔ (مشکوٰۃ)

(۲) عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْغِنَاءُ یُنْبِتُ النِّفَاقَ فِی الْقَلْبِ كَمَا یُنْبِتُ الْمَاءُ الزَّرْعَ (رواہ البیہقی)

جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گانا دل میں نفاق[1] پیدا کرتا ہے۔ جیسا کہ پانی کھیتی اُگاتا ہے (مشکوٰۃ)

(۳) عَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِیْ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ وَ هُدًی لِّلْعَالَمِیْنَ وَ اَمَرَنِیْ رَبِّیْ عَزَّ وَ جَلَّ بِمَحْقِ الْمَعَازِفِ وَ الْمَزَامِیْرِ

ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں کے لئے رحمت اور تمام جہانوں کے لئے ہدایت بنا کر بھیجا ہے اور مجھ کو میرے پروردگار نے آلاتِ لہو اور مزامیر اور بتوں

[1] نفاق بمعنے معروف۔ غنا سے کیونکر پیدا ہوتا ہے اس سوال کا ایک جواب اسقدر معقول و مدلل ول میں پیدا ہوا کہ فرمانِ نبوی کے متعلق جلد کے اندر لبیں کا ایک نور درخشاں ہوگیا فالحمد للہ۔ سنئے غناء عشقیہ جذبات خصوصاً عشق مجازی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ اور عشق مجازی ایک بناوٹی اور تکلف خود پیدا کی ہوئی کیفیت ہوتی ہے جس کو عشق حقیقی سے کچھ بھی مناسبت نہیں اور بناوٹ کی ہر بات نفاق ہوتی ہے شاعروں کی غزلیات میں بھی منافقانہ عشق بھرا ہوتا ہے۔ اور یہی عشق غنا و ترنم کا ثمرہ ہے اور یہ صاف نفاق کا شعبہ ہے۔

وَالْكُوبَاتِ وَالصَّلِيْبِ وَ
اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ (رواہ احمد)

اور صلیب اور جاہلیت کے کام کے مٹانے کا حکم دیا ہے۔ (مشکوٰۃ)

(۴) عَنْ نَافِعٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَسَمِعَ مِزْمَارًا فَوَضَعَ اِصْبَعَيْهِ فِي اُذُنَيْهِ وَنَاى عَنِ الطَّرِيْقِ اِلَى الْجَانِبِ الْاٰخَرِ ثُمَّ قَالَ لِيْ بَعْدَ اَنْ بَعُدَ يَا نَافِعُ هَلْ تَسْمَعُ شَيْئًا قُلْتُ لَا فَرَفَعَ اِصْبَعَيْهِ مِنْ اُذُنَيْهِ قَالَ كُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَ صَوْتَ يَرَاعٍ وَصَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُ قَالَ نَافِعٌ وَكُنْتُ اِذْ ذَاكَ صَغِيْرًا (رواہ احمد و ابوداؤد)

نافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک راستے میں تھا۔ انہوں نے ایک مزمار کی آواز سنی اور اپنے دونوں کانوں میں دونوں انگلیاں رکھ لیں۔ اور اُس راستے سے دوسری طرف ہٹ گئے۔ پھر دُور ہو جانے کے بعد مجھ سے فرمایا کہ اے نافع تو کچھ (اس کی آواز) سنتا ہے۔ میں نے عرض کیا نہیں۔ پس اپنی انگلیاں کانوں سے نکال لیں اور کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ آپ نے ایک بانسری کی آواز سنی اور اسی طرح کیا جس طرح کہ میں نے کیا ہے۔ نافع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اُس وقت چھوٹا بچہ تھا۔ (اس واسطے مجھ کو کان بند کرنے کا حکم نہیں دیا تھا)۔ (مشکوٰۃ)

مسلمانو! غور کرو کہ جس چیز سننے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر پرہیز فرمائیں۔ اس میں منہمک ہونا کس قدر معیوب اور گناہ ہے۔

قبروں پر چراغ جلانا — اولیاء اللہ کی قبروں پر چراغ جلانا مختلف فیہ ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے۔ بعض حالتوں میں جائز ہے اور بعض میں ناجائز۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ لَعَنَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِيْنَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ (رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں اور ان پر مسجدیں بنانے اور چراغ رکھنے والوں پر لعنت کی۔ (مشکوٰۃ)

بظاہر یہ حدیث قبروں پر چراغ جلانے کی ممانعت پر دلالت کرتی ہے۔ لیکن اس کی تشریح علمائے محققین نے یہ فرمائی ہے۔ کہ اگر قبر پر چراغ جلانے سے اس کے معنی حقیقی مراد ہیں یعنی خاص قبر پر چراغ رکھنا اور قبر سے چراغدان کا کام لینا تو یہ واقعی ناجائز ہے کہ اس میں بے ادبی گستاخی اور حق میت میں تصرف اور دست اندازی ہے۔ لیکن اگر قبر پر سر راہ ہو اور نیت یہ ہو کہ رہ گذر اس کو دیکھ کر فاتحہ پڑھیں۔ یا اگر وہ قبر کسی عالم یا ولی اللہ کی ہے تو جائز ہے کہ اس سے اس کی تعظیم اور ادب و احترام ہوتا ہے (تفسیر روح البیان)

علامہ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ حدیقہ میں تحریر فرماتے ہیں:

هٰذَا كُلُّهٗ اِذَا خَلَا مِنْ فَائِدَةٍ وَ اَمَّا اِذَا كَانَ مَوْضِعُ الْقُبُوْرِ مَسْجِدًا اَوْ عَلٰى طَرِيْقٍ اَوْ كَانَ هُنَالِكَ اَحَدٌ جَالِسٌ اَوْ كَانَ قَبْرُ وَلِيٍّ مِّنَ الْاَوْلِيَاءِ اَوْ عَالِمٍ مِّنَ الْمُحَقِّقِيْنَ تَعْظِيْمًا لِرُوْحِهِ الْمُشْرِقِ عَلٰى تُرَابِ جَسَدِهٖ كَاِشْرَاقِ الشَّمْسِ عَلَى الْاَرْضِ اِعْلَامًا لِّلنَّاسِ اَنَّهٗ وَلِيٌّ لِيَتَبَرَّكُوْا بِهٖ وَيَدْعُوا اللّٰهَ تَعَالٰى عِنْدَهٗ فَيُسْتَجَابُ لَهُمْ فَهُوَ اَمْرٌ جَائِزٌ لَا مَنْعَ مِنْهُ وَالْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ۔

قبروں میں چراغ روشن کرنے کی ممانعت صرف اس حالت میں ہے کہ نفع سے بالکل خالی ہو۔ ورنہ اگر موضع قبر میں مسجد ہو۔ یا قبر راہ گذر پر ہے یا وہاں کوئی بیٹھا ہے۔ یا کسی ولی یا عالم محقق کا مزار ہے اُس کی روح مبارک جو اس کی خاک بدن پر اس طرح پرتو ڈال رہی ہے جیسے آفتاب زمین پر۔ اُس کی تعظیم کے لئے چراغ جلائیں تاکہ لوگ جانیں کہ یہ ولی اللہ کا مزار ہے اس سے برکت حاصل کریں اور اس کے پاس اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگیں کہ اُن کی دعا قبول ہو تو یہ جائز ہے۔ جس سے ممانعت نہیں اور کام نیتوں پر ہیں۔

قبروں پر غلاف وغیرہ چڑھانا۔ قبروں پر غلاف وغیرہ چڑھانا مختلف فیہ ہے۔ لیکن اہل اللہ کی قبروں پر ان کی توقیر و عزت کے لئے جائز ہے۔ چنانچہ علامہ عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ کشف النور عن اصحاب القبور میں تحریر فرماتے ہیں:-

لٰكِنْ نَحْنُ الْاٰنَ نَقُوْلُ اِنْ كَانَ الْقَصْدُ بِذٰلِكَ التَّعْظِيْمَ فِيْ اَعْيُنِ الْعَامَّةِ حَتّٰى لَا يَحْتَقِرُوْا

لیکن ہم اس وقت میں یہ کہتے ہیں کہ اگر اس سے مقصود عوام کی نگاہ میں مزارات اولیا کی تعظیم پیدا کرنی ہو۔ تاکہ جس مزار پر کپڑے اور عمامے رکھے دیکھیں

هٰذَا الْقَبْرُ الَّذِیْ وُضِعَتْ عَلَیْہِ الثِّیَابُ وَالْعَمَائِمُ لِجَلْبِ الْخُشُوْعِ فِیْ قُلُوْبِ الْغَافِلِیْنَ الزَّائِرِیْنَ لِاَنَّ قُلُوْبَہُمْ نَافِرَۃٌ عِنْدَ الْحُضُوْرِ فِی التَّاَدُّبِ بَیْنَ یَدَیْ اَوْلِیَاءِ اللّٰہِ الْمَدْفُوْنِیْنَ فِیْ تِلْکَ الْقُبُوْرِ کَمَا ذَکَرْنَا مِنْ حُضُوْرِ رُوْحَانِیَّتِہِمُ الْمُبَارَکَۃِ عِنْدَ قُبُوْرِہِمْ فَہُوَ اَمْرٌ جَائِزٌ لَا یَنْبَغِی النَّہْیُ عَنْہُ لِاَنَّ الْاَعْمَالَ بِالنِّیَّاتِ وَلِکُلِّ امْرِئٍ مَا نَوٰی۔

مزار ولی جان کر اُس کی تحقیر سے باز رہیں اور تاکہ زیارت کرنے والے غافلوں کے دلوں میں خشوع و ادب آئے کہ مزارات اولیا کے حضور میں حاضری میں ان کے دل نفرت رکھتے ہیں اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ مزارات کے پاس اولیائے کرام کی روحیں حاضر ہوتی ہیں تو اس نیت سے چادر ڈالنا امر جائز ہے۔ جس ممانعت نہ کرنی چاہئے۔ اس لئے کہ اعمال نیتوں پر ہیں اور ہر شخص کو وہی ملتا ہے جو اس کی نیت ہے۔

(تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ للعلامہ محمد بن عابدین الشامی)

قبرستان میں خورد و نوش۔ بعض لوگوں کا دستور ہے کہ ہر برس مقبروں اور خانقاہوں پر جا کر کچھ نذر و نیاز اور صدقات و خیرات کرتے ہیں۔ کھانا پینا وہاں پر تیار کرتے ہیں اور رنگ عام و خاص و علما اور مشائخ کو بلا کر ختمات پڑھا کر کھلاتے پلاتے ہیں اور بعض بعض مقامات پر داد عورتیں بھی جمع ہوتی ہیں۔ اجنبی عورتوں اور مردوں کا مل کر بیٹھنا ہر جگہ ممنوع ہے۔ خواہ مسجد ہو یا مقبرہ وغیرہ۔ اگرچہ بعض علما نے مستورات کو مقابر پر جانے کی اجازت دے دی ہے۔ مگر فی زمانہ احتیاط اولیٰ ہے۔ قبرستان میں کھانا پینا مکروہ ہے۔ کیونکہ قبر جائے عبرت ہے۔ نہ جائے عشرت۔ ہاں اگر وہاں پر ختمات پڑھ کر کچھ تقسیم کر دیا جائے اور لوگ اس کو اپنے اپنے گھروں میں لیجا کر یا قبرستان سے فارغ بیٹھ کر کھائیں تو پھر کچھ مضائقہ نہیں۔

بزرگوں کی قبروں پر نذریں اور چڑھاوے چڑھانا۔ بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ بزرگوں کے مزارات پر شیرینی۔ دودھ۔ چوری۔ حلوے وغیرہ اشیا اور نقدی چڑھاتے ہیں یہ مختلف فیہ ہے۔ لیکن اگر اس چیز خوردنی پر فاتحہ حسب معمول بنام خدا پڑھ کر اس کا ثواب اس بزرگ کی روح پر فتوح کو بخشا جائے اور وہ چیز محتاجوں میں تقسیم کی جائے تو یہ بالاتفاق جائز ہے۔ چنانچہ مولانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

حقیقت ایں نذر آں ست کہ اہدائے ثواب طعام و انفاق و بذل مال بروح میت کہ امریست مسنون و از روئے احادیث صحیحہ ثابت است مثل ما ورد فی الصحیحین من حال

اس نذر کی حقیقت یہ ہے کہ یہ کھانے اور مال خرچ کرنے کا ثواب میت کی روح کو پہنچانا ہے اور یہ امر سنت ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ جیسا کہ بخاری مسلم میں ام سعد وغیرہ کے

امداد اسعد وغیرہ ایں نذر مستلزم مے شود پس حاصل ایں نذر آنست کہ آں نسبت مثلاً اہداء ثواب ہذا القدر الی روح فلاں ولی است و ذکر ولی برائے تعیین عمل منذور ست نہ برائے مصرف و مصرف ایشاں متوسلان آں ولی مے باشند از اقارب و خدمہ ہم طریقاں و امثال ذالک و ہمیں ست مقصود نذر کنندگان بلا شبہ و حکمہ انہ صحیح یجب الوفاء بہ لانہ قربۃ معتبرۃ فی الشرع۔

سے ثابت ہوا ہے یہ نذر لازم ہوجاتی ہے تو اس نذر کا حاصل طعام وغیرہ کی ایک مقدار معین کا ثواب کسی بزرگ کی روح کو پہنچانا ہے اور ولی کا ذکر عمل منذور کی تعیین کے لئے ہے نہ مصرف کے لئے۔ مصرف اس نذر کرنے والوں کے نزدیک اس ولی کے اقارب اور خدام اور ان کے طریقہ والے اور متوسلین ہیں اور بلا شبہ نذر کرنے والوں کا یہی مقصود ہے اور اس نذر کا حکم یہ ہے کہ یہ نذر صحیح ہے اس کی وفا واجب ہے اس لئے کہ وہ شریعت میں قربت معتبرہ ہے۔

اولیاء اللہ کی قبروں کی حفاظت کرنے والوں کو نذریں دینا ۔ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ عزیزیہ میں تحریر فرماتے ہیں ۔جس کا اصل فتاویٰ عالمگیریہ سے ماخوذ ہے۔

اگر گفتہ شود یا الٰہی نذر کردم برائے تو اگر شفا دہی مریض را یا مانند آں طعام بخواہم داد فقراء را کہ بر دروازہ سید نفیس اند یا اند آں یا خرید خواہم کرد بوریا برائے مسجد یا روغن زیت برائے روشنی آں مسجد یا دراہم خواہم داد برائے کسے کہ خدمت شعائر مسجد مے کند از قسمیکہ درآں نفع فقرا باشد و نذر برائے خدا و ذکر نمودن شیخ جز ایں نیست کہ محل صرف نذر ست برائے مستحقاں ایں نذر جائز است۔

اگر یہ کہا جائے کہ یا الٰہی میں نے تیرے لئے نذر کی اگر تو مریض کو تندرست کرے یا اس کی مثل تو میں ان [illegible] کو کھانا کھلاؤں گا جو سید نفیس کے آستانہ پر رہتے ہیں ۔ یا مسجد کے لئے بوریا خریدوں گا یا اس مسجد کی روشنی کے لئے تیل یا اس کو روپے دوں گا جو مسجد کی خدمت کرے ۔ نذر خدا کے لئے اور شیخ کا ذکر صرف اس لئے ہے کہ وہ مستحقوں پر نذر کے خرچ کرنے کا محل ہے ۔ یہ نذر جائز ہے ۔ (فتاویٰ عالمگیری منقول از بحر الرائق والمحف وی)

قبر کے مصارف کیلئے کچھ وقف کرنا ۔ مولانا شاہ صاحب موصوف ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں :۔

مصارف قبر ہیچ معنی شرعی ندارد، مگر سیاں وقت کہ مردہ دفن سے شود ساگر کسے اراضی از ملک خاص خود بنا بر خادمانِ قبر وقف کند خادماں را خوردن آں جائز است بشرطیکہ شرط خدمت بجا آرند و آں شرط ایں ست کہ مردم را از طواف وسجدہ قبر منع کنند واز فواحش آنجا بپرہیزانند واز داشتن نذر ومنّت از نقدہ وجنس بر قبر منع کنند ودفع سازند اگر شرط خدمت نہ بجا آوردہ خواند وخورانند حرام است

مصارف قبر کا کوئی شرعی معنی نہیں سوا اس وقت کے کہ جب مردہ دفن کیا جاتا ہے (یعنی اس وقت قبر کھودنے وغیرہ میں جو صرف ہوتا ہے وہ البتہ مصرف قبر کا شرعاً ثابت ہے) اور اگر کوئی شخص اپنی ملک خاص کی اراضی خادمان قبر کے لئے وقف کرے تو خادموں کے لئے جائز ہے کہ اس اراضی کا غلہ کھائیں۔ بشرطیکہ وہ شرط خدمت بجا لائیں اور وہ شرط یہ ہے کہ لوگوں کو قبر کا طواف اور سجدہ کرنے سے منع کریں اور امور ممنوعہ سے لوگوں کو بچائیں اور نقد وجنس بطور نذر ومنّت قبر پر رکھنے سے منع کریں اور ایسی چیزوں کو دفع کریں اور اگر شرط خدمت نہ بجا لائیں تو اُن کے لئے اس اراضی کا غلہ کھانا حرام ہے۔

قبروں وغیرہ کی متعلقہ نذر کا ایفا کرنا۔ اگر کسی نے کسی کام کی نذر مانی ہو۔ مثلاً یہ چیز فلاں جگہ یا قبر کے نقیروں کو للہ خیرات کرتی ہے۔ یا فلاں بزرگ کو اس کا ثواب پہنچانا ہے۔ تو اس کا وفا کرنا ضروری ہے۔ لیکن اگر کسی خلاف شرع کام کی نذر مانی ہو تو ہرگز وفا نہ کرے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے:۔

(۱) عَنْ ثَابِتِ بْنِ ضَحَّاکٍ قَالَ نَذَرَ رَجُلٌ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَنْ یَّنْحَرَ اِبِلًا بِبَوَانَةَ فَاَتٰی رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَاَخْبَرَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم هَلْ کَانَ فِیْهِ وَثَنٌ مِّنْ اَوْثَانِ الْجَاهِلِیَّةِ یُعْبَدُ قَالُوْا لَا فَهَلْ کَانَ فِیْهَا عِیْدٌ

ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں نذر مانی کہ مقام بوانہ میں اونٹ ذبح کرے گا۔ اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا تو آپ نے پوچھا کہ کیا وہاں جاہلیت کے بتوں سے کوئی بت ہے۔ اُس نے کہا۔ نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کیا وہاں عید ہوتی ہے ان کی عیدوں سے۔ اس نے عرض کیا۔ نہیں۔ آپ نے فرمایا اپنی نذر کو پورا کرو۔ ہاں اللہ کی معصیت

مِنْ اَعْیَادِھِمْ قَالُوْا لَا، قَالَ اَوْفِ بِنَذْرِكَ فَاِنَّهٗ لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ وَلَا فِيْمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ اٰدَمَ (رواہ ابوداؤد)	ہیں نذر نہیں ۔ نہ اُس میں جو انسان کے مقدور سے باہر ہو ۔ (مشکوٰۃ)
(۷) عَنْ عَائِشَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَذَرَ اَنْ يُّطِيْعَ اللّٰهَ فَلْيُطِعْهُ وَمَنْ نَذَرَ اَنْ يَّعْصِيَ اللّٰهَ فَلَا يَعْصِهٖ (رواہ البخاری)	عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "جس نے نذر مانی ہو خدا کی اطاعت کی وہ ادا کرے اور جس نے نذر مانی ہو خدا کے گناہ کی تو اس کو ادا نہ کرے (مشکوٰۃ)

مطلب یہ ہے کہ اگر نذر شرع کے موافق ہو جیسے صدقہ ۔ نماز ۔ روزہ ۔ حج ۔ وغیرہ تو اس کا ادا کرنا واجب ہے اور اگر خلاف شرع کی نذر اور منت مانی ہو جیسے ماں باپ سے نہ بولنا وغیرہ تو ہرگز ادا نہ کرے ۔

خاتمۃ الکتاب

راقم الحروف نے محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور انبیاء و اولیا کی روحانی تاثیر سے مسئلہ امداد و توسل کو قرآن مجید ۔ احادیث نبویہ ۔ آثار صحابہ اور اقوال صلحا و علما سے ثابت کر دیا اور منکرین کے ہر ایک زبردست سے زبردست اعتراض کا دنداں شکن جواب دے دیا ۔ امید قوی ہے کہ وہ شخص جو عقل سلیم رکھتا ہے اگر تعصب کو دور کر کے حق شناسی سے ان اوراق کا مطالعہ کرے گا تو اس کے تمام شکوک و شبہات رفع ہو جائیں گے ۔ ہاں اگر کسی منکر کو اس قدر دلائل عقلیہ و نقلیہ کے ہوتے ہوئے بھی تسلی نہ ہو تو اس کا علاج خدا کے ہاتھ میں ہے ۔ ہمارا کام تو سمجھا دینا ہے ۔ اگر وہ نہیں سمجھتا تو اس میں راقم الحروف کا کوئی قصور نہیں بقول شیخ سعدی ۔

گر نیاید بگوش رغبت کس
بر رسولاں بلاغ باشد و بس

دعا بدرگاہ رب العالمین

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَارِئِهٖ وَلِكَاتِبِهٖ وَلِسَامِعِهٖ وَلِنَاظِرِهٖ وَلِحَافِظِهٖ وَجَمِيْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ مِنَ الذُّنُوْبِ الصِّغَارِ وَالْكِبَارِ كُلِّهَا بِحَقِّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَبِحَقِّ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَالْاَوْلِيَاءِ الْكَامِلِيْنَ وَبِكَرَمِكَ يَا اَكْرَمَ الْاَكْرَمِيْنَ وَبِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا ۔ یا الٰہ العالمین اپنے حبیب پاک کے طفیل سے میرے لخت جگر فرزند ارجمند عزیز القدر محمد بشیر احمد ایم ۔ اے کو جمیع حوادث روزگار سے محفوظ رکھ دین و دنیا میں اس کو ہمیشہ سرسبز و شاداں کر اور سلف صالحین کا متبع کر اور اس کے نور چشم محمد بلال کو دین و دنیا میں ترقی دے اور اس کو اپنے والد ماجد کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما ۔ آمین از من و از جملہ جہاں آمین باد ۔

مناجات

یا الٰہ العالمیں بارِ گناہ آوردہ ام
این بار دیر پشتِ دوتا آوردہ ام

غیر تو ملجاء ماوا نیستم در دو سرا
رحم کن یا راحما حالِ تباہ آوردہ ام

دستگیر نیست دیگر جز تو در دنیا و دیں
با ہزاراں انفعال ایں روسیہ آوردہ ام

گرچہ عصیاں بے عدد اما نظر بر رحمت است
آیۃ لاتقنطوا بر خود گواہ آوردہ ام

عجز و مسکینی و بے خویشی و دل ریشی بہم
ایں ہمہ در دعوائے عشقت گواہ آوردہ ام

من نمے گویم کہ بودم سالہا در راہِ تو
نیستم گمراہ کہ اکنوں انکسار آوردہ ام

چار چیز آوردہ ام شاہا کہ در گنج تو نیست
بیکسی و ناکسی عجز و گناہ آوردہ ام

چشمِ رحمت برکشا موئے سفیدِ من نگر
گرچہ از شرمندگی روئے سیاہ آوردہ ام

بر گناہِ من مبیں و بر کریمیت ببیں
زانکہ بہر ایں مرض توبہ دوا آوردہ ام

توبہ کردم توبہ کردم رحم کن رحمت نما
چوں بدرگاہِ تو خود را در پناہ آوردہ ام

نعت پنجابی

خدا دے واسطے مینوں بچانا یا رسول اللہ
بلا تھیں رنج تھیں غم تھیں چھڈانا یا رسول اللہ

میں ہاں حیران ہر ویلے کدی نہ چین آیا ہے
میرے مقصود نوں پورا کرانا یا رسول اللہ

بہت اس عشق نے مینوں خجل در در کرایا ہے
ہُن آیا در تیرے تے نہ ہٹانا یا رسول اللہ

تیرے دربار تھیں خالی گیا جیہڑا - نہیں کوئی
پھر اوس دے واسطے کِدرے ٹکانا یا رسول اللہ

میرے مولا کرو امداد ہاں اوکھا نہایت میں
کدی تے روندیاں نوں بھی ہنسانا یا رسول اللہ

غماں دے ہجر دچہ میرا بجز ملاح دے بیڑا
خدا دے واسطے بنّے لگانا یا رسول اللہ

جو ہے دل نے میرے نقشہ کراں جے لکھ چا دا میں
قیامت تک نہیں سینے تھیں جانا یا رسول اللہ

نزع دا وقت ہے مشکل میری امداد نوں آونا
دغے ابلیس دے کولوں بچانا یا رسول اللہ

فرشتے قبر وچ آ کے جدوں مینوں ڈراون گے
حمایت واسطے اس دم بی آنا یا رسول اللہ

دیہاڑے حشر دے پُل توں گذر ہووے جدوں میرا
تنّے سب دوستاں مینوں بچانا یا رسول اللہ

ہٹا دینا ترازو توں تاہل تولن اوہ عمل میرے
گناہیں ہاں گناہیں ہاں بچانا یا رسول اللہ

بچا کے ہر مصیبت تھیں ہر اک مومن تنّے مینوں
ترا کے ساتھ پھر جنت نوں جانا یا رسول اللہ

ہمیشہ نظر رحمت دی کرو صوفی بچارے تے
نہ اس مسکین نوں دل تھیں بھلانا یا رسول اللہ

حنفی مذہب صوفی مشرب کے صحیح عقائد کا سلسلہ کتب

ندائے یا رسول اللہ حصہ اول طبع ثانی ترمیم شدہ۔ اس میں بہت سے مفید مضامین اضافہ کئے گئے ہیں۔ اور اس کی ترتیب میں بھی بہت ہی ردوبدل کیا گیا ہے۔ اس موضوع پر ایسی جامع کتاب کسی زبان میں بھی نہیں پائی جاتی۔ علاوہ اس کے اس میں منکروں کے مشہور و معروف اعتراضوں کے جواب بھی قرآن مجید احادیث صحیحہ۔ قیاس اور اجماع امت سے وضاحت کے ساتھ دیئے گئے ہیں۔

ندائے یا رسول اللہ حصہ دوم یعنی زیارت قبور معہ زیارت روضہ مقدسہ۔ جس میں مردوں، عورتوں کے لئے زیارتِ قبور کے جواز کے دلائل اور فضائل زیارت روضہ مقدسہ۔ علاوہ اس کے منکرین کے مشہور اعتراضوں کے جواب شرح و بسط کے ساتھ دیئے گئے ہیں۔ دونوں حصے یکجا ہیں۔ قیمت ہر دو حصہ تین روپے حجم ۲۱۰ صفحہ

ندائے یا رسول اللہ حصہ سوم طبع ثانی ترمیم شدہ یعنی حیات الانبیاء والاولیا۔ اس کو قرآن مجید احادیث نبویہ۔ قیاس اور اجماع اُمت سے مفصل ذیل امور پر روشنی ڈالی گئی ہے:۔ (۱) عوام مومنین کی حیاتِ برزخی کا حال (۲) شہیدوں کی حیات برزخی کی حالت (۳) اولیائے اللہ کی حیات برزخی کی تحقیق اور ان کا جسم مثالی کے ساتھ متعدد مقامات پر حاضر ہونا (۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ برزخی کی تشریح اور ان کا ہر جگہ حاضر ہونا۔ علاوہ اس کے منکروں کے مشہور اعتراضوں کے جواب بھی شرح و بسط سے دیئے گئے ہیں۔ قیمت دو روپیہ حجم ۲۸۰ صفحہ۔

علمِ غیبِ رسول طبع ثانی ترمیم شدہ۔ اس میں انبیا و اولیا کو علم غیب ہونا۔ چار اصولوں سے ثابت کیا گیا ہے (۱) قرآن مجید (۲) احادیث نبویہ (۳) قیاس (۴) اجماع امت۔ علاوہ اس کے منکروں کے مشہور و معروف اعتراضوں کے جواب بھی عقلی و نقلی دلائل سے دیئے گئے ہیں (زیر طبع)

ایصال ثواب یعنی مُردے کو ثواب پہنچنے کا ثبوت قرآن مجید، احادیث نبویہ اور اجماع امت سے وضاحت کے ساتھ دیا گیا ہے علاوہ اس کے تیجہ، دسواں، چالیسواں اور عرس و غیرہ کو عقلی و نقلی دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔ قیمت دو روپیہ

پردہ اس میں عورتوں کے پردہ کرنے کی اہمیت قرآن مجید، احادیث نبویہ سے وضاحت کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے۔ علاوہ اس کے منکروں کے مشہور و معروف اعتراضوں کے جواب بھی ساتھ ساتھ لکھ دیئے ہیں۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے۔

آدابِ رسول

اس میں وہ آیات اور احادیث نبویہ اور روایات صحیحہ تحریر کی گئی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و بزرگی اور ادب و احترام پر دلالت کرتی ہیں ۔ گویا آدابِ رسول کے متعلق صحابہ کرام اور محدثین عظام کا دستور العمل ہے ۔ اس موضوع پر یہ پہلی کتاب ہے ۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

عامل بنانے والی کتاب

اس کو بعض ذیل حصوں میں مرتب کیا گیا ہے ۔ حصہ اول مبادی عملیات جس میں پانچ باب ہیں ۔ باب اول تنقید عملیات یعنی عملیات کے شغل میں مختلف اقسام کے مکر و فریب عملیات کی غیر مشروع افعال ۔ عاملوں مفاسد سے چشم پوشی ۔ عملیات کو فروغ دینے کے لئے تصور کی قوتوں سے کام لینا ۔ کائنات کی سعادت و نحوست کا عقیدہ ۔ رمل نجوم اور جوتش کا استعمال ۔ باب دوم تاثیر عملیات باب سوم تاریخ سحر و جادو ۔ باب چہارم طرق عملیات ۔ حصہ دوم قرآنی عملیات یعنی بیاض انبیا ۔ بیاض نبوی حدیثی عملیات ۔ اسم اعظم ۔ مشائخی عملیات ۔ قیمت پانچ روپے

زیرِ طبع مضامین

نور مجسم ۔ بشریت رسول ۔ اختیارات و تصرفاتِ رسول ۔ معراج رسول ۔ خصائص رسول شفاعت رسول ۔ ضرورت شیخ مع اصول تصوف ۔ فضائل درود ۔ عید میلاد ۔ حُبِ رسول حُبِّ خدا ۔ مواعظ الصالحین ۔ فضائل علم ۔ حقوق والدین ۔ حقوق میاں بیوی ۔ حقوق اولاد ۔ احکام شادی و غمی ۔ احکام حلال و حرام ۔ علم التوحید ۔ تذکرۃ الموتیٰ و القبور ۔ اعجاز قرآن ۔ فضائل حفظ قرآن نزول قرآن ۔ ہمدردی ۔ تاثیر صحبت ۔ حالات قیامت ۔ فضائل صحابہ یعنی حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر خطاب ۔ عثمان غنی ۔ حضرت علی مرتضیٰ ۔ فضائل امام حسین ۔ فضائل امہات المومنین

ابو البشیر محمد صالح علوی بن حضرت مولانا مست علی مجددی

بھنڈ انوالی ۔ ضلع سیالکوٹ (مغربی پاکستان)

طبع: پرنٹرز ملک دین محمد اینڈ سنز تاجران کتب لاہور سے شائع کی ۔